

تفسیر ابن کثیر



چند اہم مضامین کی فہرست



۳۲۳	• آداب خطاب	۲۵۲	• نبی اکرم ﷺ کا اظہارِ بے بسی
۳۲۵	• فاسق کی خبر پر اعتقاد نہ کرو	۲۵۴	• تابع قرآن جنتیوں کے حالات
	• دو متحارب "مسلمان جماعتوں" میں صلح کرانا ہر مسلمان کا	۲۵۵	• والدین سے بہترین سلوک کرو
۳۲۸	• فرض ہے	۲۵۸	• اس دنیا کے طالب آخرت میں محروم ہوں گے
۳۳۰	• ہر طعنہ باز عیب جو مجرم ہے	۲۶۱	• قوم عادی تباہی کے اسباب
۳۳۰	• دہشت گرد اور ہر اس پھیلانے والے ناپسندیدہ لوگ	۲۶۴	• مغضوب شدہ قوموں کی نشاندہی
۳۳۳	• نسل انسانی کا نکتہ آغاز	۲۶۵	• طائف سے واپسی پر جنتا نے کلام الہی سنا شیطان بوکھلایا
۳۳۶	• ایمان کا دعویٰ کرنے والے اپنا جائز تو لیں	۲۷۳	• ایمان دار جنوں کی آخری منزل
۳۴۰	• اہل کتاب کی موضوع روایتیں	۲۷۷	• جب کفار سے میدان جہاد میں آنا سامنا ہو جائے
۳۴۲	• اللہ کے بحیرہ العقول شاہکار	۲۸۰	• تمام شہروں سے پیارا شہر
۳۴۳	• ان کو شامت اعمال ہی پسند تھی	۲۸۲	• دودھ پانی اور شہد کے سمندر
۳۴۴	• دائیں اور بائیں دو فرشتے	۲۸۳	• بے وقوف کندہ بن اور جاہل
۳۴۷	• ہمارے اعمال کے گواہ	۲۸۵	• ایمان کی دلیل حکم جہاد کی تعمیل ہے
۳۴۸	• متکبر اور متجبر کا ٹھکانا	۲۸۸	• منافق کو اس کے چہرے کی زبان سے پہچانو
۳۵۱	• بے سود کوشش	۲۸۹	• نیکیوں کو غارت کرنے والی برائیوں کی نشاندہی
۳۵۲	• جب ہم سب قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے	۲۹۱	• سفارت کے فائدے اور نکل کے نقصانات
۳۵۶	• حسن کارکردگی کے انعامات	۲۹۳	• اطمینان و رحمت
۳۵۹	• مہمان اور میزبان؟	۲۹۵	• آنکھوں دیکھا گواہ رسول اللہ ﷺ
		۲۹۹	• مجاہدین کی کامیاب واپسی
		۳۰۱	• مالِ غنیمت کے طالب
		۳۰۲	• چودہ سو صحابہ اور بیعت رضوان
		۳۰۳	• کفار کے بدارادے ناکام ہوئے
		۳۰۶	• مسجد حرام بیت اللہ کے اصل حقدار
		۳۱۵	• رسول اللہ ﷺ کا خواب
		۳۱۹	• تصدیق رسالت بزبان اللہ

تفسیر سورۃ الاحقاف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حَمْدٌ مَّا تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ۝ مَا خَلَقْنَا
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا اِلَّا بِالْحَقِّ وَاجَلٍ مُّسْتَعٰی وَالَّذِیْنَ
كَفَرُوْا عَمَّا اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ۝ قُلْ اَرٰیْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ
شِرْكٌ فِی السَّمٰوٰتِ اِیْتُوْنِیْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَا اَوْ اَشْرَکْ
مِّنْ عِلْمِ اِن كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝

بہت بخشش کرنے والے بہت مہربان اللہ کے نام سے شروع ○

اس کتاب کا اتارنا اللہ تعالیٰ غالب حکمت والے کی طرف سے ہے ○ ہم نے آسمان و زمین اور دونوں کے درمیان کی تمام چیزیں کو بہترین تدبیر کے ساتھ ہی ایک معیاد میں لے لیا ہے کافر لوگ جس چیز سے ڈرائے جاتے ہیں منہ موڑ لیتے ہیں ○ تو کہہ بھلا دیکھو تو جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو مجھے بھی تو دکھاؤ کہ انہوں نے زمین کا کون سا کھرا بنایا ہے ○ یا آسمانوں میں ان کا کون سا حصہ ہے ○ اگر تم سچے ہو تو اس سے پہلے ہی کی کوئی کتاب یا کوئی نعلی علم ہی میرے پاس لاؤ ○

(آیت ۱-۴) اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ اس قرآن کریم کو اس نے اپنے بندے اور اپنے سچے رسول حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمایا ہے اور بیان فرماتا ہے کہ خدائے تعالیٰ ایسی بڑی عزت والا ہے جو کبھی زائل نہیں ہوگی اور ایسی زبردست حکمت والا ہے جس کا کوئی قول کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں۔ پھر ارشاد فرماتا ہے کہ آسمان و زمین وغیرہ تمام چیزیں اس نے عبث اور باطل پیدا نہیں کیں بلکہ سراسر حق کے ساتھ اور بہترین تدبیر کے ساتھ بنائی ہیں اور ان سب کے لئے وقت مقرر ہے جو نہ گھٹے نہ بڑھے۔ اس رسول سے اس کتاب سے اور اللہ کے ڈراوے کی اور نشانوں سے جو بد باطن لوگ بے پروائی اور لاپرواہی کرتے ہیں انہیں عقرب معلوم ہو جائے گا کہ انہوں نے کس قدر خود اپنا ہی نقصان کیا۔ پھر فرماتا ہے ذرا ان مشرکین سے پوچھو تو کہ اللہ کے سوا جن کے نام تم چیتے ہو جنہیں تم پکارتے ہو اور جن کی عبادت کرتے ہو ذرا مجھے بھی تم ان کی طاقت قدرت دکھاؤ بھلا تو زمین کے کس کھڑے کو خود انہوں نے بنایا ہے؟ یا ثابت تو کرو کہ آسمانوں میں ان کی شرکت کتنی ہے اور کہاں ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ آسمان ہوں یا زمین ہوں یا اور چیزیں ہوں ان سب کا پیدا کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

جبر اس کے کسی کو ایک ذرے کا بھی اختیار نہیں۔ تمام ملک کا مالک وہی ہے۔ ہر چیز پر کامل تصرف اور قبضہ رکھنے والا ہے۔ تم اس کے سوا دوسروں کی عبادت کیوں کرتے ہو؟ کیوں اس کے سوا دوسروں کو اپنی مصیبتوں میں پکارتے ہو؟ تمہیں یہ تعلیم کس نے دی؟ کس نے یہ شرک تمہیں سکھایا؟ دراصل کسی بھلے اور سمجھدار شخص کی یہ تعلیم نہیں ہو سکتی نہ اللہ نے یہ تعلیم دی ہے۔ اگر تم اللہ کے سوا اوروں کی پوجا پر کوئی آسانی دہل رکھتے ہو تو اچھا اس کتاب کو تو جانے دو اور کوئی آسانی صحیفہ ہی پیش کر دو۔ اچھا نہ سہی اپنے مسلک پر کوئی اور دلیل علم ہی قائم کرو۔ لیکن یہ تو

جب ہو سکتا ہے کہ تہار یا یہ فعل صحیح بھی ہو۔ اس باطل فعل پر تو نہ تو تم کوئی نقلی دلیل پیش کر سکتے ہو نہ عقلی۔ ایک قرأت میں اَوْ اَكْرَهَ مِنْ عَلَمٍ یَحِیْیٰ کوئی صحیح علم کی نقل اگلوں سے ہی پیش کرو۔ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ کسی کو پیش کرو جو علم کی نقل کرے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں اس امر کی کوئی بھی دلیل لے آؤ۔ مسند احمد میں ہے اس سے مراد علمی تحریر ہے۔ راوی کہتے ہیں میرا تو خیال ہے یہ حدیث مرفوع ہے۔ حضرت ابوبکر بن عباسؓ فرماتے ہیں مراد بقیہ علم ہے۔ حضرت حسن بھٹیؒ فرماتے ہیں کسی مخفی دلیل کو ہی پیش کر دو ان اور بزرگوں سے یہ بھی منقول ہے کہ مراد اس سے اگلی تحریریں ہیں۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کوئی خاص علم۔ اور یہ سب اقوال قریب قریب ہم معنی ہیں مراد وہی ہے جو ہم نے شروع میں بیان کر دی۔ امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ
إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَفِلُونَ ۝ وَإِذَا حُشِرَ
النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ ۝

اس سے بڑھ کر مگر اہو کون ہوگا؟ جو اللہ کے سوا ایسوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی دعا قبول نہ کر سکیں۔ بلکہ ان کے پکارنے سے محض بے خبر ہو ۝ اور جب لوگوں کا مشرک کیا جائے گا تو یہ ان کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی پرستش سے صاف انکار کر جائیں گے ۝

(آیت: ۵-۶) پھر فرماتا ہے اس سے بڑھ کر کوئی راہ گم کردہ نہیں جو اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو پکارتے اور اس سے حاجتیں طلب کرے جن حاجتوں کے پورا کرنے کی ان میں طاقت ہی نہیں بلکہ وہ تو اس سے بھی بے خبر ہیں کہ کوئی انہیں پکار رہا ہے قیامت تک یہ پکارتے رہیں لیکن وہ غافل ہی ہیں وہ نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں، محض بے خبر ہیں نہ کسی چیز کو لے دے سکتے ہیں اس لئے کہ وہ تو پتھر ہیں، جادات میں سے ہیں۔ قیامت کے دن جب سب لوگ اکٹھے کئے جائیں گے تو یہ معبودان باطل اپنے عابدوں کے دشمن بن جائیں گے اور اس بات سے کہ یہ لوگ ان کی پوجا کرتے تھے صاف انکار کر جائیں گے۔ جیسے اللہ عزوجل کا اور جگہ ارشاد ہے **وَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ آلِهَةً مَعْنٰی** ان لوگوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنائے ہیں تاکہ وہ ان کی عزت کا باعث بنیں۔ واقعہ ایسا نہیں بلکہ وہ تو ان کی عبادت کا انکار کر جائیں گے اور ان کے پورے مخالف ہو جائیں گے۔ یعنی جب کہ یہ ان کے پورے محتاج ہوں گے اس وقت وہ ان سے منہ پھیر لیں گے۔ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنی امت سے فرمایا تھا **اِنَّمَا اتَّخَذْنَا مِنْ دُونِ اللَّهِ اَوْلِيَاءَ** یعنی تم نے اللہ کے سوا بتوں سے جو تعلقات دنیا میں قائم کر لئے ہیں اس کا نتیجہ قیامت کے دن دیکھ لو گے جب کہ تم ایک دوسرے سے انکار کر جاؤ گے اور ایک دوسرے پر لعنت کرنے لگو گے اور تمہاری جگہ جہنم میں مقرر اور متعین ہو جائے گی اور تم اپنا مددگار کسی کو نہ پاؤ گے۔

وَإِذَا نُتِلَىٰ عَلَيْهِمُ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلْحَقِّ لَمَّا
جَاءَهُمْ هَذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۝ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ إِنْ
افْتَرَيْتُهُ فَلَا تَمْلِكُونَ لِي مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۚ هُوَ أَعْلَمُ بِمَا
تُفِيضُونَ فِيهِ ۚ كَفَىٰ بِهِ شَهِيدًا ۚ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَهُوَ الْغَفُورُ

الرَّحِيمُ ۝ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَا أَدْرِي مَا
يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ إِنَّا سَمِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ وَمَا أَنَا
إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝

انہیں جب ہماری واضح آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو منکر لوگ بھی بات کو جب کہ ان کے پاس آچکی کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو صریح جادو ہے ○ بلکہ کہہ دیتے ہیں کہ اسے تو اس نے خود بتالیا ہے تو کہہ اگر میں ہی اسے بتالایا تو تم میرے لئے اللہ کی طرف سے کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتے "تم اس قرآن کے بارے میں جو کچھ سن رہے ہو اسے اللہ خوب جانتا ہے میرے اور تمہارے درمیان اظہار حق کرنے والا وہی کافی ہے اور وہ بخشش کرنے والا مہربان ہے ○ تو کہہ دے کہ میں کوئی بالکل نیا شیئر تو نہیں۔ نہ مجھے یہ معلوم ہے کہ میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا میں تو صرف اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی بھیجی جاتی ہے اور میں تو صرف علی الاعلان آگاہ کر دینے والا ہوں ○

نبی اکرم ﷺ کا اظہار ہے بسی ☆ ☆ (آیت ۷-۹) مشرکوں کی سرکشی اور ان کا کفر بیان ہو رہا ہے کہ جب انہیں اللہ کی ظاہر و باہر وضوح اور صاف آیتیں سنائی جاتی ہیں تو یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو صریح جادو ہے۔ تکذیب و افتراء ضلالت و کفر کو یا ان کا شیوہ ہو گیا ہے۔ جادو کہہ کر ہی بس نہیں کرتے بلکہ یوں بھی کہتے ہیں کہ اسے تو محمد (ﷺ) نے گھڑ لیا ہے پس نبی کی زبانی اللہ جواب دلواتا ہے کہ اگر میں نے ہی اس قرآن کو بنایا ہے اور میں اس کا سچا نبی نہیں تو یقیناً وہ مجھے میرے اس جھوٹ اور بہتان پر سخت تر عذاب کرے گا اور پھر تم کیا سارے جہان میں کوئی ایسا نہیں جو مجھ سے عذابوں سے بچتا ہو؟ جیسے اور جگہ ہے قُلْ لَئِن لَّمْ يَجِبْزَنِي مِنَ اللَّهِ أَخَذَ لِي، یعنی تو کہہ دے کہ مجھے اللہ کے ہاتھ سے کوئی نہیں بچا سکتا اور نہ اس کے سوا کہیں اور مجھے سرکنے کی جگہ مل سکے لیکن میں اللہ کی تبلیغ اور اس کی رسالت کو بجالاتا ہوں اور جگہ ہے وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَلَدًا لَّابْتِغَاءُ لِّمَالٍ، یعنی اگر یہ ہم پر کوئی بات بتالیتا تو ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ کر اس کی رگ گردن کاٹ ڈالتے اور تم میں سے کوئی بھی اسے نہ بچا سکتا، پھر کفار کو مدح کا یا بارہا ہے کہ تمہاری گفتگو کا پورا علم اس علیم اللہ کو ہے وہی میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا۔ اس کی دھمکی کے بعد انہیں تو بار اور تابت کی رغبت دلائی جا رہی ہے اور فرماتا ہے وہ غفور رحیم ہے اگر تم اس کی طرف رجوع کرو اپنے کثرت سے باز آؤ تو وہ ابھی تمہیں بخش دے گا اور تم پر رحم کرے گا۔ سورہ فرقان میں بھی اسی مضمون کی آیت ہے وَفَرَّغْنَا لَهُمُ اسْمَاءَ طَيْرٍ الْاَوَّلِينَ اُكْتَبَتْهَا لِي، یعنی یہ کہتے ہیں کہ یہ انگلیوں کی کہانیاں ہیں جو اس نے لکھی ہیں اور صبح شام لکھائی جا رہی ہیں تو کہہ دے کہ اسے اس اللہ نے اتارا ہے جو ہر پویشیدگی کو جانتا ہے خواہ آسمانوں میں ہو خواہ زمین میں ہو وہ غفور رحیم ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ میں دنیا میں کوئی پہلا نبی تو نہیں مجھ سے پہلے بھی تو دنیا میں لوگوں کی طرف رسول آتے رہے پھر میرے آنے سے تمہیں اس قدر اچنبھا کیوں ہوا؟ مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا؟ بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت کے بعد آیت لِيُغْفِرَ لَكَ اللَّهُ اِذَا رَآتْ اِتْرٰی ہے۔ اسی طرح حضرت عمرؓ حضرت حسنؓ حضرت قتادہؓ بھی اسے منسوخ بتلاتے ہیں۔ یہ بھی مروی ہے کہ جب آیت بخشش اترتی جس میں فرمایا گیا تاکہ اللہ تیرے اگلے چھٹے اگلے بخشے تو ایک صحابیؓ نے کہا حضور یہ تو اللہ نے بیان فرما دیا کہ وہ آپ کے ساتھ کیا کرنے والا ہے پس وہ ہمارے ساتھ کیا کرنے والا ہے؟ اس پر آیت لِيَدْخُلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ اِتْرٰی یعنی تاکہ اللہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایسی جنتوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ صحیح حدیث سے بھی یہ تو ثابت ہے کہ مومنوں نے کہا یا رسول اللہ! آپ کو مبارک ہو فرمائیے ہمارے لئے کیا ہے؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ حضرت ضحاکؓ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ مجھے نہیں معلوم کہ میں کیا حکم دیا جاؤں اور کس چیز سے روک دیا جاؤں؟ امام حسن بصریؒ کا قول ہے کہ اس

آیت سے مراد یہ ہے کہ آخرت کا انجام تو مجھے قطعاً معلوم ہے کہ میں جنت میں جاؤں گا ہاں دنیوی حال معلوم نہیں کہ اگلے بعض انبیاء کی طرح قتل کیا جاؤں یا اپنی زندگی کے دن پورے کر کے اللہ کے ہاں جاؤں؟ اور اسی طرح میں نہیں کہہ سکتا کہ تمہیں دھنسا دیا جائے یا تم پر پتھر برساتے جائیں۔

امام ابن جریر اسی کو معتبر کہتے ہیں اور فی الکواشف ہے بھی یہ ٹھیک۔ آپ بالیقین جانتے تھے کہ آپ اور آپ کے پیرو جنت میں ہی جائیں گے اور دنیا کی حالت کے انجام سے آپ بے خبر تھے کہ انجام کار آپ کا اور آپ کے مخالف قریش کا کیا حال ہوگا؟ آیا وہ ایمان لائیں گے یا کفر ہی رہیں گے اور عذاب کئے جائیں گے یا لکل ہی ہلاک کر دیئے جائیں گے۔ لیکن جو حدیث مسند احمد میں ہے حضرت ام العلاء فرماتی ہیں جنہوں نے حضورؐ سے بیعت کی تھی کہ جس وقت مہاجرین بذریعہ قرعہ اندازی انصاریوں میں تقسیم ہو رہے تھے اس وقت ہمارے حصہ میں حضرت عثمان بن مظعون آئے آپ ہمارے ہاں بیمار ہوئے اور فوت بھی ہو گئے جب ہم آپ کو کفن پہنا چکے اور حضورؐ بھی تشریف لا چکے تو میرے منہ سے نکل گیا اے ابوالسائب! اللہ تجھ پر رحم کرے میری تو تجھ پر گواہی ہے کہ اللہ تعالیٰ یقیناً تیرا اکرام ہی کرے گا۔ اس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہیں کیسے معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ یقیناً اس کا اکرام ہی کرے گا۔ میں نے کہا حضورؐ پر میرے ماں باپ فدا ہوں مجھے کچھ معلوم نہیں۔ پس آپ نے فرمایا ستوان کے پاس تو ان کے رب کی طرف کا یقین آپ پہنچا اور مجھے ان کے لئے بھلائی اور خیر کی امید ہے قسم ہے اللہ کی باوجود رسولؐ ہونے کے میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا؟ اس پر میں نے کہا اللہ کی قسم اب اس کے بعد میں کسی کی برأت نہیں کروں گی اور مجھے اس کا بڑا صدمہ ہوا لیکن میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت عثمان بن مظعونؓ کی ایک نہر بہہ رہی ہے میں نے اسے آکر حضورؐ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا یہ ان کے اعمال ہیں۔ یہ حدیث بخاری میں ہے مسلم میں نہیں اور اس کی ایک سند میں ہے میں نہیں جانتا باوجودیکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ اس کے ساتھ کیا کیا جائے گا؟ دل کو کچھ ایسی لگتی ہے کہ یہی الفاظ موقع کے لحاظ سے ٹھیک ہیں کیونکہ اس کے بعد ہی یہ جملہ ہے کہ مجھے اس بات سے بڑا صدمہ ہوا۔ الغرض یہ حدیث اور اسی کی ہم معنی اور حدیثیں دلالت ہیں اس امر پر کہ کسی معین شخص کے جنتی ہونے کا قطع کسی کو نہیں نہ کسی کو ایسی بات زبان سے کہنی چاہئے۔ بجز ان بزرگوں کے جن کا نام لے کر شارع علیہ السلام نے انہیں جنتی کہا ہے۔ جیسے عشرہ مبشرہ اور حضرت ابن سلام اور عمیرہ اور بلال اور سراقہ اور عبد اللہ بن عمرو بن حرام جو حضرت جابر کے والد ہیں اور وہ ستر قاری جو بڑے معتمد کی جنگ میں شہید کئے گئے اور زید بن حارثہ اور جعفر اور ابن رواحہ اور ان جیسے اور بزرگ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ پھر فرماتا ہے اے نبی! تم کہہ دو کہ میں تو صرف اس وحی کا مطیع ہوں جو اللہ کی جناب سے میری جانب آئے اور میں تو صرف ڈرانے والا ہوں کہ کھول کھول کر ہر شخص کو آگاہ کر رہا ہوں ہر عقلمند میرے منصب سے باخبر ہے۔ واللہ اعلم۔

قُلْ اَرَاَيْتُمْ اِنْ كَانَتْ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهِ وَشَهِدَ شَٰهِدٌ مِّنْ بَنِي اِسْرَآءِیْلَ عَلٰی مِثْلِهِ فَاَمَنْ وَاسْتَكْبَرْتُمْ
اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۰۰ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا لَوْ كَاٰنْ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَا اِلَيْهِ وَاذْ لَّمْ يَهْتَدُوْا
بِهٖ فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَا اِفْكٌ قَدِيْمٌ ۝۱۰۱

تو کہہ اگر یہ قرآن اللہ ہی کی طرف سے ہوا تو تم نے اسے نہ مانا ہوا اور بنی اسرائیل کا ایک گواہ اس کی گواہی بھی دے چکا ہوا اور وہ ایمان بھی لا چکا ہوا اور تم نے سرکشی کی ہو

بیشک اللہ تعالیٰ تم گر گروہ کو راہ نہیں دکھاتا ○ کافروں نے ایمانداروں کی نسبت کہا کہ اگر یہ دین بہتر ہوگا تو یہ لوگ اس کی طرف ہم سے سبقت کرنا نہ پاتے اور چونکہ انہوں نے اس قرآن سے ہدایت نہیں پائی تو یہ کہہ دیں گے کہ یہ قیدی جھوٹ ہے ○

تابع قرآن جستجو کے حالات: ☆ ☆ (آیت: ۱۰-۱۱) اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرماتا ہے کہ ان مشرکین کافرین سے کہو کہ اگر یہ قرآن سچ ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور پھر بھی تم اس کا انکار کر رہے ہو تو بتلاؤ تو تمہارا کیا حال ہوگا؟ وہ اللہ جس نے مجھے حق کے ساتھ تمہاری طرف یہ پاک کتاب دے کر بھیجا ہے وہ تمہیں کیسی کچھ سزا دیں گے؟ تم اس کا انکار کرتے ہو اسے جھوٹا بتلاتے ہو حالانکہ اس کی سچائی اور صحت کی شہادت وہ کتابیں بھی دے رہی ہیں جو اس سے پہلے وقتاً فوقتاً اگلے انبیاء پر نازل ہوتی رہیں اور نبی اسرائیل کے جس شخص نے اس کی سچائی کی گواہی دی اس نے حقیقت کو پہچان کر اسے مانا اور اس پر ایمان لایا۔ لیکن تم نے اس کی اتباع سے جی چرایا اور تکبر کیا۔ یہی مطلب بیان ہو گیا ہے کہ اس شاہد نے اپنے نبی پر اور اس کی کتاب پر یقین کر لیا لیکن تم نے اپنے نبی اور اپنی کتاب کے ساتھ کفر کیا۔ اللہ تعالیٰ ظالم گروہ کو ہدایت نہیں کرتا۔ شاہد کا لفظ ہم جس ہے اور یہ اپنے معنی کے لحاظ سے حضرت عبداللہ بن سلام وغیرہ سب کو شامل ہے۔ یہ یاد رہے کہ یہ آیت کی ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے سلام سے پہلے کی ہے اسی جیسی آیت یہ بھی ہے وَإِذَا يُنْفَلِي عَلَيْهِمْ قَالُوا آمَنَّا بِهِ إِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّنَا إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهِ مُسْلِمِينَ یعنی جب ان پر تلاوت کی جاتی ہے تو اقرار کرتے ہیں کہ یہ ہمارے رب کی جانب سے سراسر برحق ہے ہم تو اس سے پہلے ہی مسلمان ہیں اور فرمان ہے إِنَّ الَّذِينَ أَوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهِ الْخ یعنی جن لوگوں کو اس سے پہلے علم عطا فرمایا گیا ہے ان پر جب تلاوت کی جاتی ہے تو وہ بلا پس و پیش سجدے میں گر پڑتے ہیں اور زبان سے کہتے ہیں کہ ہمارا رب پاک ہے اس کے وعدے یقیناً سچے اور ہو کر رہنے والے ہیں۔ مسروق اور شعبی فرماتے ہیں یہاں اس آیت سے مراد حضرت عبداللہ بن سلام نہیں اس لئے کہ آیت مکہ میں اترتی ہے اور آپ مدینہ کی ہجرت کے بعد اسلام قبول کرتے ہیں۔

حضرت سعدؓ فرماتے ہیں کسی شخص کے بارے میں جو زندہ ہو اور زمین پر چل پھر رہا ہو میں نے حضور ﷺ کی زبانی اس کا جنتی ہونا نہیں سنا۔ جو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے انہی کے بارے میں آیت وَشَهِدَ شَاحِدٌ مِنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ نَازِلٌ هُوَ (صحیحین وغیرہ) حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور مجاہدؓ شاک کہ قَادُہ مکرّمہ یوسف بن عبداللہ بن سلام ہلال بن بشارؓ سدّیؓ ثوریؓ مالک بن انسؓ ابن زبیرؓ رحمہم اللہ کا قول ہے کہ اس سے مراد حضرت ابن سلام ہیں۔ یہ کفار کہا کرتے ہیں کہ اگر قرآن بہتری کی چیز ہوتی تو ہم جیسے شریف انسان جو اللہ کے مقبول بندے ہیں ان پر بھلا یہ نیچے کے درجے کے لوگ جیسے ہلالؓ عمارؓ عصبیہؓ خبابؓ اور انہی جیسے اور گرجے پڑے لوٹری غلام کیسے سبقت کر جاتے۔ پھر تو اللہ سب سے پہلے ہمیں ہی نوازتا۔ حالانکہ یہ قول بالبدایت باطل ہے اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے وَكَذَٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمُ بِبَعْضٍ لِّمَن لَّمْ يَلْحَظْ لِحُكْمِهِمْ أَسْتَغْفِرُ لَهُمْ سَبْعِينَ مِائَةً وَأَرْبَعًا شَدِيدًا وَالَّذِينَ هُم بِآيَاتِنَا كَافِرُونَ اس میں انہی پر اللہ نے اپنا احسان کیا؟ یعنی انہیں تعجب معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ کیسے ہدایت پا گئے؟ اگر یہ چیز بھلی ہوتی تو ہم اس کی طرف لپک کر جاتے۔ پس یہ خیال ان کا تو خام تھا لیکن اتنی بات یقینی ہے کہ نیک سمجھ والے سلامت روی والے ہمیشہ بھلائی کی طرف سبقت کرتے ہیں۔ اسی لئے اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ جو قول فعل صحابہ رسولؐ سے ثابت نہ ہو وہ بدعت ہے اس لئے کہ اگر انہیں بہتری ہوتی تو وہ پاک جماعت جو کسی چیز میں پیچھے رہنے والی نہ تھی وہ اسے ترک نہ کرتی۔ چونکہ اپنی بد نصیبی کے باعث یہ گروہ قرآن پر ایمان نہیں لایا اس لئے یہ اپنی خفالت دفع کرنے کو امر آن کی اہانت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ تو پرانے لوگوں کی پرانی غلط باتیں ہیں یہ کہہ کر وہ قرآن اور قرآن والوں کو طعن دیتے ہیں یعنی وہ تکبر ہے جس کی بابت حدیث میں ہے کہ تکبر نام ہے حق کو بنا دینے اور لوگوں کو حقیر سمجھنے کا۔

وَمِنْ قَبْلِهِ كَتَبَ مُوسَىٰ إِمَامًا وَرَحْمَةً ۖ وَهَذَا كِتَابٌ مُّصَدِّقٌ
 لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّنَذِيرٍ ۚ الَّذِينَ ظَلَمُوا ۖ وَبُشْرَىٰ لِلْمُحْسِنِينَ ۝
 إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ
 عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ
 خَالِدِينَ فِيهَا ۖ جَزَاءٌ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب پیش اور رحمت تھی اور یہ کتاب ہے سچا کرنے والی عربی زبان میں تاکہ تم کروں کوڑا دے اور نیک کاروں کو بشارت ہو ○ جب تک لوگوں نے کہا کہ ہمارا پالنے والا اللہ ہے پھر اسی پر رہے تو ان پر نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ غمگین ہوں گے ○ یہ تو اہل جنت ہیں جو سدا ای میں رہیں گے ان اعمال کے بدلے جو کیا کرتے تھے ○

(آیت: ۱۴۰-۱۴۱) پھر اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے اس سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل شدہ کتاب تورات امام و رحمت تھی اور یہ کتاب یعنی قرآن مجید اپنے سے پہلے کی تمام کتابوں کو منزل من اللہ اور سچی کتابیں مانتا ہے۔ عربی فصیح اور بلیغ زبان میں نہایت واضح کتاب ہے۔ اس میں کفار کے لئے ڈراوا ہے اور ایمانداروں کے لئے بشارت ہے۔ اس کے بعد کی آیت کی پوری تفسیر سورہ صم السجدہ میں گذر چکی ہے۔ ان پر خوف نہ ہوگا۔ یعنی آئندہ اور یہ غم نہ کھائیں گے یعنی چھوڑی ہوئی چیزوں کا۔ یہ ہمیشہ جنت میں رہنے والے جنتی ہیں ان کا کیزہ اعمال تھے ہی ایسے کہ رحمت رحیم کرم کریم کی بدلیاں ان پر جموں جموں کرموسلا دھار بارش برسائیں۔ واللہ اعلم۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا ۖ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا
 وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۖ وَحَمَلُهُ وَفِصْلُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا ۚ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ
 أَشَدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ
 نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ
 صَالِحًا تَرْضَاهُ ۖ وَأَصْلَحَ لِي فِي ذُرِّيَّتِي ۖ إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ
 وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝

اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اس کی ماں نے اسے تکلیف پھیل کر پیٹ میں رکھا اور تکلیف برداشت کر کے اسے جنماں اس کے حمل کا اور اس کے دودھ چھڑانے کا زمانہ تیس مہینے کا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ اپنی کمال قوت زمانہ کو چالیس سال کی عمر کو پہنچا تو کہنے لگا ہے میرے پروردگار! مجھے توفیق دے کہ میں تیری اسی نعمت کا شکر بجالاؤں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر انعام کی ہے اور یہ کہ میں ایسے نیک عمل کروں جن سے تو خوش ہو جائے اور تو میری اولاد میں بھی صلاحیت پیدا کر۔ میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں ○

والدین سے بہترین سلوک کرو: ☆ ☆ (آیت: ۱۵) اس سے پہلے چونکہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا اور اس کی عبادت کے اخلاص کا اور اس پر استقامت کرنے کا حکم ہوا تھا اس لئے یہاں ماں باپ کے حقوق کی بجا آوری کا حکم ہو رہا ہے۔ اسی مضمون کی اور بہت سی آیتیں قرآن پاک

میں موجود ہیں جیسے فرمایا وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِأَلْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا یعنی تیرا رب یہ فیصلہ کر چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو۔ ایک اور آیت میں ہے إِنَّ أَشْكُرَ لِي وَلَوْلَا ذَلِكَ لَكُنَّ مِنَ الْمُنْصَرِفِينَ میرا شکر کر اور اپنے والدین کا کوشاؤ تیری ہی طرف ہے۔ اور بھی اس مضمون کی بہت سی آیتیں ہیں۔ پس یہاں ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے انسان کو حکم کیا ہے کہ ماں باپ کے ساتھ احسان کرو ان سے بتواضع پیش آؤ۔

ابوداؤد طیالسی میں حدیث ہے کہ حضرت سعد بنی تیرا رب نے آپ سے کہا کہ کیا ماں باپ کی اطاعت کا حکم اللہ نہیں؟ سن میں نہ کھانا کھاؤں گی نہ پانی پیوں گی جب تک کہ تو اللہ کے ساتھ کفر نہ کر لے۔ حضرت سعدؓ کے انکار پر اس نے یہی کیا کہ کھانا پینا چھوڑ دیا یہاں تک کہ لکڑی سے اس کا منہ کھول کر جبراً پانی وغیرہ چھوادیے اس پر یہ آیت اتری۔ یہ حدیث مسلم شریف وغیرہ میں بھی ہے ماں نے حالت حمل میں کیسی کچھ تکلیفیں برداشت کی ہیں؟ اسی طرح بچہ ہونے کے وقت کیسی کیسی مصیبتوں کا وہ شکار بنی ہے؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس آیت سے اور اس کے ساتھ سورۃ لقمان کی آیت وَفَضَّلَهُ فِي عَمَلَيْنِ اور اللہ عزوجل کا فرمان وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُنْفِخَ الرُّضَاعَةَ یعنی مائیں اپنے بچوں کو دو سال کامل دودھ پلائیں ان کے لئے جو دودھ پلانے کی مدت پوری کرنا چاہا پس ملا کر استدلال کیا ہے کہ حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے۔ یہ استدلال بہت قوی اور بالکل صحیح ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام کی جماعت نے بھی اسی کی تائید کی ہے۔ حضرت معمر بن عبد اللہ جعفیؓ فرماتے ہیں کہ ہمارے قبیلے کے ایک شخص نے جہیہ کی ایک عورت سے نکاح کیا چھ مہینے پورے ہوتے ہی اسے بچہ تولد ہوا۔ اس کے خاوند نے حضرت عثمانؓ سے ذکر کیا آپ نے اس عورت کے پاس آدمی بھیجا وہ تیار ہو کر آئے لگی تو ان کی بہن نے گریہ و زاری شروع کر دی اس بیوی صاحبہ نے اپنی بہن کو تسکین دی اور فرمایا کیوں روتی ہو واللہ کی قسم حقوق اللہ میں سے کسی سے میں نہیں ملیں میں نے کبھی کوئی برافضل نہیں کیا تو دیکھو کہ اللہ کا فیصلہ میرے بارے میں کیا ہوتا ہے۔ جب حضرت عثمانؓ کے پاس یہ آئیں تو آپ نے انہیں رجم کرنے کا حکم دیا۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے خلیفہ المسلمین سے دریافت کیا کہ یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ اس عورت کو نکاح کے چھ مہینے کے بعد بچہ ہوا ہے جو ناممکن ہے۔ یہ سن کر علی مرتضیٰؓ نے فرمایا کیا آپ نے قرآن نہیں پڑھا؟ فرمایا ہاں پڑھا ہے فرمایا کیا یہ آیت نہیں پڑھی وَحَمَلُهُ وَفَضَّلَهُ نَثْوَنَ شَهْرًا اور ساتھ ہی یہ آیت بھی حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ پس مدت حمل اور مدت دودھ پلانے دونوں کے مل کر تیس مہینے اور اس میں سے جب دودھ پلانے کی کل مدت دو سال کے چوبیس مہینے وضع کر دیئے جائیں تو باقی چھ مہینے رہ جاتے ہیں تو قرآن کریم سے معلوم ہوا کہ حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ ہے اور اس بیوی صاحبہ کو بھی اتنی ہی مدت میں بچہ ہوا پھر اس پر زنا کا الزام کیسے قائم کر رہے ہو؟ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا واللہ! یہ بات بہت ٹھیک ہے افسوس میرا خیال اس طرف نہیں گیا جاؤ اس عورت کو لے آؤ۔ پس لوگوں نے اس عورت کو اس حال پر پایا کہ اس سے فراغت حاصل ہو چکی تھی۔ حضرت معمرؓ فرماتے ہیں واللہ ایک کوادوسرے کو لے کر اور ایک انڈا دوسرے انڈے سے بھی استامشا نہیں ہوتا جتنا اس عورت کا یہ بچہ اپنے باپ سے مشابہ تھا خود اس کے والد نے بھی اسے دیکھ کر کہا اللہ کی قسم اس بچے کے بارے میں مجھے اب کوئی شک نہیں رہا اور اسے اللہ تعالیٰ نے ایک ماہ کے ساتھ جلا کیا جو اس کے چہرے پر تھا وہی اسے گلہا تا رہا یہاں تک کہ وہ مر گیا (ابن ابی حاتم)

یہ روایت دوسری سند سے فَاَنَّا اَوَّلُ الْعَابِدِينَ کی تفسیر میں ہم نے وارد کی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب کسی عورت کو نو مہینے میں بچہ ہو تو اس کی دودھ پلانے کی مدت اکیس ماہ کافی ہیں اور جب سات مہینے میں ہو تو مدت رضاء تیس ماہ اور

جب چھ ماہ میں بچہ ہو جائے تو مدت رضاعت دو سال کامل اس لئے کہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے کہ حمل اور دودھ چھڑانے کی مدت تیس مہینے ہے۔ جب وہ اپنی پوری قوت کے زمانے کو پہنچا یعنی قوی ہو گیا، جوانی کی عمر میں پہنچ گیا، مردوں کی گنتی میں آیا اور چالیس سال کا ہوا، عقل پوری آئی، فہم کمال کو پہنچا، حلم اور بردباری آگئی۔ یہ کہا جاتا ہے کہ چالیس سال کی عمر میں جو حالت اس کی ہوتی ہے عموماً پھر باقی عمر وہی حالت رہتی ہے۔ حضرت مسروق سے پوچھا گیا کہ انسان کب اپنے گناہوں پر پکڑا جاتا ہے؟ تو فرمایا جب تو چالیس سال کا ہو جائے تو اپنے بچاؤ مہیا کر لے۔ ابویعلیٰ موصلی میں ہے حضورؐ فرماتے ہیں جب مسلمان بندہ چالیس سال کا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے حساب میں تخفیف کر دیتا ہے اور جب ساٹھ سال کا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنی طرف جھکنا نصیب فرماتا ہے اور جب ستر سال کی عمر کا ہو جاتا ہے تو آسمان والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور جب اسی سال کا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی نیکیاں ثابت رکھتا ہے اور اس کی برائیاں مٹا دیتا ہے اور جب نوے سال کا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف فرماتا ہے اور اس کے گھرانے کے آدمیوں کے بارے میں اسے شفاعت کرنے والا بناتا ہے اور آسمانوں میں لکھ دیا جاتا ہے کہ یہ اللہ کی زمین میں اس کا قیدی ہے۔ یہ حدیث دوسری سند سے مسند احمد میں بھی ہے بنو امیہ کو دمشق گورنر حجاج بن عبداللہ طلمی فرماتے ہیں کہ چالیس سال کی عمر میں تو میں نے نافرمانیوں اور گناہوں کو لوگوں کی شرم و حیا سے چھوڑا تھا اس کے بعد گناہوں کے چھوڑنے کا باعث خود ذات خداوندی سے حیا تھی۔ عرب شاعر کہتا ہے بچپن میں نا بھگی کی حالت میں تو جو کچھ ہو گیا ہو گیا لیکن جس وقت بڑھاپے نے منہ دکھایا تو سر کی سفیدی نے خود ہی برائیوں سے کہہ دیا کہ اب تم کوچ کر جاؤ۔ پھر اس کی دعا کا بیان ہو رہا ہے کہ اس نے کہا میرے پروردگار میرے دل میں ڈال کہ میں تیری نعمت کا شکر کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر انعام فرمائی اور میں وہ اعمال کروں جن سے تو مستقبل میں خوش ہو جائے اور میری اولاد میں میرے لئے اصلاح کر دے یعنی میری نسل اور میرے بچے والوں میں۔ میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میرا اقرار ہے کہ میں فرمانبرداروں میں ہوں۔ اس میں ارشاد ہے کہ چالیس سال کی عمر کو پہنچ کر انسان کو پختہ دل سے اللہ کی طرف توبہ کرنی چاہئے اور نئے سرے سے اللہ کی طرف رجوع و رغبت کر کے اس پر جم جانا چاہئے۔

ابوداؤد میں ہے کہ صحابہ کو حضور انبیاء میں پڑھنے کے لئے اس دعا کی تعلیم کیا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ اَلْفَ بَيْنَ قُلُوْبِنَا وَاصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِنَا وَاهْدِنَا سُبُلَ السَّلَامِ وَنَجِّنَا مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ وَجَنِّبْنَا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَبَارِكْ لَنَا فِيْ اَسْمَاعِنَا وَابْصَارِنَا وَقُلُوْبِنَا وَارْزُقْنَا وَذُرِّيَّتَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ وَاجْعَلْنَا شَاكِرِيْنَ لِنِعْمَتِكَ مُتَمِّنِيْنَ بِهَا عَلِيْكَ قَابِلِيْهَا وَاتِمِّمْهَا عَلَيْنَا عَمِّي "اے اللہ! ہمارے دلوں میں الفت ڈال اور ہمارے آپس میں اصلاح کر دے اور ہمیں سلامتی کی راہیں دکھا اور ہمیں اندھیروں سے بچا کر نور کی طرف نجات دے اور ہمیں ہر برائی سے بچالے خواہ وہ ظاہر ہو خواہ چھپی ہوئی ہو اور ہمیں ہمارے کانوں میں اور آنکھوں میں اور دلوں میں اور بیوی بچوں میں برکت دے اور ہم پر رجوع فرما، یقیناً تو رجوع فرمانے والا مہربان ہے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی نعمتوں کا شکر گزار اور ان کے باعث اپنا ثنا خواں اور نعمتوں کا اقراری بنا اور اپنی بھرپور نعمتیں ہمیں عطا فرما۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ تَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَتَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّئَاتِهِمْ فِيْ اَصْحَابِ الْجَنَّةِ وَعَدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوعَدُوْنَ

یہ وہ لوگ ہیں جن کے نیک اعمال تو ہم قبول فرما لیتے ہیں اور جن کے بد اعمال سے ہم درگزر کر لیتے ہیں یعنی لوگوں میں ہیں مطابق اس سچے وعدے کے جو ان سے

کیا جاتا تھا

(آیت: ۱۶) پھر فرماتا ہے یہ جن کا بیان گذرا جو اللہ کی طرف توبہ کرنے والے اس کی جناب میں جھکنے والے اور جو نیکیاں چھوٹ جائیں انہیں کثرت استغفار سے پالنے والے ہی وہ ہیں جن کی اکثر لغزشیں ہم معاف فرمادیتے ہیں اور ان کے تھوڑے نیک اعمال کے بدلے ہم انہیں جنتی بنادیتے ہیں ان کا یہی حکم ہے۔ جیسے کہ وعدہ کیا اور فرمایا یہ وہ بچا وعدہ ہے جو ان سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ ابن جریر میں ہے حضور بروایت روح الامین علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں انسان کی نیکیاں اور بدیاں لائی جائیں گی اور ایک کو ایک کے بدلے میں کیا جائے گا پس اگر ایک نیکی بھی بچ رہی تو اللہ تعالیٰ اسی کے عوض اسے جنت میں پہنچا دے گا۔ راوی حدیث نے اپنے استاد سے پوچھا اگر تمام نیکیاں ہی برائیوں کے بدلے میں چلی جائیں تو؟ آپ نے فرمایا ان کی برائیوں سے اللہ رب العزت تجاوز فرمالیتا ہے۔

دوسری سند میں یہ بفرمان اللہ عزوجل مروی ہے۔ یہ حدیث غریب ہے اور اس کی سند بہت پختہ ہے۔ حضرت یوسف بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اہل بصرہ پر غالب آ گئے اس وقت میرے ہاں حضرت محمد بن حاطب رحمۃ اللہ علیہ آئے۔ ایک دن مجھ سے فرمانے لگے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تھا اور اس وقت حضرت عمارؓ حضرت صعیبہؓ حضرت اشترؓ حضرت محمد بن ابوبکرؓ بھی تھے۔ بعض لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ذکر نکالا اور کچھ گستاخی کی حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وقت تخت پر بیٹھے ہوئے تھے ہاتھ میں چھری تھی حاضرین مجلس میں سے کسی نے کہا کہ آپ کے سامنے تو آپ کی اس بحث کا صحیح حاکمہ کرنے والے موجود ہی ہیں۔ چنانچہ سب لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا اس پر آپ نے فرمایا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جن کے بارے میں ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں **أُولَٰئِكَ الَّذِينَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ** الخ قسم اللہ کی یہ لوگ جن کا ذکر اس آیت میں ہے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور ان کے ساتھی تین مرتبہ بھی فرمایا۔ راوی یوسف کہتے ہیں میں نے محمد بن حاطب سے پوچھا کب تو تمہیں اللہ کی قسم تم نے خود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی یہ سنا ہے؟ فرمایا ہاں قسم اللہ کی میں نے خود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ سنا ہے۔

وَالَّذِي قَالَ لَوْلَا دِيهِ أَفٍّ لَّكُمْ أَتَعِدُنِي أَنْ أَخْرَجَ وَقَدْ خَلَّتِ
الْفُرُوزُ مِنْ قَبْلِي وَهُمَا يَسْتَغِيثُنِ اللَّهُ وَبَيْتِكَ مِنْ ثَارٍ
وَعَدَ اللَّهُ حَقًّا فَيَقُولُ مَا هَذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿١٧﴾
أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ
قَبْلِهِم مِّنَ الْجِنِّ وَالإِنسِ إِنَّهُمْ كَانُوا خَاسِرِينَ ﴿١٨﴾

جس نے اپنے ماں باپ سے کہا کہ تم سے تو میں شک آ گیا کیا تم مجھ سے یہی کہتے ہو گے کہ میں مرنے کے بعد پھر زندہ کیا جاؤں گا یا جو دیکھ مجھ سے پہلے بھی قرون گذر چکے ہیں وہ دونوں جناب باری میں فریاد کرتے ہیں اور کہتے ہیں تجھے خرابی ہو تو ایماندار بن جا چیک اللہ کا وعدہ حق ہے وہ جواب دیتا ہے کہ یہ تو صرف اگلوں کے افسانے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کے عذاب کا وعدہ صادق آ گیا انھیں ان جنات اور انسانوں کے گروہ کے جو ان سے پہلے گذر چکے ہیں

اس دنیا کے طالب آخرت میں محروم ہوں گے: ☆ ☆ (آیت: ۱۷-۱۸) چونکہ اوپر ان لوگوں کا حال بیان ہوا تھا جو اپنے ماں باپ کے حق میں نیک دعائیں کرتے ہیں اور ان کی خدمت میں کرتے رہتے ہیں اور ساتھ ہی ان کے اخروی درجات کا اور وہاں نجات پانے اور اپنے

رب کی نعمتوں سے مالا مال ہونے کا ذکر ہوا تھا۔ اس لئے اس کے بعد ان بد بختوں کا بیان ہو رہا ہے جو اپنے ماں باپ کے نافرمان ہیں انہیں باتیں سناتے ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبدالرحمن کے حق میں نازل ہوئی ہے جیسے کہ عوفی بروایت ابن عباس بیان کرتے ہیں جس کی صحت میں بھی کلام ہے اور جو قول نہایت کمزور ہے اس لئے کہ حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر تو مسلمان ہو گئے تھے اور بہت اچھے اسلام والوں میں سے تھے بلکہ اپنے زمانے کے بہترین لوگوں میں سے تھے بعض اور مفسرین کا بھی یہ قول ہے لیکن ٹھیک یہی ہے کہ یہ آیت عام ہے۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ مروان نے اپنے خطبہ میں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے امیر المومنین کو یزید کے بارے میں ایک اچھی رائے سمجھائی ہے اگر وہ انہیں اپنے بعد بطور خلیفہ کے نامزد کر جائیں تو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے بھی تو اپنے بعد خلیفہ مقرر کیا ہے۔ اس پر حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بول اٹھے کہ کیا ہر قل کے دستور پر اور نصرانیوں کے قانون پر عمل کرنا چاہتے ہو؟ قسم ہے اللہ کی نہ تو خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے اپنی اولاد میں سے کسی کو خلافت کے لئے منتخب کیا نہ اپنے کنبہ قبیلہ والوں سے کسی کو نامزد کیا اور معاویہؓ نے جو اسے کیا وہ صرف ان کی عزت افزائی اور ان کے بچوں پر رحم کھا کر کیا۔ یہ سن کر مروان کہنے لگا کیا تو وہی نہیں جس نے اپنے والدین کو اف کیا تھا؟ تو عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیا تو ایک ملعون شخص کی اولاد میں سے نہیں؟ تیرے باپ پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت کی تھی۔ حضرت صدیقؓ نے یہ سن کر مروان سے کہا تو نے حضرت عبدالرحمن سے جو کہا وہ بالکل جھوٹ ہے وہ آیت ان کے بارے میں نہیں بلکہ وہ فلاں بن فلاں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ پھر مروان جلدی ہی منبر سے اتر کر آپ کے حجرے کے دروازے پر آیا اور کچھ باتیں کر کے لوٹ گیا۔

بخاری میں یہ حدیث دوسری سند سے اور الفاظ کے ساتھ ہے اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی طرف سے مروان حجاز کا امیر بنایا گیا تھا اس میں یہ بھی ہے کہ مروان نے حضرت عبدالرحمن کو گرفتار کر لینے کا حکم اپنے سپاہیوں کو دیا لیکن یہ دوڑ کر اپنی ہمشیرہ صلیبہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے میں چلے گئے اس وجہ سے انہیں کوئی پکڑ نہ سکا اور اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت صدیق کبریٰ نے پردہ میں سے فرمایا کہ ہمارے بارے میں مجز میری پاک دامنی کی آیتوں کے اور کوئی آیت نہیں اتری نساکی کی روایت میں ہے کہ اس خطبے سے مقصود یزید کی طرف سے بیعت حاصل کرنا تھا حضرت عائشہ کے فرمان میں یہ بھی ہے کہ مروان اپنے قول میں جھوٹا ہے جس کے بارے میں یہ آیت اتری ہے مجھے بخوبی اس کا نام معلوم ہے لیکن میں اس وقت اسے ظاہر کرنا نہیں چاہتی لیکن ہاں رسول اللہ ﷺ نے مروان کے باپ کو ملعون کہا ہے اور مروان اس کی پشت میں تھا پس یہ اس خدا کی لعنت کا بقیہ ہے۔ یہ جہاں اپنے ماں باپ کی بے ادبی کرتا ہے وہاں خدائے تعالیٰ کی بے ادبی سے بھی نہیں چوکتا مرنے کے بعد کی زندگی کو بھٹاتا ہے اور اپنے ماں باپ سے کہتا ہے کہ تم مجھے اس دوسری زندگی سے کیا راتے ہو مجھ سے پہلے سے نکلو زما نے گزر گئے لاکھوں کروڑوں انسان مرے میں سے تو کسی کو دوبارہ زندہ ہوتے نہیں دیکھا ان میں سے ایک بھی تو لوٹ کر خبر دینے نہیں آیا۔ ماں باپ بھجراے اس سے تنگ آ کر جناب باری سے اس کی ہدایت چاہتے ہیں اس بارگاہ میں اپنی فریاد پہنچاتے ہیں اور پھر اس سے کہتے ہیں کہ بد نصیب ابھی کچھ نہیں بگڑا اب بھی مسلمان بن جا لیکن یہ مغرور پھر جواب دیتا ہے کہ جسے تم ماننے کو کہتے ہو میں تو اسے ایک دیرینہ قصہ سے زیادہ وقعت کی نظر سے نہیں دیکھ سکتا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگ اپنے جیسے گزشتہ جنات اور انسانوں کے زمرے میں داخل ہو گئے جنہوں نے خود اپنا نقصان بھی کیا اور اپنے والوں کو بھی برباد کیا۔

اللہ تعالیٰ کے فرمان میں یہاں لفظ اولئک سے پہلے لفظ والذین ہے اس سے بھی ہماری تفسیر کی پوری تائید ہوتی ہے کہ مروان اس سے عام ہے جو بھی ایسا ہو یعنی ماں باپ کا بے ادب اور قیامت کا منکر اس کے لئے یہی حکم ہے چنانچہ حضرت حسن اور حضرت قتادہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد کافر فاجر ماں باپ کا نافرمان اور مرکبی اٹھنے کا منکر ہے۔ ابن عساکر کی ایک غریب حدیث میں ہے کہ

چار شخصوں پر اللہ عزوجل نے اپنے عرش پر سے لعنت کی ہے اور اس پر فرشتوں نے آمین کہی ہے جو کسی مسکین کو بہکائے کہے کہ آؤ تجھے کچھ دوں گا اور جب وہ آئے تو کہہ دے کہ میرے پاس تو کچھ نہیں اور جو ماعون سے کہے سب حاضر ہے حالانکہ اس کے آگے کچھ نہ ہو۔ اور وہ لوگ جو کسی کو اس کے اس سوال کے جواب میں کہ فلاں کامکان کون سا ہے؟ کسی دوسرے کامکان بتا دیں اور وہ جو اپنے ماں باپ کو مارے یہاں تک کہ وہ تنگ آ جائیں اور چیخ پکار کرنے لگیں۔

وَلِكُلِّ دَرَجَتٍ مِّمَّا عَمِلُوا وَلِيُوقِيَهُمْ أَعْمَالُهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٥٠﴾ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ أَذْهَبَتْكُمْ طَبِيبَتُكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُونَ ﴿٥١﴾

جو یقیناً نقصان پانتے تھے۔ اور ہر ایک کو اپنے اعمال کے مطابق درجے ملیں گے تاکہ انہیں ان کے اعمال کے پورے بدلے دے اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا ○ اور جس دن کفار جہنم کے سرے پر لائے جائیں گے (کہا جائے گا) تم نے اپنی نیکیاں دنیا کی زندگی میں ہی بر باد کر دیں اور ان سے فائدہ اٹھا چکے ہیں آج تمہیں ذلت کے عذابوں کی سزا دی جائے گی اسی باعث کہ تم زمین میں ناحق تکبر کیا کرتے تھے اور اس باعث بھی کہ تم حکم عدولی کیا کرتے تھے ○

(آیت ۱۹-۲۰) پھر فرماتا ہے ہر ایک کے لئے اس کی برائی کے مطابق سزا ہے اللہ تعالیٰ ایک ذرے کے برابر بلکہ اس سے بھی کم کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ حضرت عبدالرحمن فرماتے ہیں جہنم کے درجے نیچے ہیں اور جنت کے درجے اونچے ہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ جب جہنمی جہنم پر لا کھڑے کئے جائیں گے انہیں بطور ڈانٹ ڈپٹ کے کہا جائے گا کہ تم اپنی نیکیاں دنیا میں ہی وصول کر چکے ان سے فائدہ وہیں اٹھا لیا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت زیادہ مرغوب اور لطیف غذا سے اسی آیت کو پیش نظر رکھ کر بھتاب کر لیا تھا اور فرماتے تھے مجھے خوف ہے کہیں میں ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤں جنہیں اللہ تعالیٰ ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ فرمائے گا۔ حضرت ابو جعفر فرماتے ہیں کہ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو دنیا میں کی ہوئی اپنی نیکیاں قیامت کے دن گم پائیں گے اور ان سے یہی کہا جائے گا۔ پھر فرماتا ہے آج انہیں ذلت کے عذابوں کی سزا دی جائے گی ان کے تکبر اور ان کے فسق کی وجہ سے۔ جیسا عمل ویسا ہی بدلہ ملا۔ دنیا میں یہ ناز و نفعت سے اپنی جانوں کو پالنے والے اور نخوت و بڑائی سے اتباع حق کو چھوڑنے والے اور برائیوں اور نافرمانیوں میں ہمدتن مشغول رہنے والے تھے تو آج قیامت کے دن انہیں اہانت اور رسوائی والے عذاب اور سخت دردناک سزائیں اور ہائے وائے اور افسوس و حسرت کے ساتھ جہنم کے نیچے کے طبقوں میں جگہ ملے گی۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہمیں ان سب باتوں سے محفوظ رکھے۔

وَإِذْ كُرِّهَآ عَادٍ إِذْ أَنْذَرْتُ قَوْمَهُ بِالْأَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿٥٢﴾

عادوں کے بھائی کو یاد کر دو جبکہ اس نے اپنی قوم کو احقاف میں ڈرایا اور یقیناً اس سے پہلے بھی ڈرانے والے نذیر چکے ہیں اور اس کے بعد بھی یہ کہ تم سوائے اللہ تعالیٰ

کے کسی اور کی عبادت نہ کر ڈینگے میں تو تم پر بڑے دن کے عذاب سے خوف کھانا ہو

قوم عاد کی تباہی کے اسباب: ☆ ☆ (آیت: ۲۱) جناب رسول اللہ ﷺ کی تسلی کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر آپ کی قوم آپ کو جھٹلائے تو آپ اگلے انبیاء کے واقعات یاد کر لیجئے کہ ان کی قوم نے بھی ان کی تکذیب کی عادیوں کے بھائی سے مراد حضرت ہود پیغمبر ہیں علیہ السلام والصلوۃ۔ انہیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے عاد اولیٰ کی طرف بھیجا تھا جو احقاف میں رہتے تھے احقاف جمع ہے ہفت کی اور ہفت کہتے ہیں ریت کے پہاڑ کو۔ مطلق پہاڑ اور غار اور خضر موت کی وادی جس کا نام برہوت ہے جہاں کفار کی رو میں ڈالی جاتی ہیں یہ مطلب بھی احقاف کا بیان کیا گیا ہے۔ قنادہ کا قول ہے کہ یمن میں سمندر کے کنارے ریت کے ٹیلوں میں ایک جگہ تھی جس کا نام شہر تھا یہاں یہ لوگ آباد تھے امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے باب باندھا ہے کہ جب دعائے گنگے تو اپنے نفس سے شروع کرے اس میں ایک حدیث لائے ہیں کہ حضور نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہم پر اور عاد یوں کے بھائی پر رحم کرے۔ پھر فرماتا ہے کہ اللہ عزوجل نے ان کے ارد گرد کے شہروں میں بھی اپنے رسول مبعوث فرمائے تھے۔ جیسے اور آیت میں ہے فَجَعَلْنَاهَا نَكَالًا لِّمَآبِئِنَّ يَدْعُهَا وَمَا خَلْفَهَا اور جیسے اللہ جل و علا کا فرمان ہے فَإِنْ أَعْرَضُوا فَقُلْ أَنْذَرْتُكُمْ ضِعْفًا

قَالُوا اجْتَنَّا لِمَا فَعَلْنَا عَنْ الْهِمَّتِ قَاتِنَا بِمَا تَعَدُّنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۝ قَالَ إِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللَّهِ وَأُبَلِّغُكُمْ مَّا أُرْسِلْتُ بِهِ وَلَكِنِّي أَرَكُمُ قَوْمًا تَجْهَلُونَ ۝

قوم نے جواب دیا کیا آپ ہمارے پاس اس لئے آئے ہیں کہ ہمیں اپنے معبودوں کی پرستش سے باز رکھیں؟ پس اگر آپ سچے ہیں تو جن عذابوں کا آپ ہم سے وعدہ کرتے ہیں انہیں ہم پر لا ڈالو ۝ حضرت ہوئے نے کہا (اس کا) علم تو اللہ ہی کے پاس ہے میں تو جو پیغام دے کر بھیجا گیا تھا وہ تمہیں پہنچا رہا ہوں لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم نادانی کر رہے ہو ۝

(آیت: ۲۲-۲۳) پھر فرماتا ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم موحد بن جاؤ ورنہ تمہیں اس بڑے بھاری دن میں عذاب ہوگا۔ جس پر قوم نے کہا کیا تو ہمیں ہمارے معبودوں سے روک رہا ہے؟ جا جس عذاب سے تو ہمیں ڈرا رہا ہے وہ لے آ۔ یہ تو اپنے ذہن میں اسے محال جانتے تھے تو جرأت کر کے جلد طلب کیا۔ جیسے کہ اور آیت میں ہے يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِهَا یعنی ایمان نہ لانے والے ہمارے عذابوں کے جلد آنے کی خواہش کرتے ہیں۔ اس کے جواب میں ان کے پیغمبر نے کہا کہ اللہ ہی کو بہتر علم ہے اگر وہ تمہیں اسی لائق جانے کا تو تم پر عذاب بھیج دے گا میرا منصب تو صرف اتنا ہی ہے کہ میں اپنے رب کی رسالت تمہیں پہنچا دوں۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ تم بالکل بے عقل اور بے وقوف لوگ ہو۔ اب عذاب الہی آ گیا انہوں نے دیکھا کہ ایک کالا ایران کی طرف بڑھتا چلا آ رہا ہے چونکہ خشک سالی تھی گرمی سخت تھی یہ خوشیاں منانے لگے کہ اچھا ہوا ابر چڑھا ہے اور اسی طرف رخ ہے اب بارش برے گی۔ دراصل ابر کی صورت میں یہ وہ قہر الہی تھا جس کے آنے کی وہ جلدی پھا رہے تھے اس میں وہ عذاب تھا جسے حضرت ہوئے سے یہ طلب کر رہے تھے۔ وہ عذاب ان کی بستیوں کی تمام ان چیزوں کو بھیجنے کی برادری ہونے والی تھی جس نہیں کرتا ہوا یا اور اسی کا اسے حکم ملا تھا۔ جیسے اور آیت میں ہے مَا نَذَرُ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا جَعَلْنَاهُ سَاءَ لِرَمِيمٍ یعنی جس چیز پر وہ گذر جاتی تھی اسے چورا چورا کر دیتی تھی۔ پس سب کے سب ہلاک و تباہ ہو گئے ایک بھی بچ نہ سکا۔ پھر فرماتا ہے ہم اسی طرح ان کا فیصلہ کرتے ہیں جو ہمارے رسولوں کو جھٹلا کر انہیں ہمارے احکام کی

خلاف ورزی کریں۔ ایک بہت ہی غریب حدیث میں ان کا جو قصہ آیا ہے وہ بھی سن لیجئے۔ حضرت حارث بکری کہتے ہیں میں علاء بن حفصہ کی شکایت لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جا رہا تھا۔

ربذہ میں مجھے بنو قحیم کی ایک بڑھیا ملی جس کے پاس سواری وغیرہ نہ تھی مجھ سے کہنے لگی اے اللہ کے بندے! میرا ایک کام اللہ کے پیغمبر سے ہے کیا تو مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دے گا؟ میں نے اقرار کیا اور انہیں اپنی سواری پر بٹھالیا اور مدینہ شریف پہنچا۔ میں نے دیکھا کہ مسجد شریف لوگوں سے کچھا کچھ بھری ہوئی ہے سیاہ رنگ جھنڈا لہرا رہا ہے اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلوار لٹکانے حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہیں۔ میں نے دریافت کیا کہ کیا بات ہے؟ تو لوگوں نے مجھ سے کہا حضور عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کسی طرف بھیجنا چاہتے ہیں۔ میں ایک طرف بیٹھ گیا جب آنحضرت اپنی منزل یا اپنے خیمے میں تشریف لے گئے تو میں بھی گیا، اجازت طلب کی اور اجازت ملنے پر آپ کی خدمت میں بار یا ب ہو۔ اسلام علیک کی تو آپ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے اور بنو قحیم کے درمیان کچھ رنجش تھی؟ میں نے کہا ہاں اور ہم ان پر غالب رہے تھے اور اب میرے اس سفر میں بنو قحیم کی ایک نادار بڑھیا راستے میں مجھے ملی اور یہ خواہش ظاہر کی کہ میں اسے اپنے ساتھ آپ کی خدمت میں پہنچاؤں چنانچہ میں اسے اپنے ساتھ لایا ہوں اور وہ دروازہ پر منتظر ہے۔ آپ نے فرمایا اسے بھی اندر بلاؤ چنانچہ وہ آگئیں میں نے کہا یا رسول اللہ! اگر آپ ہم میں اور بنو قحیم میں کوئی روک کر سکتے ہیں تو اسے کر دیجئے، اس پر بڑھیا کو محبت لاحق ہوئی اور وہ بھرائی ہوئی آواز میں بول اٹھی کہ پھر یا رسول اللہ! آپ کا منظر کہاں قرار کرے گا؟ میں نے کہا سبحان اللہ میری تو وہی مثل ہوئی کہ اپنے پاؤں میں آپ کلباڑی ماری مجھے کیا خبر تھی کہ یہ میری ہی دشمنی کرے گی؟ ورنہ میں اسے لاتا ہی کیوں؟ اللہ کی پناہ واللہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں بھی مثل عادیوں کے قاصد کے ہو جاؤں۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ عادیوں کے قاصد کا واقعہ کیا ہے؟ باوجودیکہ حضور اس واقعہ سے بہ نسبت میرے بہت زیادہ واقف تھے لیکن آپ کے فرمان پر میں نے وہ قصہ بیان کیا کہ عادیوں کی بستیوں میں جب سخت قحط پڑتی ہوئی تو انہوں نے اپنا ایک قاصد قبل نامی روانہ کیا یہ راستے میں معاویہ بن بکر کے ہاں آ کر ٹھہرا اور شراب پینے اور اس کی دونوں کینروں کا گانا سننے میں جن کا نام جرادہ تھا اس قدر مشغول ہوا کہ مہینہ بھر تک یہیں پر رہا، پھر چلا اور جبال مہرہ میں جا کر اس نے دعا کی کہ خدایا تو خوب جانتا ہے میں کس سریش کی دوا کے لئے یا کسی قیدی کا فدیہ ادا کرنے کے لئے تو آیا ہی نہیں اٹھی عادیوں کو وہ پلا جو تو انہیں پلانے والا ہے۔

فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُسْتَقْبِلَ أَوْدِيَّتِهِمْ قَالَ لَوْ هَذَا عَارِضٌ
مِّمَّنَّارَنَا بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهِ رَئِجٌ فِيهَا عَذَابٌ أَلِيمٌ
تَذَمَّرُ كُلُّ شَيْءٍ بِأَمْرِ رَبِّهَا فَأَصْبَحُوا لَا يُرَى إِلَّا مَسَكِنُهُمْ
كَذَلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ

پھر جب انہوں نے عذاب کو بصورت بادل دیکھا جو ان کے میدانوں کا رخ کئے ہوئے تھا تو کہنے لگے یہ ابرہم پر برسنے والا ہے (نہیں) بلکہ دراصل یہ ابرہہ ہے جس کی تم جلدی کر رہے تھے ہوا ہے جس میں دردناک عذاب ہے ○ جو اپنے رب کے حکم سے ہرج و مرج کا ہلاک کر رہی تھی پس وہ ایسے ہو گئے کہ جبران کے مکانات

کے اور کچھ لکھائی نہ دیتا تھا انہیں گیاروں کے گرد وہ کوہم کوئی مزادیتے ہیں ○

(آیت: ۲۳-۲۵) چنانچہ چند سیاہ رنگ بادل اٹھے اور ان میں سے ایک آواز آئی کہ ان میں سے جسے تو چاہے پسند کر لے چنانچہ

اس نے سخت سیاہ بادل کو پسند کر لیا۔ اسی وقت ان میں سے آواز آئی کہ اسے راکھ اور خاک بنانے والا کر دے تاکہ عادیوں میں سے کوئی باقی نہ رہے۔ کہا اور مجھے جہاں تک علم ہوا ہے یہی ہے کہ ہواؤں کے مخزن میں سے صرف پہلے ہی سوراخ سے ہوا چھوڑی گئی تھی جیسے میری اس انگوٹھی کا حلقہ اسی سے سب ہلاک ہو گئے۔ اب وہ اہل ٹھیک نقل ہے۔ عرب میں دستور تھا کہ جب کسی قاصد کو بھیجتے تو کہہ دیتے کہ عادیوں کے قاصد کی طرح نہ کرنا۔ یہ روایت ترمذی نسائی اور ابن ماجہ میں بھی ہے۔ جیسے کہ سورہ اعراف کی تفسیر میں گذرا۔ مسند احمد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی ٹھکلا کر اس طرح ہنسنے ہوئے نہیں دیکھا کہ آپ کے مسوڑھے نظر آئیں آپ صرف قسم فرمایا کرتے تھے اور جب ابراہیمؑ اور آدمی چلتی تو آپ کے چہرے سے فکر کے آثار نمودار ہو جاتے۔ چنانچہ ایک روز میں نے آپ سے کہا یا رسول اللہ لوگ تو ابرو باد کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں کہ اب بارش برے گی لیکن آپ کی اس کے بالکل برعکس حالت ہو جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا عائشہ میں اس بات سے کہ کہیں اس میں عذاب ہو کیسے مطمئن ہو جاؤں؟ ایک قوم ہوا ہی سے ہلاک کی گئی ایک قوم نے عذاب کے بادل کو دیکھ کر کہا تھا کہ یہ ابر ہے جو ہم پر بارش برسائے گا۔ صحیح بخاری مسلم میں بھی یہ روایت دوسری سند سے مروی ہے۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ جب کبھی آسمان کے کسی کنارے سے ابراہیمؑ ہوا دیکھتے تو اپنے تمام کام چھوڑ دیتے اگرچہ نماز میں ہوں اور یہ دعا پڑھتے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِیْہِ ”خدا یا میں تجھ سے اس برائی سے پناہ چاہتا ہوں جو اس میں ہے“۔ پس اگر کھل جاتا تو اللہ عز و جل کی جھمکتے اور اگر برس جاتا تو یہ دعا پڑھتے اَللّٰهُمَّ صَبِّئْنَا فِیْہِ ”خدا یا اسے نفع دینے والا اور برے سے والا بنادے“۔

صحیح مسلم میں روایت ہے کہ جب ہوائیں چلتیں تو رسول اللہ ﷺ یہ دعا پڑھتے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ خَیْرَهَا وَخَیْرَ مَا فِیْہَا وَخَیْرَ مَا اَرْسَلْتَ بِہِ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّہَا وَ شَرِّ مَا فِیْہَا وَ شَرِّ مَا اَرْسَلْتَ بِہِ ”یا اللہ! میں تجھ سے اس کی اور اس میں جو ہے اس کی اور جس کو یہ ساتھ لے کر آئی ہے اس کی بھلائی طلب کرتا ہوں اور تجھ سے اس کی اور اس میں جو ہے اس کی اور جس چیز کے ساتھ یہ بھیجی گئی ہے اس کی برائی سے پناہ چاہتا ہوں“۔ اور جب ابراہیمؑ تو آپ کا رنگ متغیر ہو جاتا کبھی اندر کبھی باہر کبھی آتے کبھی جاتے جب بارش ہو جاتی تو آپ کی یہ فکر مندی دور ہو جاتی۔ حضرت عائشہؓ نے اسے سمجھ لیا اور آپ سے ایک بار سوال کیا تو آپ نے جواب دیا کہ عائشہؓ خوف اس بات کا ہوتا ہے کہ کہیں یہ اسی طرح نہ ہو جس طرح قوم ہود نے اپنی طرف بادل بڑھتا دیکھ کر خوشی سے کہا تھا کہ یہ ابر ہمیں سیراب کرے گا۔ سورہ اعراف میں عادیوں کی ہلاکت کا اور حضرت ہودؑ کا پورا واقعہ گزر چکا ہے اس لئے ہم اسے یہاں نہیں دہراتے۔

فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمُنٰی - طبرانی کی مرفوع حدیث میں ہے کہ عادیوں پر اتنی ہی ہوا کھولی گئی تھی جتنا انگوٹھی کا حلقہ ہوتا ہے۔ یہ ہوا پہلے دیہات والوں اور باد پادیشینوں پر آئی وہاں سے شہری لوگوں پر آئی جسے دیکھ کر یہ کہنے لگے کہ یہ ابر جو ہماری طرف بڑھا چلا رہا ہے یہ ضرور ہم پر بارش برسائے گا لیکن اس میں جنگلی لوگ تھے جو ان شہریوں پر گرا دیئے گئے اور سب ہلاک ہو گئے ہوا کے خزانچوں پر ہوا کی سرکشی اس وقت اتنی تھی کہ دروازوں کے سوراخوں سے وہ ٹکلی جاری تھی واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

وَلَقَدْ مَكَّنَّهُمْ فِيمَا اِنْ مَّكَّنْكُمْ فِیْہِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا
وَاَبْصَارًا وَاَفْیِدَةً ۖ فَمَا اَغْنٰی عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَا اَبْصَارُهُمْ
وَلَا اَفْیِدَتُهُمْ مِنْ شَیْءٍ ۚ اِذْ كَانُوْا یَجْحَدُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ
بِهِمْ مَا كَانُوْا بِہِ یَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ

مِّنَ الْقُرْآنِ وَصَرَفْنَا الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿۵﴾ قُلْ وَلَا تَسْأَلْنَهُمُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ قُرْبَانًا آلِهَةً ۚ بَلْ ضَلُّوا عَنْهُمْ وَذَلِكَ أَفْكَهُمُ وَمَا كَانُوا يَقْتِرُونَ ﴿۶﴾

بائتین ہم نے قوم عاد کو وہ مقدور دیئے تھے جو تمہیں تو دیئے بھی نہیں اور ہم نے انہیں کان آٹھیں اور دل بھی دے رکھے تھے لیکن ان کے کانوں اور آنکھوں اور دلوں نے انہیں کچھ بھی تو فہم نہ پہنچایا جب کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرنے لگے اور جس چیز کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے وہی ان پر الٹ پڑی ﴿۵﴾ یقیناً ہم نے تمہارے آس پاس کی ہستیاں تباہ کر دیں اور طرح طرح کی ہم نے اپنی نشانیاں بیان کر دیں تاکہ وہ رجوع کر لیں ﴿۶﴾ پس قرب الہی حاصل کرنے کے لئے انہوں نے اللہ کے سوا جن کو اپنا معبود بنا رکھا تھا انہوں نے ان کی مدد کیوں نہ کی بلکہ وہ تو ان سے کھوئے گئے بلکہ رجوع حاصل کیا ان کا کھل جھوٹ اور بالکل بہتان تھا ﴿۶﴾

مغضوب شدہ قوموں کی نشاندہی: ☆ ☆ (آیت: ۲۶-۲۸) ارشاد ہوتا ہے کہ اگلی امتوں کو جو اسباب دنیوی مال و اولاد وغیرہ - ہماری طرف سے دیئے گئے تھے ویسے تو تمہیں اب تک مہیا بھی نہیں ان کے بھی کان آٹھیں اور دل تھے لیکن جس وقت انہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا اور ہمارے عذابوں کا مذاق اڑایا تو بالآخر ان کے ظاہری اسباب انہیں کچھ کام نہ آئے اور وہ سزا میں ان پر برس پڑیں جن کی یہ ہمیشہ ہنسی کرتے رہے تھے پس تمہیں ان کی طرح نہ ہونا چاہئے ایسا نہ ہو کہ ان کے سے عذاب تم پر بھی آ جائیں اور تم بھی ان کی طرح جزا سے کاٹ دیے جاؤ۔ پھر ارشاد ہوتا ہے اے اہل مکہ! تم اپنے آس پاس ہی ایک نظر ڈالو اور دیکھو کہ کس قدر قومیں نیست و نابود کر دی گئی ہیں اور کس طرح انہوں نے اپنے کروت کے بدلے پائے ہیں۔ احقاف جو یمن کے پاس ہے، حضرت موت کے علاقہ میں ہے یہاں کے بسنے والے عادیوں کے انجام پر نظر ڈالو تمہارے اور شام کے درمیان ٹھوڈیوں کا جو حشر ہوا اسے دیکھو اہل یمن اور اہل مدین کی تو ہم سب کے نتیجہ پر غور کرو تم تو اکثر غزوات اور تجارت وغیرہ کے لئے وہاں سے آتے جاتے رہتے ہو بخیرہ قوم لوط سے عبرت حاصل کرو وہ بھی تمہارے راستے میں ہی پڑتا ہے۔ پھر فرماتا ہے ہم نے اپنی نشانیاں اور آیتوں کو خوب واضح اور ظاہر کر دیا ہے تاکہ لوگ براہیوں سے بھلائیوں کی طرف لوٹ آئیں۔ پھر فرماتا ہے کہ ان لوگوں نے خدا تعالیٰ کے سوا جن جن معبودان باطل کی پرستش شروع کر رکھی تھی، گواہ میں ان کا اپنا خیال یہ تھا کہ اس کی وجہ سے ہم قرب الہی حاصل کریں گے لیکن کیا ہمارے عذابوں کے وقت جبکہ ان کو ان کی مدد کی پوری ضرورت تھی انہوں نے ان کی کسی طرح مدد کی؟ ہرگز نہیں بلکہ ان کی احتیاج اور مصیبت کے وقت وہ دم ہو گئے ان سے بھاگ گئے ان کا پیہ بھی نہ چلا۔ الغرض ان کا پوجنا صرف غلطی تھی، غرض جھوٹ تھا اور صاف افتراء اور فضول بہتان تھا کہ یہ انہیں معبود سمجھ رہے تھے پس ان کی عبادت کرنے میں اور ان پر اعتماد کرنے میں یہ دھوکے میں اور نقصان میں ہی رہے۔ واللہ اعلم۔

وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ ۖ فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوا أَنصَبُوا ۖ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ مُنْذِرِينَ ﴿۷﴾

اور یاد کر جب کہ ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو تیری طرف متوجہ کیا تو قرآن سن رہے تھے پس جب نبی کے پاس پہنچ گئے تو ایک دوسرے سے کہنے لگے خاموش ہو جاؤ پھر جب خم ہو گیا تو اپنی قوم کو آگاہ کرنے کے لئے واپس لوٹ گئے ﴿۷﴾

طائف سے واپسی پر جنات نے کلام الہی سنا، شیطان بوکھلایا: ☆ ☆ (آیت ۲۹) مسند امام احمد میں حضرت زہیرؓ سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ یہ واقعہ نخلہ کا ہے رسول اللہ ﷺ اس وقت نماز عشاء ادا کر رہے تھے یہ سب جنات سمٹ کر آپ کے ارد گرد بھیڑی شکل میں کھڑے ہو گئے۔ ابن عباس کی روایت میں ہے کہ یہ جنات نصیبین کے تھے تعداد میں سات تھے۔ کتاب دلائل النبوة میں بروایت ابن عباس مروی ہے کہ نہ حضورؐ نے جنات کو سنانے کی غرض سے قرآن پڑھا تھا نہ آپ نے انہیں دیکھا، آپ تو اپنے صحابہ کے ساتھ عکاظ کے بازار جا رہے تھے ادھر یہ ہوا تھا کہ شیاطین کے اور آسمان کی خبروں کے درمیان روک ہو گئی تھی اور ان پر شعلے برسنے شروع ہو گئے تھے۔

شیاطین نے آکر اپنی قوم کو یہ خبر دی تو انہوں نے کہا کوئی نہ کوئی نئی بات پیدا ہوئی ہے جاؤ تلاش کرو پس یہ نکل کھڑے ہوئے۔ ان میں کی جو جماعت عرب کی طرف متوجہ ہوئی تھی وہ جب یہاں پہنچی جب رسول اللہ ﷺ سوق عکاظ کی طرف جاتے ہوئے نخلہ میں اپنے اصحاب کی نماز پڑھا رہے تھے ان کے کانوں میں جب آپ کی تلاوت کی آواز پہنچی تو ٹھہر گئے اور کان لگا کر بغور سننے لگے۔ اس کے بعد انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ بس یہی وہ چیز ہے جس کی وجہ سے تمہارا آسمانوں تک پہنچنا موقوف کر دیا گیا ہے۔ یہاں سے یہ فوراً اپنی واپس لوٹ کر اپنی قوم کے پاس پہنچے اور ان سے کہنے لگے ہم نے عجیب قرآن سنا جو تنگی کا ہر ہے، ہم تو اس پر ایمان لا چکے اور اقرار کرتے ہیں کہ اب ناممکن ہے کہ اللہ کے ساتھ ہم کسی اور کو شریک کریں۔ اس واقعہ کی خبر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو سورہ جن میں دی۔ یہ حدیث بخاری مسلم وغیرہ میں بھی ہے۔

مسند میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں جنات وحی الہی سنا کرتے تھے ایک جگہ جب ان کے کان میں پڑ جاتا تو وہ اس میں دس اور طر لیا کرتے، پس وہ ایک توحق لکھا باقی سب باطل نکلے اور اس سے پہلے ان پر تارے پھینکے نہیں جاتے تھے۔ پس جب حضورؐ مبعوث ہوئے تو ان پر شعلہ باری ہونے لگی یہ اپنے پیٹنے کی جگہ پہنچتے اور ان پر شعلہ گستا اور یہ ٹھہر نہ سکتے۔ انہوں نے آکر ابلیس سے یہ شکایت کی تو اس نے کہا کہ کوئی نئی بات ضرور ہوئی ہے۔ چنانچہ اس نے اپنے لشکروں کو اس کی تحقیقات کے لئے چاروں طرف پھیلادیا، انہوں نے نبی ﷺ کو نخلہ کی دونوں پہاڑیوں کے درمیان نماز پڑھتے ہوئے پایا اور جا کر اسے خبر دی۔ اس نے کہا بس یہی وجہ ہے جو آسمان محفوظ کر دیا گیا اور تمہارا جانا بند ہوا۔ یہ روایت ترمذی اور نسائی میں بھی ہے۔ حسن بصریؒ کا قول بھی یہی ہے کہ اس واقعہ کی خبر تک رسول اللہ ﷺ کو نہ تھی جب آپ پر وحی آئی تب آپ نے یہ معلوم کیا۔ سیرت ابن اسحاق میں محمد بن کعب کا ایک لبالب بیان منقول ہے جس میں حضورؐ کا طائف جانا انہیں اسلام کی دعوت دینا، ان کا انکار کرنا وغیرہ پورا واقعہ بیان ہے۔ حضرت حسنؓ نے اس دعا کا بھی ذکر کیا ہے جو آپ نے اس تنگی کے وقت کی تھی جو یہ ہے: **اللَّهُمَّ إِلَيْكَ أَشْكُوا ضَعْفَ قُوَّتِي وَ قِلَّةَ جَيْلَتِي وَ هَوَانِي عَلَى النَّاسِ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ أَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ وَأَنْتَ رَبُّ الْمُسْتَضْعِفِينَ وَأَنْتَ رَبِّي إِلَهِي مِنْ تَكَلُّنِي إِلَى عَدُوِّ بَعِيدٍ يَتَحَمَّنُنِي أَمْ إِلَى صَدِيقٍ قَرِيبٍ مَلَكْتَهُ أَمْرِي إِنْ لَمْ يَكُنْ بَكَ غَضَبٌ عَلَيَّ فَلَا أَبَالِي غَيْرَ أَنَّ عَافِيَتَكَ أَوْ سَعِ لِي أَعُوذُ بِنُورٍ وَ جَهْلِكَ الَّذِي أَشْرَفْتَ لَهُ الظُّلُمَاتُ وَ صَلَّحَ عَلَيْهِ أَمْرُ الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ أَنْ يُنْزَلَ بِي غَضَبُكَ أَوْ يُحْلَلَ بِي سَخَطُكَ وَ لَكَ الْعُنْبَى حَتَّى تَرْضَى وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِكَ**، یعنی اپنی کمزوری اور بے سروسامانی اور کسپہر کی شکایت صرف تیرے سامنے کرتا ہوں۔ اے ارحم الراحمین! تو دراصل سب سے زیادہ رحم و کرم کرنے والا ہے اور کمزوروں کا رب تو ہی ہے میرا پالتا بھی تو ہی ہے تو مجھے کس کو سونپ رہا ہے کسی دوری والے دشمن کو جو مجھے عاجز کر دے یا کسی قرب والے دوست کو جسے تو نے میرے بارے کا اختیار دے رکھا ہو اگر تیری کوئی خفگی مجھ پر نہ ہو تو مجھے اس درد دکھ کی کوئی پروا نہ تھیں لیکن تاہم اگر تو مجھے عافیت کے ساتھ ہی رکھ تو وہ میرے لئے بہت ہی راحت رساں ہے میں تیرے چہرے کے اس نور کے باعث جس کی وجہ سے تمام اعدا ہیریاں جھگڑا بھی ہیں اور دین دنیا کے تمام امور کی اصلاح کا مہاراسی پر ہے تجھ سے اس

بات کی پناہ طلب کرتا ہوں کہ مجھ پر تیرا عتاب اور تیرا غصہ نازل ہو یا تیری ناراضگی مجھ پر آجائے مجھے تیری ہی رضامندی اور خوشنودی درکار ہے اور نیکی کرنے اور بدی سے بچنے کی طاقت تیری ہی مدد سے ہے۔" اسی سفر کی واپسی میں آپ نے غلطی میں رات گزاری اور اسی رات قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے نصیحتیں کے جنوں نے آپ کو سنا یہ ہے تو صحیح لیکن اس میں یہ قول تاہل طلب ہے اس لئے کہ جنات کا کلام اللہ شریف سننے کا واقعہ وحی شروع ہونے کے زمانے کا ہے۔ جیسے کہ ابن عباسؓ کی اوپر بیان کردہ حدیث سے ثابت ہو رہا ہے اور آپ کا طائف جانا اپنے چچا ابوطالب کے انتقال کے بعد ہوا ہے جو ہجرت کے ایک یا زیادہ سے زیادہ دو سال پہلے کا واقعہ ہے جیسے کہ سیرت ابن اسحاق وغیرہ میں ہے۔ واللہ اعلم۔ ابن ابی شیبہؒ میں ان جنات کی گفتی نوکی ہے جن میں سے ایک کا نام زوئیدہ ہے۔ انہی کے بارے میں یہ آیتیں نازل ہوئی ہیں جس پر یہ روایت اور اس سے پہلے کی حضرت ابن عباسؓ کی روایت کا اقتضاء یہ ہے کہ اس مرتبہ جو جن آئے تھے ان کی موجودگی کا حضور کو علم نہ تھا یہ تو آپ کی خبری میں ہی آپ کی زبانی قرآن سن کر واپس لوٹ گئے اس کے بعد بطور وفد فوجیں کی فوجیں اور جتنے کے جتنے ان کے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے جیسے کہ اس ذکر کے احادیث و آثار پر نیک آراء ہیں ان شاء اللہ۔ بخاری مسلم میں ہے حضرت عبدالرحمنؓ نے حضرت مسروقؓ سے پوچھا کہ جس رات جنات نے حضورؐ سے قرآن سنا تھا اس رات کس نے حضورؐ سے ان کا ذکر کیا تھا؟ تو فرمایا مجھ سے تیرے والد حضرت ابن مسعودؓ نے کہا ہے ان کی آگاہی حضور کو ایک درخت نے دی تھی تو تمکن ہے کہ یہ خبر پہلی دفعہ کی ہو اور اثبات کو ہم نفی پر مقدم مان لیں اور یہ بھی احتمال ہے کہ جب وہ نہ رہے تھے آپ کو تو کوئی خبر نہ تھی یہاں تک کہ اس درخت نے آپ کو ان کے اجتماع کی خبر دی واللہ اعلم۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ واقعہ اس کے بعد والے کئی واقعات میں سے ایک ہو واللہ اعلم۔

امام حافظ تہافتی فرماتے ہیں کہ پہلی مرتبہ تو نہ رسول اللہ ﷺ نے جنوں کو دیکھا نہ خاص ان کے سنانے کے لئے قرآن پڑھا ہاں البتہ اس کے بعد جن آپ کے پاس آئے اور آپ نے انہیں قرآن پڑھ کر سنایا اور اللہ عزوجل کی طرف بلایا جیسے کہ حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے۔ اس کی روایتیں سنئے۔ حضرت علقمہؓ حضرت ابن مسعودؓ سے پوچھتے ہیں کہ کیا تم میں سے کوئی اس رات حضورؐ کے ساتھ موجود تھا؟ تو آپ نے جواب دیا کہ کوئی نہ تھا آپ رات بھر ہم سے غائب رہے اور ہمیں رہ رہ کر باہر بھی خیال گذر کر تا تھا کہ شاید کسی دشمن نے آپ کو دھوکا دے دیا خدا نخواستہ آپ کے ساتھ کوئی ایسا خوشگوار واقعہ پیش آیا ہو وہ رات ہماری بڑی بری طرح کئی۔ صبح صادق سے کچھ ہی پہلے میں نے دیکھا کہ آپ غار حرا سے واپس آ رہے ہیں پس ہم نے رات کی اپنی ساری کیفیت بیان کر دی ہے۔ تو آپ نے فرمایا میرے پاس جنات کا قاصد آیا تھا جس کے ساتھ جا کر میں نے انہیں قرآن سنایا چنانچہ آپ ہمیں لے کر گئے اور ان کے نشانات اور ان کی آگ کے نشانات ہمیں دکھائے۔ شعیؓ کہتے ہیں انہوں نے آپ سے توشہ طلب کیا تو عامر کہتے ہیں یعنی کئے میں اور یہ جن جزیرے کے تھے تو آپ نے فرمایا ہر وہ بڑی جس پر اللہ کا نام ذکر کیا گیا ہو وہ تمہارے ہاتھوں میں پہلے سے زیادہ گوشت والی ہو کر پڑے گی اور لیر اور گور تمہارے جانوروں کا چارہ بنے گا۔ پس اے مسلمانو! ان دونوں چیزوں سے استیجاء نہ کرو یہ تمہارے جن بھائیوں کی خوراک ہیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ اس رات حضورؐ کو نہ پا کر ہم بت ہی گھبرائے تھے اور تمام وادوں اور گھاٹیوں میں تلاش کر آئے تھے اور حدیث میں ہے حضورؐ نے فرمایا آج رات میں جنات کو قرآن سناتا ہوں اور جنوں میں ہی اسی شغل میں رات گزاری۔

ابن جریرؒ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا تم میں سے جو چاہے آج کی رات جنات کے امر میں میرے ساتھ رہے۔ پس میں موجود ہو گیا آپ مجھے لے کر چلے جب مکہ شریف کے اونچے کے حصے میں پہنچے تو آپ نے اپنے پاؤں سے ایک خط کھینچ دیا اور مجھ سے فرمایا پس یہیں بیٹھ رہو۔ پھر آپ چلے اور ایک جگہ کھڑے ہو کر آپ نے قرأت شروع کی پھر تو اس قدر

جماعت آپ کے ارد گرد غٹ لگا کر کھڑی ہو گئی کہ میں تو آپ کی قرأت سننے سے بھی رہ گیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ جس طرح ابرہہ کے گلوے چلتے ہیں اس طرح وہ ادھر ادھر جانے لگے اور یہاں تک کہ اب بہت تھوڑے باقی رہ گئے، پس حضور صبح کے وقت فارغ ہوئے اور آپ وہاں سے دور نکل گئے اور حاجت سے فارغ ہو کر میرے پاس تشریف لائے اور پوچھنے لگے وہ باقی کہہاں ہیں؟ میں نے کہا وہ یہ ہیں پس آپ نے انہیں ہڈی اور لید دی۔ پھر آپ نے مسلمانوں کو ان دونوں چیزوں سے استنجا کرنے سے منع فرما دیا۔ اس روایت کی دوسری سند میں ہے کہ جہاں حضور نے حضرت عبداللہ بن مسعود کو بٹھایا تھا وہاں بٹھا کر فرمایا تھا کہ خبردار یہاں سے گلٹا نہیں ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضور نے صبح کے وقت آ کر ان سے دریافت کیا کہ کیا تم سو گئے تھے؟ آپ نے فرمایا نہیں نہیں اللہ کی قسم میں نے تو کئی مرتبہ چاہا کہ لوگوں سے فریاد کروں۔ لیکن میں نے سن لیا کہ آپ انہیں اپنی کلزی سے دھماکا رہتے اور فرماتے جاتے تھے کہ بیٹھ جاؤ۔ حضور نے فرمایا اگر تم یہاں سے باہر نکلتے تو مجھے تو خوف تھا کہ ان میں سے بعض تمہیں اچک نہ لے جائیں۔ پھر آپ نے دریافت فرمایا کہ اچھا تم نے کچھ دیکھا بھی؟ میں نے کہا ناں لوگ تھے سب انہماں خوفناک سفید کپڑے پہنے ہوئے۔ آپ نے فرمایا یہ نصیحتیں کے جن تھے انہوں نے مجھ سے توشہ طلب کیا تھا پس میں نے ہڈی اور لید کو بردیا۔ میں نے پوچھا حضور اس سے انہیں کیا فائدہ؟ آپ نے فرمایا ہر ہڈی ان کے ہاتھ لگتے ہی ایسی ہو جائے گی جیسی اس وقت تھی جب کھائی گئی تھی یعنی گوشت والی ہو کر انہیں ملے گی اور لید میں بھی وہ وہی دانے پائیں گے جو اس روز تھے جب وہ دانے کھائے گئے تھے پس ہم میں سے کوئی شخص بیت الخلا سے نکل کر ہڈی لید اور گوبر سے استنجا نہ کرے۔ اس روایت کی دوسری سند میں ہے حضور نے فرمایا پندرہ جنت جو آپس میں پچا زاد اور پھوپھی زاد بھائی ہیں آج رات مجھ سے قرآن سننے کے لئے آئے والے ہیں۔ اس میں ہڈی اور لید کے ساتھ کوئی کھانا بھی نہ لے۔ اس مسود فرماتے ہیں دن نکلے میں اسی جگہ گیا تو دیکھا کہ وہ کوئی ساغھ اونٹ بیٹھنے کی جگہ ہے۔ اور روایت میں ہے کہ جب جنت کا خور دھام ہو گیا تو ان کے سرداران نے کہا یا رسول اللہ! میں انہیں ادھر ادھر کر کے آپ کو اس تکلیف سے بچا لیتا ہوں تو آپ نے فرمایا اللہ سے زیادہ مجھے کوئی بچانے والا نہیں۔ آپ فرماتے ہیں جنت والی رات میں مجھ سے حضور نے دریافت فرمایا کہ تمہارے پاس پانی ہے؟ میں نے کہا حضور پانی تو نہیں البتہ ایک ڈوہلی میں نیچہ ہے تو حضور نے فرمایا عمدہ سمجھو میں اور پاکیزہ پانی (ابوداؤد ترمذی ابن ماجہ)

مسند احمد کی اس حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا مجھ سے وضو کرو اچھا چنچہ آپ نے وضو کیا اور فرمایا یہ تو پیٹنے کی اور پاک چیز ہے مسند احمد میں ہے کہ جب آپ لوٹ کر آئے تو سانس چڑھ رہا تھا۔ میں نے پوچھا حضور کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا میرے پاس میرے انتقال کی خبر آئی ہے۔ یہی حدیث قدرے زیادتی کے ساتھ حافظ ابو نعیم کی کتاب دلائل الغلوہ میں بھی ہے اس میں ہے کہ میں نے یہ سن کر کہا پھر یا رسول اللہ! اپنے بعد کسی کو خلیفہ مقرر کر جائیے۔ آپ نے کہا کس کو؟ میں نے کہا ابوبکر کو۔ اس پر آپ خاموش ہو گئے۔ چلتے چلتے پھر کچھ دیر بعد یہی حالت طاری ہوئی۔ میں نے وہی سوال کیا آپ نے وہی جواب دیا۔ میں نے خلیفہ مقرر کرنے کو کہا آپ نے پوچھا کسے؟ میں نے کہا عمر کو (رضی اللہ عنہ) اس پر آپ خاموش ہو گئے۔ کچھ دور چلتے کے بعد پھر یہی حالت اور یہی سوال جواب ہوئے اب کی مرتبہ میں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا نام پیش کیا تو آپ فرماتے لگے اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر لوگ ان کی اطاعت کریں تو سب جنت میں چلے جائیں گے، لیکن یہ حدیث بالکل ہی غریب ہے اور بہت ممکن ہے کہ یہ محفوظ نہ ہو اور اگر صحت تسلیم کر لی جائے تو اس واقعہ کو مدینہ کا واقعہ ماننا پڑے گا۔ وہاں بھی آپ کے پاس جنوں کے فدو آئے تھے جیسے کہ ہم عقریب ان شاء اللہ تعالیٰ بیان کریں گے۔ اس لئے کہ آپ کا آخری وقت فتح مکہ کے بعد تھا جب کہ دین الہی میں انسانوں اور جنوں کی فوجیں داخل ہو گئیں اور سب

اذا جاء الخ'، اتر چکی جس میں آپ کو خبر انتقال دی گئی تھی جیسے کہ حضرت ابن عباس کا قول ہے اور امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس پر موافقت ہے۔ جو حدیثیں ہم اسی سورت کی تفسیر میں لائیں گے ان شاء اللہ واللہ اعلم۔

مندرجہ بالا حدیث دوسری سند سے بھی مروی ہے لیکن اس کی سند بھی غریب ہے اور سیاق بھی غریب ہے۔ حضرت عمر مقرر ماتے ہیں یہ جنات جزیرہ موصل کے تھے ان کی تعداد بارہ ہزار کی تھی۔ ابن مسعود اس خط کشیدہ جگہ میں بیٹھے ہوئے تھے لیکن جنات کے سمجھوروں کے درختوں کے برابر قد و قامت وغیرہ دیکھ کر ڈر گئے اور بھاگ جانا چاہا لیکن فرمان رسول یاد آ گیا کہ اس حد سے باہر نہ لکھنا۔ جب حضور سے یہ ذکر کیا تو آپ نے فرمایا اگر تم اس حد سے باہر آ جاتے تو قیامت تک ہماری تمہاری ملاقات نہ ہو سکتی۔ ایک اور روایت میں ہے کہ جنات کی یہ جماعت جن کا ذکر آیت واذ صرنا الخ' میں ہے نینوی کی تھی آپ نے فرمایا تھا کہ مجھے حکم دیا گیا کہ انہیں قرآن سناؤ تم میں سے میرے ساتھ کون چلے گا؟ اس پر سب خاموش ہو گئے دو بارہ پوچھا پھر خاموش رہی تیسری مرتبہ دریافت کیا تو قبیلہ ہذیل کے شخص حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ تیار ہوئے حضور انہیں ساتھ لے کر جن کی گھاٹی میں گئے۔ ایک لکیر کھینچ کر انہیں یہاں بٹھا دیا اور آپ آگے بڑھ گئے۔ یہ دیکھنے لگے کہ گدھوں کی طرح کے زمین سے بالکل قریب اڑتے ہوئے کچھ جانور سے آ رہے ہیں توڑی دیر بعد بڑا غل غپاڑہ سناؤ دینے لگا یہاں تک کہ مجھے حضور کی ذات پر ڈر لگنے لگا۔ جب آنحضرت ﷺ آئے تو میں نے کہا کہ حضور یہ شور وغل کیا تھا؟ آپ نے فرمایا ان کے ایک مقتول کا قصہ تھا جس میں یہ مختلف تھے ان کے درمیان صحیح فیصلہ کر دیا گیا۔ یہ واقعات صاف ہیں کہ حضور نے قصداً جا کر جنات کو قرآن سنا دیا انہیں اسلام کی دعوت دی اور جن مسائل کی اس وقت انہیں ضرورت تھی وہ سب بتا دیئے ہاں پہلی مرتبہ جب جنات نے آپ کی زبانی قرآن سنا اس وقت آپ کو نہ معلوم تھا نہ آپ نے انہیں سنانے کی غرض سے قرآن پڑھا تھا جیسے کہ ابن عباس فرماتے ہیں۔ اس کی بعد وہ وفود کی صورت میں آئے اور حضور محمد اشریف لے گئے اور انہیں قرآن سنایا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس وقت نہ تھے جب کہ آپ نے ان سے بات چیت کی انہیں اسلام کی دعوت دی۔ البتہ کچھ فاصلہ پر دور بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کے ساتھ اس واقعہ میں سوائے حضرت ابن مسعود کے اور کوئی نہ تھا اور دوسری تطبیق ان روایات میں جن میں ہے کہ آپ کے ساتھ ابن مسعود تھے اور جن میں ہے کہ نہ تھے یہ بھی ہو سکتی ہے کہ پہلی دفعہ نہ تھے دوسری مرتبہ تھے۔ واللہ اعلم۔

یہ بھی مروی ہے کہ نخلہ میں جن جنوں نے آپ سے ملاقات کی تھی وہ نینوی کے تھے اور مکہ شریف میں جو آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے وہ نصیبین کے تھے اور یہ جو رواہوں میں آیا ہے کہ ہم نے وہ رات بہت بری طرح بسر کی اس سے مراد ابن مسعود کے سوا اور صحابہ ہیں جنہیں اس بات کا علم نہ تھا کہ حضور جنات کو قرآن سنانے گئے ہیں۔ لیکن یہ تاویل ہے ذرا دور کی واللہ اعلم۔ یہی نتیجہ میں ہے کہ حضور کی حاجت اور وضو کے لئے آپ کے ساتھ حضرت ابو ہریرہؓ پانی کی ڈونچی لئے ہوئے جایا کرتے تھے ایک دن یہ پیچھے پیچھے پہنچے۔ آپ نے پوچھا کون ہے؟ جواب دیا کہ میں ابو ہریرہؓ ہوں۔ فرمایا میرے استنجے کے لئے پتھر لاؤ لیکن ہڈی اور لید نہ لانا۔ میں اپنی جوبی میں پتھر بھر لایا اور آپ کے پاس رکھ دیئے جب آپ فارغ ہو چکے اور چلنے لگے میں بھی آپ کے پیچھے چلا اور پوچھا حضور کیا وجہ ہے جو آپ نے ہڈی اور لید سے منع فرمایا؟ آپ نے جواب دیا میرے پاس نصیبین کے جنوں کا وفد آیا تھا اور انہوں نے مجھ سے توشہ طلب کیا تھا تو میں نے اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ جس لید اور ہڈی پر گذریں اسے طعام پائیں۔

صحیح بخاری میں بھی اسی کے قریب قریب مروی ہے۔ پس یہ حدیث اور اس سے پہلے کی حدیثیں دلالت کرتی ہیں کہ جنات کا وفد

آپ کے پاس اس کے بعد بھی آیا تھا۔ اب ہم ان احادیث کو بیان کرتے ہیں جو دلالت کرتی ہیں کہ جنات آپ کے پاس کئی دفعہ حاضر ہوئے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے جو روایت اس سے پہلے بیان ہو چکی ہے اس کے سوا بھی آپ سے دوسری سند سے مروی ہے، ابن جریر میں ہے آپ فرماتے ہیں یہ سات جن تھے نصیبن کے رہنے والے انہیں اللہ کے رسول نے اپنی طرف سے قاصد بنا کر جنات کی طرف بھیجا تھا۔ مجاہد کہتے ہیں یہ جنات قعدا میں سات تھے نصیبن کے تھے۔ ان میں سے رسول اللہ ﷺ نے تین کو اہل حراں سے کہا اور چار اہل نصیبن سے ان کے نام یہ ہیں۔ حسیٰ، حسانسی، سائر، ناصر، الارو، بیان، الاحم۔

ابو حمزہ ثمالی فرماتے ہیں انہیں بنو ضعیان کہتے ہیں یہ قبیلہ جنات کے اور قبیلوں سے قعدا میں بہت زیادہ تھا اور یہ ان میں سب کے بھی شریف مانے جاتے تھے اور عوام یاہ اہلس کے لشکروں میں سے تھے۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں یہ تو تھے ان میں سے ایک کا نام ردیع تھا، اصل غلطہ سے آئے تھے۔ بعض حضرات سے مروی ہے کہ یہ پندرہ تھے اور ایک روایت میں ہے کہ ساٹھ آدمیوں پر آئے تھے اور ان کے سردار کا نام وردان تھا اور کہا گیا ہے کہ تین سو تھے اور یہ بھی مروی ہے کہ بارہ ہزار تھے۔ ان سب میں تطبیق یہ ہے کہ چونکہ وفود کی ایک آئے تھے ممکن ہے کہ کسی میں چھ سات نوی ہوں، کسی میں زیادہ، کسی میں اس سے بھی زیادہ۔ اس پر دلیل صحیح بخاری شریف کی یہ روایت بھی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جس چیز کی نسبت جب بھی کہتے کہ میرے خیال میں یہ اس طرح ہوگی تو وہ عموماً اسی طرح نکلتی، ایک مرتبہ آپ بیٹھے ہوئے تھے جو ایک حسین شخص گذرا آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا اگر میرا گمان غلط نہ ہو تو یہ شخص اپنے جاہلیت کے زمانہ میں ان لوگوں کا کاہن تھا، جانا ذرا اسے لے آنا جب وہ آگیا تو آپ نے اپنا یہ خیال اس پر ظاہر فرمایا، وہ کہنے لگا مسلمانوں میں اس ذہانت و وظائف کا کوئی شخص آج تک میری نظر سے نہیں گذرا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اب میں تجھ سے کہتا ہوں کہ تو اپنی کوئی صحیح اور سچی خبر سنا، اس نے کہا بہت اچھا سننے میں جاہلیت کے زمانہ میں ان کا کاہن تھا، میرے پاس میرا جن جو سب سے زیادہ تعجب خیز خبر لایا وہ سنئے۔ میں ایک مرتبہ بازار میں جا رہا تھا جو وہ آگیا اور سخت گھبراہٹ میں تھا اور کہنے لگا کیا تو نے جنوں کی بربادی مایوسی اور ان کے پھیلنے کے بعد سمٹ جانا اور ان کی درگت نہیں دیکھی؟ حضرت عمرؓ فرماتے گئے یہ سچا ہے، میں ایک مرتبہ ان کے بتوں کے پاس سویا ہوا تھا، ایک شخص نے وہاں ایک پھڑا چڑھایا کہ ناگہاں ایک سخت پر زور آواز آئی ایسی کہ اتنی بڑی بلند اور کثرت آواز میں نے کبھی نہیں سنی۔ اس نے کہا اے علیؓ انجات دینے والا امر آچکا، ایک شخص ہے جو فصیح زبان سے لا الہ الا اللہ کی منادی کر رہا ہے۔ سب لوگ تو مارے ڈر کے بھاگ گئے لیکن میں وہی بیٹھا رہا کہ دیکھوں آخر یہ کیا ہے؟ کہ دو بارہ پھر اسی طرح وہی آواز سنائی دی اور اس نے وہی کہا۔ پس کچھ ہی دن گذرے تھے جو نبی ﷺ کی نبوت کی آوازیں ہمارے کانوں میں پڑنے لگیں۔ اس روایت کے ظاہر الفاظ سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ خود حضرت فاروقؓ نے یہ آوازیں اس ذبح شدہ چمڑے سے سنی اور ایک ضعیف روایت میں صریح طور پر یہ آج بھی گیا ہے۔ لیکن باقی اہل حدیث و اہل بیت سے بتلا دی ہیں کہ اسی کاہن نے اپنے دیکھنے سننے کا ایک واقعہ بھی بیان کیا۔ واللہ اعلم۔ امام بیہقی نے یہی کہا ہے اور یہ کچھ اچھا معلوم ہوتا ہے، اس شخص کا نام سواد بن قارب تھا۔ جو شخص اس واقعہ کی پوری تفصیل دیکھنا چاہتا ہو وہ میری کتاب سیرۃ عمرؓ دیکھ لے، واللہ الحمد والمنة۔

امام بیہقی فرماتے ہیں ممکن ہے کہ وہی وہ کاہن جو سب کا ذکر بغیر نام کے صحیح حدیث میں ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ منبر نبویؐ پر ایک مرتبہ خطبہ بنا رہے تھے اسی میں پوچھا کیا سواد بن قارب یہاں موجود ہیں لیکن اس پورے سال تک کسی نے ہاں نہیں کہا، اگلے سال آپ نے پھر پوچھا تو حضرت برداءؓ نے کہا سواد بن قارب کون ہے؟ اس سے کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا اس کے اسلام لانے کا قصہ عجیب و غریب ہے، ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں جو حضرت سواد بن قارب آگئے، حضرت عمرؓ نے ان سے کہا سواد اپنے اسلام کا ابتدائی قصہ سناؤ۔

آپ نے فرمایا سننے میں ہند گیا ہوا تھا میرا ساسی جن ایک رات میرے پاس آیا میں اس وقت سویا ہوا تھا مجھے اس نے جگا دیا اور کہنے لگا اٹھ اور اگر کچھ عقل و ہوش ہیں تو سن لے سمجھ لے اور سوچ لے قبیلہ لوی بن غالب میں سے اللہ کے رسولؐ معجوت ہو چکے ہیں میں جناب کی حس اور ان کے بورے بستر باندھنے پر تعجب کر رہا ہوں اگر تو طالب ہدایت ہے تو فوراً نکلے کی طرف کوچ کر سمجھ لے کہ بہتر اور بدتر جن یکساں نہیں جا جلدی جا اور بنو ہاشم کے اس دلارے کے منور کھڑے پر نظر تو ڈال لے مجھے پھر غودگی سی آگئی تو اس نے دوبارہ جگایا اور کہنے لگا اے سواد بن قارب! اللہ عزوجل نے اپنا رسول بھیج دیا ہے تم ان کی خدمت میں پہنچو اور ہدایت اور بھلائی سمیٹ لو۔

دوسری رات پھر آیا اور مجھے جگا کر کہنے لگا مجھے جنات کے جستجو کرنے اور جلد جلد پالان اور جموں لیں کئے پر تعجب معلوم ہوتا ہے اگر تو بھی ہدایت کا طالب ہے تو کئے کا قصد کر۔ سمجھ لے کہ اس کے دونوں قدم اس کی دھنوں کی طرح نہیں تو اٹھ اور جلدی جلدی بنو ہاشم کے اس پسندیدہ شخص کی خدمت میں پہنچ اور اپنی آنکھیں اس کے دیدار سے منور کر۔ تیسری رات پھر آیا اور کہنے لگا مجھے جنات کے باخبر ہو جانے اور ان کے قافلوں کے فوراً تیار ہو جانے پر تعجب آ رہا ہے وہ سب طلب ہدایت کے لئے مکہ کی طرف دوڑے جا رہے ہیں ان میں سے برے بھلوں کی برابری نہیں کر سکتے تو بھی اٹھ اور اس بنو ہاشم کے چیدہ شخص کی طرف چل کھڑا ہو مومن جنات کا فروں کی طرح نہیں تین راتوں تک برابر یہی سننے رہنے کے بعد میرے دل میں بھی دفعتاً اسلام کا ولولہ اٹھا اور حضورؐ کی وقعت اور محبت سے دل پر ہو گیا میں نے اپنی ساٹھنی پر لکھا کہ کسا اور بغیر کسی اور جگہ قیام کے سیدھا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اس وقت شہر مکہ میں تھے اور لوگ آپ کے آس پاس ایسے تھے جیسے گھوڑے پر ایال۔ مجھے دیکھے ہی یکبارگی اللہ کے پیغمبرؐ نے فرمایا سواد بن قارب کو مہربا ہو آؤ ہمیں معلوم ہے کہ کیسے اور کس لئے اور کس کے کہنے سننے سے آ رہے ہو۔ میں نے کہا حضورؐ میں نے کچھ اشعار کہے ہیں اگر اجازت ہو تو پیش کروں؟ آپ نے فرمایا سواد شوق سے کہو۔ تو حضرت سواد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ اشعار پڑھے جن کا مضمون یہ ہے ”میرے پاس میرا جن میرے سو جانے کے بعد رات کو آیا اور اس نے مجھے ایک سچی خبر پہنچائی تین راتیں برابر وہ میرے پاس آتا رہا اور ہر رات کہتا رہا کہ لوی بن غالب میں اللہ کے رسولؐ معجوت ہو چکے ہیں میں نے بھی سفر کی تیاری کر لی اور جلد جلد راہ طے کر آیا ہوں تک پہنچ ہی گیا اب میری گواہی ہے کہ بجز اللہ کے اور کوئی رب نہیں اور آپ اللہ کے اماندار رسولؐ ہیں آپ سے شفاعت کا آسرا سب سے زیادہ ہے اے بہترین بزرگوں اور پاک لوگوں کی اولاد! اے تمام رسولوں سے بہتر رسول! جو حکم آسانی آپ ہمیں پہنچائیں گے وہ کتنا ہی مشکل اور طبعیت کے خلاف کیوں نہ ہو ناممکن کہ ہم اسے نال دیں آپ قیامت کے دن ضرور میرے سفارشی بننا کیونکہ وہاں بجز آپ کے سواد بن قارب کا سفارشی اور کون ہوگا؟“ اس پر حضورؐ بہت ہنسے اور فرمانے لگے سواد تم نے فلاح پائی۔ حضرت عمرؓ نے یہ واقعہ سن کر پوچھا کہ یہ وہ جن اب بھی ترے پاس آتا ہے اس نے کہا جب سے میں نے قرآن پڑھا وہ نہیں آتا اور اللہ کا بڑا شکر ہے کہ اس کے عوض میں نے رب کی پاک کتاب پائی اور اب جس حدیث کو ہم حافظ ابوہریرہؓ کی کتاب دلائل النبوة سے نقل کرتے ہیں اس میں بھی اس کا بیان ہے کہ مدینہ شریف میں بھی جنات کا وفد حضورؐ کی خدمت میں بار بار آیا ہوا تھا۔ حضرت عمرو بن غیلان ثقفی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جا کر ان سے دریافت کرتے ہیں کہ مجھے یہ معلوم ہوا کہ جس رات جنات کا وفد حاضر حضورؐ ہوا تھا اس رات حضورؐ کے ساتھ آپ بھی تھے؟ جواب دیا کہ ہاں ٹھیک ہے۔ میں نے کہا ذرا واقعہ تو سنائیے۔ فرمایا صفد والے مسکین صحابہؓ کو لوگ اپنے اپنے ساتھ شام کا کھانا کھلانے کے لئے گئے اور میں یونہی رہ گیا۔ میرے پاس حضورؐ کا گدرا ہوا پوچھا کون ہے؟ میں نے کہا ابن مسعودؓ۔ فرمایا تمہیں کوئی لئے نہیں گیا کہ تم بھی کھا لینے؟ میں نے جواب دیا نہیں کوئی نہیں لے گیا۔ فرمایا اچھا میرے ساتھ چلو شاید کچھ مل جائے تو دے دوں گا۔ میں ساتھ

ہو لیا، آپ حضرت ام سلمہؓ کے حجرے میں گئے میں باہری ٹھہر گیا تھوڑی دیر میں اندر سے ایک لونڈی آئی اور کہنے لگی حضورؐ کمرہ میں ہم نے اپنے گھر میں کوئی چیز نہیں پائی، تم اپنی خوابگاہ چلے جاؤ۔ میں واپس مسجد میں آ گیا اور مسجد میں ننگریوں کا ایک چھوٹا سا ڈھیر کر کے اس پر سر رکھ کر اپنا کپڑا لپیٹ کر سو گیا تھوڑی ہی دیر گزری ہوگی جو وہی لونڈی پھر آئیں اور کہا رسول اللہؐ آپ کو یا فرما رہے ہیں ساتھ ہو لیا اور مجھے امید پیدا ہو گئی کہ اب تو کھانا ضرور ملے گا۔ جب میں اپنی جگہ پہنچا تو حضورؐ گھر سے باہر تشریف لائے آپ کے ہاتھ میں کھجور کے درخت کی ایک ترچھڑی تھی جسے میرے سینے پر رکھ کر فرمانے لگے جہاں میں جا رہا ہوں کیا تم بھی میرے ساتھ چلو گے؟ میں نے کہا جو اللہ نے چاہا ہو تمہیں مرتبہ یہی سوال جواب ہوئے پھر آپ چلے اور میں بھی آپ کے ساتھ چلنے لگا، تھوڑی دیر میں بتیج غرقد جا پہنچے پھر قریب قریب وہی بیان ہے جو اوپر کی روایت میں گذر چکا ہے اس کی سند غریب ہے اور اس کی سند میں ایک مبہم راوی ہے جس کا نام ذکر نہیں کیا گیا۔ دلائل البیہ میں حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مدینہ کی مسجد میں رسول مقبول ﷺ نے صبح کی نماز ادا کی اور لوٹ کر لوگوں سے کہا آج رات کو جنت کے وفد کی طرف تم میں سے کون میرے ساتھ چلے گا؟ کسی نے جواب نہ دیا، تین مرتبہ فرمان پر بھی کوئی نہ بولا۔ حضورؐ میرے پاس سے گذرے اور میرا ہاتھ تھام کر اپنے ساتھ لے چلے مدینہ کے پہاڑوں سے بہت آگے نکل کر صاف چٹیل میدان میں پہنچ گئے اب نیزوں کے برابر لائے نہ اپنے قدم کے آدی نیچے نیچے پڑے ہوئے آنے شروع ہوئے۔ میں تو انہیں دیکھ کر مارے ڈر کے کانپنے لگا۔ پھر اور واقعہ مثل حدیث ابن مسعودؓ کے بیان کیا۔ یہ حدیث بھی غریب ہے واللہ اعلم۔

اسی کتاب میں ایک غریب حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہؓ کے ساتھ حج کو جا رہے تھے راستے میں ہم نے دیکھا کہ ایک مفید رنگ سانپ راستے میں لوٹ رہا ہے اور اس سے متک کی خوشبو اڑ رہی ہے۔ ابراہیمؑ کہتے ہیں میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا تم تو سب جاؤ میں یہاں ٹھہر جاتا ہوں دیکھو تو اس سانپ کا کیا ہوتا ہے؟ چنانچہ وہ جل دیے اور میں ٹھہر گیا۔ تھوڑی ہی دیر گزری ہوگی جو وہ سانپ مر گیا، میں نے ایک سفید کپڑا لے کر اس میں لپیٹ کر راستے کے ایک طرف دفن کر دیا اور رات کے کھانے کے وقت اپنے قافلے میں پہنچ گیا۔ اللہ کی قسم میں بیٹھا ہوا تھا جو چار عمر میں مغرب کی طرف سے آئیں ان میں سے ایک نے پوچھا عمر و کوس نے دفن کیا؟ ہم نے کہا کون عمرو؟ اس نے کہا تم میں سے کسی نے ایک سانپ کو دفن کیا ہے؟ میں نے کہا ہاں میں نے دفن کیا ہے، کبھی گئی قسم ہے اللہ کی قسم نے بڑے روزے دار بڑے پختہ نمازی کو دفن کیا ہے جو تمہارے نبی کو مانتا تھا اور جس نے آپ کو نبی ہونے سے چار سو سال پیشتر آسمان سے آپ کی صفت سنی تھی۔ ابراہیمؑ کہتے ہیں اس پر ہم نے اللہ تبارک و تعالیٰ کی حمد و ثناء کی پھر حج سے فارغ ہو کر جب ہم فاروق عظیمؓ کی خدمت میں پہنچے اور میں نے آپ کو یہ سارا واقعہ سنایا تو آپ نے فرمایا اس عورت نے سچ کہا۔ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ مجھ پر ایمان لایا تھا میری نبوت کے چار سو سال پہلے یہ حدیث بھی غریب ہے واللہ اعلم۔

ایک روایت میں ہے کہ دفن کنن کرنے والے حضرت صفوان بن معطلؓ تھے کہتے ہیں کہ یہ صاحب جو یہاں دفن کئے گئے یہ ان نو جنت میں سے ایک ہیں جو حضورؐ کے پاس قرآن سننے کے لئے وفد بن کر آئے تھے ان کا انتقال ان سب سے اخیر میں ہوا۔ ابو نعیمؒ میں ایک روایت ہے کہ ایک شخص حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آئے اور کہنے لگے امیر المؤمنین میں ایک جنگ میں تھا میں نے دیکھا کہ دو سانپ آپس میں خوب لڑ رہے ہیں یہاں تک کہ ایک نے دوسرے کو مار ڈالا۔ اب میں انہیں چھوڑ کر جہاں معرکہ ہوا تھا وہاں گیا دیکھا تو بہت سے سانپ قتل کئے ہوئے پڑے ہیں اور بعض سے اسلام کی خوشبو آ رہی ہے، پس میں نے ایک ایک کو گھٹنا شروع کیا یہاں تک کہ ایک زرد رنگ کے دبیلے پتلے سانپ میں سے مجھے اسلام کی خوشبو آنے لگی میں نے اپنے عمامے میں لپیٹ کر اسے دفن دیا، اب میں چلا

جار ہاتھ جو میں نے ایک آواز سنی کہ اے اللہ کے بندے تجھے اللہ کی طرف سے ہدایت دی گئی۔ یہ دونوں سانپ جنات کے قبیلہ بنو ضحیان اور بنو قیس میں سے تھے ان دونوں میں جنگ ہوئی اور پھر جس قدر قتل ہوئے وہ تم نے خود کھ لے۔ انہیں میں ایک شہید جنہیں تم نے دفن کیا وہ تھے جنہوں نے خود رسول اللہ ﷺ کی زبانی وحی الہی سنی تھی۔ حضرت عثمان اس قصے کو سن کر فرمانے لگے اے شخص! اگر تو سچا ہے تو اس میں شک نہیں کہ تو نے عجب واقعہ دیکھا اور اگر تو جھوٹا ہے تو جھوٹ کا بوجھ تجھ پر ہے۔ اب آیت کی تفسیر سنئے ارشاد ہے کہ جب ہم نے تیری طرف جنات کے ایک گروہ کو پھیرا جو قرآن سن رہا تھا۔ جب وہ حاضر ہو گئے اور تلاوت شروع ہوئے کوئی تو انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کو یہ ادب سکھایا کہ خاموشی سے سنو۔ ان کا ایک اور ادب بھی حدیث میں آیا ہے ترمذی وغیرہ میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے صحابہ کرام کے سامنے سورہ رحمان کی تلاوت کی پھر فرمایا کیا بات ہے؟ جو تم سب خاموش ہی رہے تم سے تو بہت اچھے جواب دینے والے جنات ثابت ہوئے جب بھی میرے منہ سے انہوں نے آیت قَبَآئِیَ الْآءِ رَبِّکُمْ تَاکْذِبْنَ سنی انہوں نے جواب میں کہا وَا لَا بِشَیْءٍ مِّنَ الْآلِیْنِ اَوْ نَعْمَکَ رَبَّنَا تُکْذِبُ فَلَکَ الْحَمْدُ۔

پھر فرماتا ہے جب فراغت حاصل کی گئی۔ قضی کے معنی آن آتوں میں بھی یہی ہیں فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوةُ اور فَقَطَّضْهُمْ سَبْعَ مَسَامَاتٍ اور فَاِذَا قُضِیْتُمْ مِّنَیْکُمْ مِّنَ الْبَرِّ یعنی وہ اپنی قوم کو مدھمکانے اور انہیں آگاہ کرنے کے لئے واپس ان کی طرف چلے۔ جیسے اللہ عزوجل وعلاکافران ہے۔ لَیَسْفَعُھُمْ فِی الدِّیْنِ الخ یعنی وہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور جب واپس اپنی قوم کے پاس پہنچیں تو انہیں بھی ہوشیار کر دیں بہت ممکن ہے کہ وہ بچاؤ اختیار کر لیں۔ اس آیت سے استدلال کیا گیا ہے کہ جنات میں بھی اللہ کی باتوں کو پہنچانے والے اور درستانے والے ہیں لیکن ان میں سے رسول نہیں بنائے گئے۔ یہ بات بلاشبہ ثابت ہے کہ جنوں میں پیغمبر نہیں ہیں۔

فرمان باری ہے وَمَا اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ اِلَّا رِجَالًا عَلٰی سَبْعٍ مِّائٍ یعنی ”ہم نے تجھ سے پہلے بھی جتنے رسول بھیجے وہ سب بہتوں کے رہنے والے انسان ہی تھے جن کی طرف ہم اپنی وحی بھیجا کرتے تھے“ اور آیت میں ہے وَمَا اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا اَنھُمْ لَیَّا کُلُوْا الطَّعَامَ وَیَمْسُوْا فِی الْاَسْوَاقِ یعنی تجھ سے پہلے ہم نے جتنے رسول بھیجے وہ سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔“ ابراہیم غلیل اللہ علیہ والصلوٰۃ والسلام کی نسبت قرآن میں ہے وَجَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِہِ النُّبُوَّةَ وَالْکِتٰبَ یعنی ”ہم نے ان کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھ دی پس آپ کے بعد جتنے نبی آئے وہ آپ ہی کے خاندان اور آپ ہی کی نسل میں سے ہوئے ہیں۔“ لیکن سورہ انعام کی آیت یَمْشِیْ الرِّجَالُ وَالْاَنْسَ اَلَمْ یَاْتِکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ اَلَمْ یَاْتِکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ یعنی ”اے جنوں اور انسانوں کے گروہ! کیا تمہارے پاس تم سے رسول نہیں آئے تھے؟ اس کا مطلب اور اس سے مراد یہ دونوں جنس ہیں پس اس کا مصداق ایک جنس ہی ہو سکتی ہے، جیسے فرمان ہے یَخْرُجُ مِنْھُمَا الذُّنُوْا وَالْمَرْجَانُ یعنی ان دونوں سمندروں میں سے موتی اور مونگا نکلتا ہے حالانکہ دراصل ایک میں سے ہی نکلتا ہے۔“

قَالُوْا یَقُوْمُنَا اِنَّا سَمِعْنَا کِتٰبًا اَنْزَلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰی مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ یَهْدِیْۤ اِلَی الْحَقِّ وَ اِلَی طَرِیْقٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝۱۰۰
یَقُوْمُنَا اَحِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰہِ وَاٰمِنُوْا بِہِ یَغْفِرْ لَکُمْ مِّنْ ذُنُوْبِکُمْ وَ یَجْزِکُمْ مِّنْ عَذَابِ الْیَمِّ ۝۱۰۱ وَ مَنۢ لَّا یُحِبِّ

دَاعِيَ اللَّهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْأَرْضِ وَلَيْسَ لَهُ مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءُ ۚ أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٣٠﴾

کہنے لگے اے ہماری قوم! ہم نے یقیناً وہ کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے جو سچے دین کی اور راہ راست کی رہبری کرتی ہے ○ اے ہماری قوم! اللہ کے بلانے والے کا کہا مانو اس پر ایمان لاؤ تو اللہ تمہارے کچھ گناہ بخش دے گا اور تمہیں المناک عذاب سے پناہ دے گا ○ اور جو شخص اللہ کے بلانے والے کا کہنا نہ مانے گا پس وہ زمین میں کہیں بھاگ کر اللہ کو تھکا نہیں سکتا اور نہ اللہ کے سوا اور کوئی اس کے مددگار ہوں گے یہ لوگ مکی گمراہی میں ہیں ○

ایمان دار جنوں کی آخری منزل: ☆ ☆ (آیت: ۳۰-۳۲) اب بیان ہو رہا ہے جنات کے اس وعظ کا جو انہوں نے اپنی قوم میں کیا۔ فرمایا کہ ہم نے اس کتاب کو سنا ہے جو حضرت موسیٰ کے بعد نازل ہوئی ہے۔ حضرت عیسیٰ کی کتاب انجیل کا ذکر اس لئے چھوڑ دیا کہ وہ دراصل تورات کو پورا کرنے والی تھی۔ اس میں زیادہ تر وعظ کے اور دل کو نرم کرنے کے بیانات تھے۔ حرام حلال کے مسائل بہت کم تھے پس اصل چیز تورات ہی رہی اسی لئے ان مسلم جنات نے اسی کا ذکر کیا اور اسی بات کو پیش نظر رکھ کر حضرت درقہ بن نوفل نے جس وقت حضور کی زبانی حضرت جبریل علیہ السلام کے اول دفعہ آنے کا حال سنا تو کہا تھا کہ واہ یہ تو وہ مبارک وجود اللہ کے بھیجی کا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا کرتے تھے کاش کہ میں اور کچھ زمانہ زندہ رہتا 'خ' پھر قرآن کی اور صفت بیان کرتے ہیں کہ وہ اپنے سے پہلی تمام آسمانی کتابوں کو سچا جلاتا ہے وہ اعتقادی مسائل اور اخباری مسائل میں حق کی جانب رہبری کرتا ہے اور اعمال میں راہ راست دکھاتا ہے۔ قرآن میں دو چیزیں ہیں یا خبر یا طلب پس اس کی خبر سچی اور اس کی طلب عدل والی۔ جیسے فرمان ہے وَنَمَتُ كَلِمَةً رَبَّنَا صِدْقًا وَعَدْلًا یعنی تیرے رب کا کلمہ سچائی اور عدل کے لحاظ سے بالکل پورا ہی ہے۔ اور آیت میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ وَهُوَ اللَّهُ جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور حق دین کے ساتھ بھیجا ہے پس ہدایت نفع دینے والا علم ہے اور دین حق نیک عمل ہے یہی مقصد جنات کا تھا۔ پھر کہتے ہیں اے ہماری قوم! اللہ کے داعی کی دعوت پر لبیک کہو۔ اس میں دلالت ہے اس امر کی کہ رسول اللہ ﷺ جن و انس کی دونوں جماعتوں کی طرف اللہ کی طرف سے رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ اس لئے کہ آپ نے جنات کو اللہ کی طرف دعوت دی اور ان کے سامنے قرآن کریم کی وہ سورت پڑھی جس میں ان دونوں جماعتوں کو مخاطب کیا گیا ہے اور ان کے نام احکام جاری فرمائے ہیں اور وعدہ و وعید بیان کیا ہے یعنی سورۃ الرحمن۔ پھر فرماتے ہیں ایسا کرنے سے وہ تمہارے بعض گناہ بخش دے گا۔ لیکن یہ اس صورت میں ہو سکتا ہے جب لفظ میں کو زندہ نہ مانیں چنانچہ ایک قول مفسرین کا یہ بھی ہے اور قاعدے کے مطابق اثبات کے موقع پر لفظ من بہت ہی کم زندہ آتا ہے اور اگر زندہ مانا لیا جائے تو مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف فرمائے گا اور تمہیں اپنے المناک عذابوں سے رہائی دے گا۔ اس آیت سے بعض علماء نے استدلال کیا ہے کہ ایمان دار جنوں کو بھی جنت نہیں ملے گی ہاں عذاب سے وہ چھٹکارا پائیں گے یہی ان کی نیک اعمالیوں کا بدلہ ہے اور اگر اس سے زیادہ مرتبہ بھی انہیں ملنے والا ہوتا تو اس مقام پر یہ مومن جن اسے ضرور بیان کر دیتے۔

حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ مومن جن جنت میں نہیں جائیں گے اس لئے کہ وہ اللہ کی اولاد سے ہیں اور اولاد اللہ جنت میں نہیں جائے گی۔ لیکن حق یہ ہے کہ مومن جن مثل ایمان دار انسانوں کے ہیں اور وہ جنت میں جگہ پائیں گے جیسا کہ سلف کی ایک جماعت کا

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ
وَلَمْ يَعْ يَخْلُقْهُمْ بِقَدِيرٍ عَلَىٰ أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ ۚ بَلَىٰ
إِنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۖ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ
كَفَرُوا عَلَى النَّارِ أَلَيْسَ هَذَا بِالْحَقِّ قَالُوا بَلَىٰ وَرَبِّنَا قَالَ
فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ۝

کیا وہ نہیں دیکھتے کہ جس اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کر دیا اور ان کے پیدا کرنے سے وہ نہ تھکا وہ یقیناً مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے ○ ہے شک وہ ایسا ہی ہے وہ یقیناً ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے نفرت کیا جس دن جنہم کے سامنے لائے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کیا یہ جن نہیں ہے؟ تو جواب دیں گے کہ ہاں قسم ہے ہمارے رب کی حق ہے۔ اللہ فرمائے گا اب اپنے کفر کے بدلے کہ عذاب کا مزہ چکھو ○

(آیت: ۳۳-۳۴) اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان لوگوں نے جو مرنے کے بعد جینے کے منکر ہیں اور قیامت کے دن جنہم سمیت جی اٹھنے کو محال جانتے ہیں یہ نہیں دیکھا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے کل آسمانوں اور تمام زمینوں کو پیدا کیا اور ان کی پیدائش نے اسے کچھ نہ تھکایا بلکہ صرف "ہو جا" کے کہنے سے ہی ہو گئیں کون تھا جو اس کے علم کی خلاف ورزی کرتا یا مخالفت کرتا بلکہ حکم برداری سے راضی خوشی ڈرتے دیتے سب موجود ہو گئے کیا اتنی کمال قدرت و قوت والا مردوں کے زندہ کر دینے کی سکت نہیں رکھتا؟ چنانچہ دوسری آیت میں ہے لَخَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ أَكْثَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلَٰكِنْ أَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ یعنی انسانوں کی پیدائش سے تو بہت بھاری اور مشکل اور بہت بڑی اہم پیدائش آسمان و زمین کی ہے لیکن اکثر لوگ بے سمجھ ہیں۔ جب زمین و آسمان کو اس نے پیدا کر دیا تو انسان کا پیدا کر دینا خواہ ابتدا ہو خواہ دوبارہ وہ اس پر کیا مشکل ہے؟ اسی لئے یہاں بھی فرمایا کہ ہاں وہ ہر شے پر قادر ہے اور انہی میں سے موت کے بعد زندہ کرتا ہے کہ اس پر بھی وہ صحیح طور پر قادر ہے۔ پھر اللہ جل و علا کا فرد کا دھککا ہے کہ قیامت والے دن جنہم میں ڈالے جائیں اس سے پہلے جنہم کے کنارے پر انہیں کھڑا کر کے ایک مرتبہ پھر لا جواب اور بے حجت کیا جائے گا اور کہا جائے گا کیوں جی ہمارے وعدے اور یہ دوزخ کے عذاب اب تو صحیح نکلے یا اب بھی شک و شبہ اور انکار و تکذیب ہے؟ یہ جادو تو نہیں تمہاری آنکھیں تو اندھی نہیں ہو گئیں؟ جو دیکھ رہے ہو صحیح و دیکھ رہے ہو یا زحمت صحیح نہیں؟ اب سوائے اقرار کے کچھ نہ بن پڑے گا جواب دیں گے کہ ہاں ہاں سب حق ہے جو کہا گیا تھا وہی نکلا قسم اللہ کی اب ہمیں رتی برابر بھی شک نہیں۔ اللہ فرمائے گا۔ اب دو گھڑی پہلے کے کفر کا مزہ چکھو۔

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ
لَهُمْ كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوعَدُونَ لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً
مِّنْ نَّهَارٍ ۚ بَلَدٌ ۚ فَهَلْ يُهْلِكُ إِلَّا الْقَوْمَ الْفَاسِقُونَ ۝

ہاں (آیت: ۳۵) تم ایسا صبر کر جیسا صبر عالی بہت رسولوں نے کیا اور ان کے لئے عذاب طلب کرنے میں جلدی نہ کرنا جس دن اس عذاب کو دیکھیں گے جس کا وعدہ دینے جاتے ہیں تو (یہ معلوم ہونے لگے گا کہ) دن کی ایک گھڑی ہی (دنیا میں) ٹھہرے تھے یہ ہے پیغام پہنچا دینا بندگان کے سوا کوئی بلاک نہ کیا جائے گا ○

(آیت: ۳۵) پھر اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو تسلی دے رہا ہے کہ آپ کی قوم نے اگر آپ کو جھٹلایا آپ کی قدر نہ کی آپ کی مخالفت کی

ایذا رسانی کے درپے ہوئے تو یہ کوئی نئی بات تھوڑی ہی ہے؟ اگلے اولوالعزم پیغمبروں کو یاد کرو کہ کسی ایذا میں مصیبتیں اور تکلیفیں برداشت کیں اور کن کن زبردست مخالفوں کی مخالفت کو صبر سے برداشت کیا؟ ان رسولوں کے نام یہ ہیں 'نوح' ابراہیم موسیٰ عیسیٰ اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہم وسلم۔ انبیاء کے بیان میں ان کے نام خصوصیت سے سورہ احزاب اور سورہ شوریٰ میں مذکور ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اولوالعزم رسول سے مراد سب پیغمبر ہوں تو مِّنَ الرُّسُلِ کا مین بیان جنس کے لئے ہوگا۔ واللہ اعلم۔ ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ ﷺ نے روزہ رکھا، پھر بھوکے ہی رہے پھر روزہ رکھا، پھر بھوکے ہی رہے اور پھر روزہ رکھا پھر فرمانے لگے عائشہؓ محمدؐ اور آل محمدؐ کے لائق تو دنیا ہے ہی نہیں۔ عائشہؓ دنیا کی بلاؤں اور مصیبتوں پر صبر کرنے اور دنیا کی خواہش کی چیزوں سے اپنے تئیں بچائے رکھے کا حکم اولوالعزم رسول کئے گئے اور وہی تکلیف مجھے بھی دی گئی ہے جو ان عالی ہمت رسولوں کو دی گئی تھی۔ قسم اللہ کی میں بھی انہی کی طرح اپنی طاقت بھر صبر و سہار سے ہی کام لوں گا اللہ کی قوت کے بھروسے پر یہ بات زبان سے نکال رہا ہوں۔ پھر فرمایا اے نبی! یہ لوگ عذابوں میں مبتلا کئے جائیں اس کی جلدی نہ کرو۔ جیسے اور آیت میں ہے وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ اِلٰیَّ جَعْلے اور ان جھٹلانے والوں پیٹ بھروں مالداروں کو چھوڑ دے اور انہیں کچھ مہلت دے۔ اور فرمان ہے فَمَهْلِلِ الْكَافِرِينَ یعنی کافروں کو مہلت دو انہیں تھوڑی دیر چھوڑ دو۔ پھر فرماتا ہے جس دن یہ ان چیزوں کا مشاہدہ کر لیں گے جن کے وعدے آج دیئے جاتے ہیں اس دن انہیں یہ معلوم ہونے لگے گا کہ دنیا میں صرف دن کا کچھ ہی حصہ گذرا ہے۔ اور آیت میں ہے۔ كَانَتْهُمْ يَوْمَ يُرَوُّنَهَا لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحًى یعنی جس دن یہ قیامت کو دیکھ لیں گے تو ایسا معلوم ہوگا کہ گویا دنیا میں صرف ایک صبح یا ایک شام ہی گذاری تھی وَيَوْمَ يُحْشَرُهُمْ كَاَنَّهُمْ لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ یعنی جس دن ہم انہیں جمع کریں گے تو یہ محسوس کرنے لگیں گے کہ گویا دن کی ایک ساعت ہی دنیا میں رہے تھے۔ پھر فرمایا پہنچا دینا ہے۔ اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ دنیا کا ٹھہرنا صرف ہماری طرف سے ہماری باتوں کے پہنچا دینے کے لئے تھا۔ دوسرے یہ کہ یہ قرآن صرف پہنچا دینے کے لئے ہے۔ یہ کھلی تبلیغ ہے۔ پھر فرماتا ہے سوائے فاسقوں کے اور کسی کو ہلاکی نہیں۔ یہ اللہ جل و علا کا عدل ہے کہ جو خود ہلاک ہوا سے ہی وہ ہلاک کرتا ہے عذاب اسی کو ہو جس نے جو خود اپنے ہاتھوں اپنے لئے عذاب مہیا کرے اور اپنے آپ کو مستحق عذاب کر دے۔ واللہ اعلم۔

تفسیر سورہ محمد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ
وَالَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوا بِمَا نَزَّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ
وَهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَاَصْلَحَ
بَاٰلَهُمْ ذٰلِكَ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبِعُوا الْبَاطِلَ وَاِنَّ
الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَبِّهِمْ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ
لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ

شروع کرتا ہوں میں اللہ مہربان اور رحم کرنے والے کے نام سے

جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا اللہ نے ان کے اعمال برباد کر دیئے اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور اس پر بھی یقین کیا جو محمدؐ پر اتاری گئی ہے اور دراصل ان کے رب کی طرف کا سچا دین بھی وہی ہے اللہ نے ان کے گناہ دور کر دیئے اور ان کے حال کی اصلاح کر دی ○ یہ اس لئے کہ کافروں نے باطل کی پیروی کی اور مومنوں نے اس دین حق کی اتباع کی جو ان کے اللہ کی طرف سے ہے اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے احوال اسی طرح بتاتا ہے ○

(آیت: ۱-۳) ارشاد ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے خود بھی اللہ کی آیتوں کا انکار کیا اور دوسروں کو بھی راہ خدا سے روکا اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال ضائع کر دیئے ان کی نیکیاں بیکار ہو گئیں جیسے فرمان ہے ہم نے ان کے اعمال پہلے ہی غارت و برباد کر دیئے ہیں اور جو لوگ ایمان لائے دل سے اور مطابق شرع اعمال کئے بدن سے، یعنی ظاہر باطن دونوں خدا کی طرف جھکا دیئے اور اس وحی الہی کو بھی مان لیا جو موجودہ آخر الزماں پیغمبر پر اتاری گئی ہے اور جو فی الواقع رب کی طرف سے ہی ہے اور جو سراسر حق و صداقت ہی ہے ان کی برائیاں برباد ہیں اور ان کے حال کی اصلاح کا ذمہ دار خود خدا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور کے نبی ہو چکنے کے بعد ایمان کی شرط آپ پر اور قرآن پر ایمان لانا بھی ہے۔ حدیث کا حکم ہے کہ جس کی چھینک پر حمد کرنے کا جواب دیا گیا ہو اسے چاہئے کہ يَهْدِيكُمْ اللَّهُ وَ يُصْلِحَ بَالَكُمْ کہے یعنی خدا تمہیں ہدایت دے اور تمہاری حالت سنو دے۔ پھر فرماتا ہے کفار کے اعمال غارت کر دینے کی اور مومنوں کی برائیاں معاف فرما دینے اور ان کی شان سوار دینے کی وجہ یہ ہے کہ کفار تو ناحق کو اختیار کرتے ہیں حق کو چھوڑ کر اور مومن ناحق کو پرے پھینک کر حق کی پابندی کرتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ لوگوں کے انجام کو بیان فرماتا ہے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ خوب جاننے والا ہے۔

فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتَّىٰ إِذَا
أَخْتَضَمْتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَتَاقَ ۖ فَمَا مَثَابَعَدُ وَاِمَا فِدَاءٍ
حَتَّىٰ تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا ۚ ذَٰلِكَ وَلَوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَانتَصَرَ
مِنْهُمْ وَلَٰكِن لِّيَبْلُوَ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ۖ وَالَّذِينَ قُتِلُوا فِي
سَبِيلِ اللَّهِ فَلَن يُضِلَّ أَعْمَالَهُمْ ۝

جب کافروں سے ٹھسنا کارن پڑ جائے تو گردنوں پر دار مارو۔ جب ان کا خوب کٹاؤ کر چکو تو اب خوب مضبوط قید و بند سے گرفتار کر دو پھر اختیار ہے کہ خواہ احسان رکھ کر چھوڑ دیا جائے کہ یا جہنم لڑائی اپنے ہتھیار رکھ دے یہی حکم ہے اور اگر اللہ چاہتا تو خود ہی اس سے بدلے لے لیتا لیکن اس کی چاہت یہ ہے کہ تم میں سے ایک کا امتحان دوسرے سے لے لے جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کر دیئے جاتے ہیں اللہ ان کے اعمال ہرگز ضائع نہ کرے گا ○

جب کفار سے میدان جہاد میں آمناسا مننا ہو جائے: ☆ ☆ (آیت: ۴) یہاں ایمانداروں کو جنگی احکام دیئے جاتے ہیں کہ جب کافروں سے ٹڈ بھڑ ہو جائے دینی لڑائی شروع ہو جائے تو ان کی گردنیں اڑاؤ، تلواریں چلا کر گردن دھڑ سے اڑا دو۔ پھر جب دیکھو کہ دشمن ہارا اس کے آدمی کافی کٹ چکے تو باقی ماندہ کو مضبوط قید و بند کے ساتھ مقید کر لو جب لڑائی ختم ہو چکے، معرکہ پورا ہو جائے پھر تمہیں اختیار ہے کہ قیدیوں کو بطور احسان بغیر کچھ لئے ہی چھوڑ دو اور یہ بھی اختیار ہے کہ ان سے تادان جنگ وصول کرو پھر چھوڑ دو۔ یہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ بدر کے غزوے کے بعد یہ آیت اتری ہے کیونکہ بدر کے معرکہ میں زیادہ تر مخالفین کو قید کرنے اور قید کرنے میں مسلمانوں پر عتاب کیا گیا تھا اور فرمایا تھا مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ ۚ ۱؎ نبیؐ کو لائق نہ تھا کہ اس کے پاس قیدی ہوں جب تک کہ ایک مرتبہ جی کھول کر مخالفین

میں موت کی گرم بازاری نہ ہو لے کیا تم دنیوی اسباب کی چاہت میں ہو؟ اللہ کا ارادہ تو آخرت کا ہے اور اللہ عزیز و حکیم ہے۔ اگر پہلے ہی سے خدا کا لکھا ہوا نہ ہوتا تو جو تم نے لیا اس کی بابت تمہیں بڑا عذاب ہوتا۔ بعض علماء کا قول ہے کہ یہ اختیار منسوخ ہے اور یہ آیت ناخ ہے فإِذَا أُنْسِلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ أَوْ جِدَّ تُمُوهُمْ أَوْ جِدَّ تُمُوهُمْ أَوْ جِدَّ تُمُوهُمْ

جہاں پاؤ وہیں قتل کرو۔ لیکن اکثر علماء کا فرمان ہے کہ منسوخ نہیں۔ اب بعض تو کہتے ہیں کہ امام کو دو باتوں میں سے ایک کا اختیار ہے یعنی یا تو احسان رکھ کر چھوڑ دینے کا یا فدیہ لے کر چھوڑ دینے کا۔ لیکن بعض کہتے ہیں قتل کر ڈالنے کا بھی اختیار ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ بدر کے قیدیوں میں سے نصر بن حارث اور عقبہ بن ابوعبیط کو رسول اللہ ﷺ نے قتل کرا دیا تھا اور یہ بھی اس کی دلیل ہے کہ شامہ بن اثال نے جب کہ وہ اسیری کی حالت میں تھے اور رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا تھا کہ کبوشامہ کیا خیال ہے؟ تو انہوں نے کہا اگر آپ قتل کریں گے تو ایک خون والے کو قتل کریں گے اور اگر آپ احسان رکھیں گے تو ایک شکر گزار پر احسان رکھیں گے اور اگر مال طلب کرتے ہیں تو جو آپ نہیں گئے مل جائے گا۔

حضرت امام شافعی کا ایک چوتھی بات کا بھی اختیار بتلاتے ہیں۔ یعنی قتل کا 'احسان' بدلے کا اور غلام بنا کر رکھ لینے کا۔ اس مسئلے کی ربط کی جگہ فروغی مسائل کی کتاب میں ہیں اور ہم نے بھی خدا کے فضل و کرم سے کتاب الاحکام میں اس کے دلائل بیان کر دیئے ہیں۔ پھر فرماتا ہے یہاں تک کہ لڑائی اپنے ہتھیار رکھ دے یعنی بقول علامہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نازل ہو جائیں۔ ممکن ہے حضرت مجاہد کی نظریں اس حدیث پر ہوں جس میں سے میری امت ہمیشہ حق کے ساتھ ظاہر رہے گی یہاں تک کہ ان کا آخری شخص دجال سے لڑے گا۔

مہند احمد اور سائیکل میں ہے کہ حضرت سلمہ بن نفیل خدمت نبویؐ میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے میں نے گھوڑوں کو چھوڑ دیا اور ہتھیار الگ کر دیئے اور لڑائی نے اپنے ہتھیار رکھ دیئے اور میں نے کبھ یا کہ لڑائی ہے ہی نہیں۔ حضورؐ نے انہیں فرمایا اب لڑائی آگئی مری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ لوگوں پر ظاہر رہے گی جن لوگوں کے دل نیز بھرے ہو جائیں گے یہ ان سے لڑیں گے اور اللہ تعالیٰ انہیں ان سے روزیاد دے گا یہاں تک کہ خدا کا امر آجائے اور وہ اسی حالت پر ہوں گے۔ مومنوں کی زمین شام میں ہے۔ گھوڑوں کی ایال میں قیامت تک کے لئے خدا نے خیر رکھ دی ہے۔ یہ حدیث امام بغوی نے بھی وارد کی ہے اور حافظ ابو یعلیٰ موصلی نے بھی۔ اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ جو لوگ اس آیت کو منسوخ نہیں بتلاتے گویا کہ یہ حکم شروع ہے جب تک کہ لڑائی باقی رہے اور اس حدیث نے بتلایا کہ لڑائی قیامت تک باقی رہے گی یہ آیت مثل اس آیت کے ہے وَقَتْلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةً أَخ، یعنی ان سے لڑتے رہو جب تک کہ فتنہ باقی ہے اور جب تک کہ دین اللہ ہی کے لئے نہ ہو جائے۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں لڑائی کے ہتھیار رکھ دینے سے مراد شرک کا باقی نہ رہنا ہے اور بعض سے مروی ہے کہ مراد یہ ہے کہ مشرکین اپنے شرک سے توبہ کر لیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ اپنی کوششیں خدا کی اطاعت میں صرف کرنے لگ جائیں۔ پھر فرماتا ہے کہ اگر خدا چاہتا تو آپ ہی کفار کو بر باد کرتا دیتا اپنے پاس سے ان پر عذاب بھیج دیتا لیکن وہ تو یہ چاہتا ہے کہ تمہیں آزمائے اس لئے جہاد کے احکام جاری فرمائے ہیں۔ سورۃ آل عمران اور برأت میں بھی اس مضمون کو بیان کیا ہے۔ آل عمران میں ہے أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُدْخِلُوا الْخَنَةَ أَخ کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ بغیر اس بات کے کہ خدا جان لے کہ تم میں سے مجاہدون ہیں اور تم میں سے صبر کرنے والے کون ہیں تم جنت میں چلے جاؤ؟ سورۃ برأت میں ہے فَاقْبَلُوهُمْ بِعَذَابِهِمْ اللَّهُ أَخ، ان سے جہاد کرو اللہ تمہارے ہاتھوں انہیں عذاب کرے گا اور تمہیں ان پر نصرت عطا فرمائے گا اور ایمان والوں کے سینے شفا والے کر دے گا اور اپنے دلوں کے دلوے نکالنے کا انہیں موقع دے گا اور جس کی چاہے گا تو بہ قبول فرمائے گا اللہ بڑا علیم و حکیم ہے۔ اب چونکہ یہ بھی تھا کہ جہاد میں مومن بھی شہید ہوں

اس لئے فرماتا ہے کہ شہیدوں کے اعمال اکارت نہیں جائیں گے بلکہ بہت بڑا چڑھا کر ثواب انہیں دینے جائیں گے۔ بعض کو تو قیامت تک کے ثواب ملیں گے۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ شہید کو چھ انعامات حاصل ہوتے ہیں۔ اس کے خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرے ہی اس کے کل گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اسے اس کا جنت کا مکان دکھا دیا جاتا ہے اور نہایت خوبصورت بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے اس کا نکاح کر دیا جاتا ہے۔ وہ بڑی گھبراہٹ سے امن میں رہتا ہے۔ وہ عذاب قبر سے بچایا جاتا ہے۔ اسے ایمان کے زیور سے آراستہ کر دیا جاتا ہے۔ ایک اور حدیث میں یہ بھی ہے کہ اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جاتا ہے۔ جو درو یا قوت کا جڑاؤ ہوتا ہے جس میں کا ایک یا قوت تمام دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے گراں بہا ہے۔ اسے بہتر حور عین ملتی ہیں اور اپنے خاندان کے ستر شخصوں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔ یہ حدیث ترمذی اور ابن ماجہ میں بھی ہے صحیح مسلم شریف میں ہے سوائے قرض کے شہیدوں کے سب گناہ بخش دیئے جاتے ہیں شہیدوں کے فضائل کی حدیثیں اور بھی بہت ہیں۔

سَيَهْدِيهِمْ وَيُصْلِحُ بِالْهَمِّ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ۝
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ
أَقْدَامَكُمْ ۝ وَالَّذِينَ كَفَرُوا فَتَعْسًا لَهُمْ وَأَضَلَّ أَعْمَالَهُمْ ۝
ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوا مَا أُنْزِلَ اللَّهُ فَاحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ ۝

انہیں راہِ دہکھائے گا اور ان کے حالات کی علاج کر دے گا ○ اور انہیں اس جنت میں لے جائے گا جس سے انہیں شناسا کر دیا ہے ○ اے ایمان والو! اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا ○ اور جو لوگ کافر ہوئے انہیں ہلاکی ہو اللہ ان کے اعمال غارت کر دے گا ○ یہ اس لئے کہ اللہ کی نازل کردہ چیز سے یہ تاخوش ہوئے پس اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے اعمال ضائع کر دیئے ○

(آیت: ۵-۹) پھر فرماتا ہے انہیں خدا جنت کی راہ سمجھا دے گا۔ جیسے یہ آیت اِنَّ الدِّیْنَ اَفْنَوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ یَهْدِیْهِمْ رَبُّهُمْ الخ، یعنی جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک کام کئے ان کے ایمان کے باعث ان کا رب انہیں ان جنتوں کی طرف رہبری کرے گا جو جنتوں سے پر ہیں اور جن کے چنے چنے میں جتنے بڑے ہیں۔ اللہ ان کے حال اور ان کے کام سنوار دے گا اور جن جنتوں سے پہلے ہی وہ آگاہ چکا ہے اور جن کی طرف ان کی رہنمائی کر چکا ہے آخر انہی میں انہیں پہنچائے گا۔ یعنی ہر شخص اپنے مکان اور اپنی جگہ کو جنت میں اس طرح پہنچان لے گا جیسے دنیا میں پہنچان لیا کرتا تھا۔ انہیں کب سے پوچھنے کی ضرورت نہ پڑے گی یہ معلوم ہوگا گویا شروع پیدائش سے یہیں مقیم ہیں۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ جس انسان کے ساتھ اس کے اعمال کا محافظ جو فرشتہ تھا وہی اس کے آگے آگے چلے گا جب یہ اپنی جگہ پہنچے گا تو از خود پہنچان لے گا کہ میری جگہ یہی ہے یونہی پھر اپنی زمین میں سیر کرتا ہوا جب سب دیکھ چکے گا تب فرشتہ ہٹ جائے گا اور یہ اپنی لذتوں میں مشغول ہو جائے گا۔ صحیح بخاری کی مرفوع حدیث میں ہے جب مومن آگ سے چھوٹ جائیں گے تو جنت کے دوزخ کے درمیان ایک بل روک لئے جائیں گے اور آپس میں ایک دوسرے پر جو مظالم تھے ان کے بدلے اتار لئے جائیں گے جب بالکل پاک صاف ہو جائیں گے تو جنت میں جانے کی اجازت مل جائے گی قسم خدا کی جس طرح تم میں سے ہر ایک شخص اپنے دنیوی گھر کی راہ جانتا ہے اور گھر کو پہنچاتا ہے اس سے بہت زیادہ وہ لوگ اپنی منزل اور اپنی جگہ سے واقف ہوں گے پھر فرماتا ہے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم مضبوط کر دے گا۔

جیسے اور جگہ ہے وَلْيَنْصُرُوا اللَّهَ مِنْ نَصْرِهِ اللَّهُ مِمَّنْ يَنْصُرُهُ اللَّهُ ضرور اس کی مدد کرے گا جو اللہ کی کرے اس لئے کہ جیسا عمل ہوتا ہے اسی جنس کی جزا ہوتی ہے اور وہ تمہارے قدم بھی مضبوط کر دے گا حدیث میں ہے جو شخص کسی اختیار والے کے سامنے ایک ایسے حاجت مندی حاجت پہنچائے جو خود وہاں نہ پہنچ سکتا ہو تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ پہل صراط پر اس کے قدم مضبوطی سے جمادے گا۔ پھر فرماتا ہے کافروں کا حال بالکل برعکس ہے یہ قدم قدم پر ٹھوکریں کھائیں گے۔ حدیث میں ہے دنیا زور ہم اور کپڑے لئے کا بندہ ٹھوکر کھا گیا وہ برباد ہوا اور ہلاک ہوا۔ وہ اگر بیمار پڑ جائے تو خدا کرے اسے شفا بھی نہ دے ایسوں کے نیک اعمال بھی اکارت ہیں اس لئے کہ یہ قرآن وحدیث سے ناخوش ہیں نہ اس کی عزت وعظمت ان کے دل میں نہ ان کا قصد وتسلیم کا ارادہ۔ پس ان کے جو کچھ اچھے کام تھے اللہ نے انہیں بھی عارت کر دیا۔

أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ دَمَّرَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَلِلْكَافِرِينَ أَمْثَالُهُمْ
ذَٰلِكَ بَآئٍ لِلَّهِ مَوْلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَأَنَّ الْكَافِرِينَ لَا
مَوْلَى لَهُمْ

کیا ان لوگوں نے زمین میں چل پھر کر اس کا معائنہ نہیں کیا کہ ان سے پہلے کے لوگوں کا نتیجہ کیا ہوا؟ اللہ نے انہیں ہلاک کر دیا اور کافروں کے لئے اسی طرح کی سزائیں ہیں ○ یہ اس لئے کہ ایمان والوں کا کالسا زخود اللہ تعالیٰ ہے اور اس لئے کہ کافروں کا کوئی کارساز نہیں ○

تمام شہروں سے پیارا شہر: ☆☆☆ (آیت: ۱۰-۱۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان لوگوں نے جو خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں اور اس کے رسول کو جھٹلا رہے ہیں زمین کی سیر نہیں کی؟ جو یہ معلوم کر لیتے ہیں اور اپنی آنکھوں دیکھ لیتے ہیں کہ ان سے اگلے جوان جیسے تھے ان کے انجام کیا ہوئے؟ کس طرح وہ تاخت وتاراج کر دیئے گئے اور ان میں سے صرف اسلام و ایمان والے ہی نجات پانے کافروں کے لئے اسی طرح کے عذاب آیا کرتے ہیں۔ پھر بیان فرماتا ہے مسلمانوں کا خود خدا ولی ہے اور کفار بے ولی ہیں۔ اسی لئے احوال دین مشرکین کے سردار ابوسفیان صحر بن حرب نے فخر کے ساتھ جب نبی ﷺ اور آپ کے دونوں خلیفوں کی نسبت سوال کیا اور کوئی جواب نہ پایا تو کہنے لگا کہ یہ سب ہلاک ہو گئے پھر اسے فاروق عظیم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اور فرمایا میں کی زندگی تجھے خارجی طرح ٹھکتی ہے اللہ نے ان سب کو اپنے فضل سے زندہ ہی رکھا ہے۔ ابوسفیان کہنے لگا سنو یہ دن بدر کے بدلے کا دن ہے اور لڑائی توش ڈولوں کے ہے کبھی کوئی اور کبھی کوئی اور۔ تم اپنے مقتولین میں بعض ایسے بھی پاؤ گے جن کے ناک کان وغیرہ ان کے مرنے کے بعد کاٹ لئے گئے ہیں میں نے ایسا کبھی نہیں دیا لیکن مجھے پھر کبھی بھی نہیں لگا پھر اس نے رجز کے اشعار فخریہ پڑھنے شروع کئے کہنے لگا اَعْلُ هُبْلُ اَعْلُ هُبْلُ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم اسے جواب کیوں نہیں دیتے؟ صحابہ نے پوچھا حضور کیا جواب دیں؟ فرمایا کہو اللَّهُ اَعْلَى وَأَجَلُ یعنی وہ کہتا تھا ہبل بت کا بول بالا ہو جس کے جواب میں کہا گیا سب سے زیادہ بلند کی والا اور سب سے زیادہ عزت و کرم والا اللہ ہی ہے۔ ابوسفیان نے پھر کہا لَنَا الْعُزَى وَلَا عُزَى لَكُمْ ہمارا عزی (بت) ہے اور تمہارا نہیں۔ اس کے جواب میں بفرمان حضور کہا گیا اللَّهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلَا لَكُمْ اللہ ہمارا مولا ہے اور تمہارا مولا کوئی نہیں۔

إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي
 مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَتَمَتَّعُونَ وَيَأْكُلُونَ

كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۖ وَكَأَيِّنْ مِنْ
قَرْيَةٍ هِيَ أَشَدُّ قُوَّةً مِنْ قَرْيَتِكَ الَّتِي أَخْرَجْتِكَ
أَهْلَكْنَاهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ۖ

جو لوگ ایمان لائے ہیں اور مشائستہ اعمال کئے ہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ یقیناً ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے درختوں کے نیچے نہریں جاری ہیں اور جو لوگ منکر ہوئے ہیں وہ (دنیا ہی کا) فائدہ اٹھا رہے ہیں اور مثل چوپاؤں کے کھا رہے ہیں ان کا اصل ٹھکانا تو جہنم ہے ○ ہم نے کتنی ایک بستیوں کو جو طاقت میں تیری اس بستی سے بہت زیادہ تھیں جس نے تجھے نکالا ہے ہلاک کر دیا ہے جن کا مددگار کوئی نہ اٹھا ○

(آیت ۱۴-۱۳) پھر جناب باری خبر دیتے ہیں کہ ایماندار قیامت کے دن جنت نشین ہوں گے اور کفر کرنے والے دنیا میں تو خواہ کچھ یونہی سافل اٹھالیں لیکن ان کا اصلی ٹھکانا جہنم ہے۔ دنیا میں ان کی زندگی کا مقصد صرف کھانا پینا اور پیٹ بھرنا ہے اسے یہ لوگ مثل جانوروں کے پورا کر رہے ہیں جس طرح وہ ادھر ادھر منہ مار گریلا سوکھا پیٹ میں بھرنے کا ہی ارادہ رکھتا ہے اسی طرح یہ ہے کہ حلال حرام کی اسے کچھ تمیز نہیں پیٹ بھرنا مقصود ہے۔ حدیث شریف میں ہے ”مومن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں جزا والے دن اپنے اس کفر کی پاداش میں ان کے لئے جہنم کی گونا گونا سزائیں ہیں۔ پھر کفار مکہ کو دھمکتا ہے اور اپنے عذابوں سے ڈراتا ہے کہ دیکھو جن بستیوں والے تم سے بہت زیادہ طاقت و قوت والے تھے ان کو ہم نے بہ سب ہمارے نبیوں کے جھلٹانے اور ہمارے احکام کی خلاف ورزی کرنے کی وجہ سے جس نہس کر دیا تم جو ان سے کمزور اور کم طاقت ہو اس رسول کو جھلٹاتے اور ایذا نہیں پہنچاتے ہو جو خاتم الانبیاء اور سید الرسل ہیں سمجھو کہ تمہارا انجام کیا ہوگا؟ مانا کہ اس نبی رحمت کے مبارک وجود کی وجہ سے اگر دنیوی عذاب تم پر نہ بھی آئے تو اخروی زبردست عذاب تو تم سے دور نہیں ہو سکتے؟ جب اہل مکہ نے رسول کریم ﷺ کو نکالا اور آپ نے غار میں آ کر اپنے تئیں چھپایا اس وقت مکہ کی طرف توجہ کی اور فرمانے لگے اے مکہ! تو تمام شہروں سے زیادہ پیارا خدا کو پیارا ہے اور اسی طرح مجھے بھی تمام شہروں سے زیادہ پیارا تو ہے اگر مشرکین مجھے تجھ میں سے نہ نکالتے تو میں ہرگز نہ نکلتا۔ پس تمام مدے گزر جانے والوں میں سب سے بڑا مدے گزر جانے والا وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی حدوں سے آگے نکل جائے حرم خدا میں۔ یا اپنے قاتل کے سوا کسی اور کو قتل کرے یا جاہلیت کے تعصب کی بنا پر قتل کرے پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ پر یہ آیت اتاری۔

أَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّهِ كَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ
وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ ۖ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ فِيهَا
أَنْهَارٌ مِنْ مَاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٌ مِنْ لَبَنٍ لَمْ يَتَغَيَّرَ طَعْمُهُ
وَأَنْهَارٌ مِنْ خَمْرٍ لَذَّةٍ لِلشَّارِبِينَ وَأَنْهَارٌ مِنْ عَسَلٍ مُصَفًّى
وَلَهُمْ فِيهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَمَغْفِرَةٌ مِنْ رَبِّهِمْ ۚ كَمَنْ
هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوا مَاءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَاءَهُمْ ۖ

کیا پس وہ شخص جو اپنے پروردگار کی طرف سے دہلیز پر ہوا اس شخص جیسا ہو سکتا ہے جس کے لئے اس کا برا کام زینت دیا گیا ہو اور وہ اپنی نفسانی خواہشوں کا پیرو ہو؟ اس جنت کی صفت جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے یہ ہے کہ اس میں پانی کی نہریں ہیں جو بدبو کرنے والا نہیں اور دودھ کی نہریں ہیں جن کا مزہ نہیں بدلا اور شراب کی نہریں ہیں جن میں پینے والوں کو بڑی لذت ہے اور نہریں ہیں شہد کی جو بہت صاف ہے اور ان کے لئے وہاں ہر قسم کے میوے ہیں اور ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے۔ کیا یہ شے اس کے ہیں جو ہمیشہ آگ میں رہنے والا ہے؟ اور جنہیں گرم کھولتے پانی پلایا جائے گا جس سے ان کی آنتیں ٹھکڑے ہو جائیں گی۔

○ ٹھکڑے ہو جائیں گی

دودھ پانی اور شہد کے سمندر: ☆ (آیت ۱۴-۱۵) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص دین خدا میں یقین کے درجے تک پہنچ چکا ہو جسے بصیرت حاصل ہو چکی ہو فطرت صحیحہ کے ساتھ ساتھ ہدایت و علم بھی ہو وہ اور دودھ اور شخص جو بد اعمالیوں کو نیک کار یاں سمجھ رہا ہو جو اپنی خواہش نفس کے پیچھے پڑا ہو وہ یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے جیسے فرمان ہے ”اَقْمَنُ يَعْلَمُ اَنَّمَا اَنْزَلَ اِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰی یعنی ”یہ نہیں ہو سکتا کہ خدا کی وحی کو حق ماننے والا اور ایک اندھا برابر ہو جائے“۔ اور ارشاد ہے لَا يَسْتَوِيْ اَصْحَابُ النَّارِ وَاَصْحَابُ الْجَنَّةِ اَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَائِزُونَ یعنی ”جہنمی اور جنتی برابر نہیں ہو سکتے جنتی کامیاب اور مراد کو پہنچے ہوئے ہیں۔ پھر جنت کے اور اوصاف بیان فرماتا ہے کہ اس میں پانی کے چشمے ہیں جو کبھی بگڑتا نہیں متغیر نہیں ہوتا سڑتا نہیں نہ بدبو پیدا ہوتی ہے بہت صاف موتی جیسا ہے کوئی گدلا بن نہیں کوڑا کرکت نہیں۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جنتی نہریں مشک کے پہاڑوں سے نکلتی ہیں اس میں پانی کے علاوہ دودھ کی نہریں بھی ہیں جس کا مزہ کبھی نہیں بدلتا بہت سفید بہت میٹھا اور نہایت صاف شفاف اور با مزہ پر ذائقہ۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ یہ دودھ جانوروں کے تھن سے نہیں نکلا ہوا بلکہ قدرتی ہے اور نہریں ہوں گی شراب صاف کی جو پینے والے کا دل خوش کر دیں دماغ کشادہ کر دیں۔ جو شراب نہ تو بدبودار ہے نہ تھنی والی ہے نہ بد منظر ہے۔ بلکہ دیکھنے میں بہت اچھی پینے میں بہت لذیذ نہایت خوشبودار جس سے نہ عقل میں فورا ئے نہ دماغ میں چکر آئیں نہ منہ سے بد بو آئے نہ بک جھک لگے نہ سر میں درد ہو نہ پتھر آئیں نہ بھکیں نہ بھٹکیں نہ نشہ چڑھے نہ عقل جائے۔ حدیث میں ہے کہ یہ شراب بھی کسی کے ہاتھوں سے کشید کی ہوئی نہیں بلکہ خدا کے حکم سے تیار ہوئی ہے۔ خوش ذائقہ اور خوش رنگ ہے۔ جنت میں شہد کی نہریں بھی ہیں۔ جو بہت صاف ہے اور خوشبودار اور ذائقہ کا تو کہنا ہی کیا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ یہ شہد بھی بھکیوں کے پیٹ سے نہیں۔ مسند احمد کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ جنت میں دودھ پانی شہد اور شراب کے سمندر ہیں جن میں سے ان کی نہریں اور چشمے جاری ہوتے ہیں یہ حدیث ترمذی شریف میں بھی ہے اور امام ترمذی اسے حسن صحیح فرماتے ہیں۔ ابن مردودہ کی حدیث میں ہے یہ نہریں جنت عدن سے نکلتی ہیں پھر ایک حوض میں آتی ہیں وہاں سے بذریعہ اور نہروں کے تمام جنتوں میں جاتی ہیں۔ ایک اور صحیح حدیث میں ہے جب تم اللہ سے سوال کرو تو جنت الفردوس طلب کرو وہ سب سے بہتر اور سب سے اعلیٰ جنت ہے اسی سے جنت کی نہریں جاری ہوتی ہیں اور اس کے اوپر جردان کا عرش ہے۔

طبرانی میں ہے حضرت لقیط بن عامر نے وہ جب وفد میں آئے تھے رسول اللہ سے دریافت کیا کہ جنت میں کچھ ہے؟ آپ نے فرمایا صاف شہد کی نہریں اور بغیر نشے کے سرد نہ کرنے والی شراب کی نہریں اور نہ بگڑنے والے دودھ کی نہریں اور خراب نہ ہونے والے شفاف پانی کی نہریں اور طرح طرح کے میوے جات عجیب و غریب بے مثل و بالکل تازہ اور پاک صاف بیویاں جو صالحین کو ملیں گی اور خود بھی صالحات ہوں گی۔ دنیا کی لذتوں کی طرح ان سے لذتیں اٹھائیں گے ہاں وہاں بال بچے نہ ہوں گے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے

ہیں یہ نہ خیال کرنا کہ جنت کی نہریں بھی دنیا کی نہروں کی طرح کھدی ہوئی زمین میں اور گڑھوں میں بہتی ہیں نہیں نہیں قسم خدا کی وہ صاف زمین پر یکساں جاری ہیں ان کے کنارے کنارے لولہ اور موتیوں کے خیمے ہیں ان کی مٹی محک خالص ہے۔ پھر فرماتا ہے وہاں ان کے لئے ہر طرح کے میوے اور پھل پھول ہیں۔ جیسے اور جگہ فرمایا ”يَذُوقُونَ فِيهَا بَكْلًا فَاكِهَةً آمِنِينَ“ الخ، یعنی ”وہاں نہایت امن و امان کے ساتھ ہر قسم کے میوے و مٹکوا کیں گے اور کھا کیں گے اور آیت میں ہے ”كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجَيْنِ“ الخ، ”دووں جنتوں میں ہر قسم کے میووں کے جوڑ ہیں۔ ان تمام نعمتوں کے ساتھ یہ کتنی بڑی نعمت ہے کہ رب خوش ہے وہ اپنی مغفرت ان کے لئے حلال کر چکا ہے۔ انہیں نواز چکا ہے اور ان سے راضی ہو چکا ہے اب کوئی کھکا ہی نہیں۔ جنتوں کی یہ دھوم دھام اور نعمتوں کے بیان کے بعد فرماتا ہے کہ دوسری جانب جہنمیوں کی یہ حالت ہے کہ وہ جہنم کے درکات میں جل بھلس رہے ہیں اور وہاں سے چھکارے کی کوئی سبیل نہیں اور سخت پیاس کے موقع پر وہ کھولتا ہوا گرم پانی جو دراصل آگ ہی ہے لیکن یہ غسل پانی انہیں پینے کے لئے مٹا ہے کہ ایک گھونٹ اندر جاتے ہی آنتیں کٹ جاتی ہیں۔ اللہ ہمیں اپنی پناہ میں رکھے۔ پھر بھلا اس کا اس کا کیا میل؟ کہاں جنتی کہاں جہنمی؟ کہاں نعمت کہاں زحمت؟ یہ دونوں کیسے برابر ہو سکتے ہیں؟

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ حَتَّىٰ إِذَا خَرَجُوا مِنْ عِنْدِكَ
قَالُوا لِلَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ أَفُلَاكَ الَّذِينَ
طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَ هُمْ وَالَّذِينَ
اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَاتَّبَعُوا تَقْوَاهُمْ ۖ فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا
السَّاعَةَ أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۖ فَقَدْ جَاءَ أَشْرَاطُهَا ۚ فَالْيَوْمَ لَهُمُ
إِذَا جَاءَهُمْ ذِكْرُهُمْ ۖ فَاَعْلَمُوا أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَغْفِرُوا
لِذُنُوبِهِمْ ۚ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوَاكُمْ ۖ

ان میں بعض ایسے بھی ہیں کہ تیری طرف کان لگائے ہیں یہاں تک کہ جب تیرے پاس سے جاتے ہیں تو اہل علم سے (یعنی کندھنی کے) پوچھتے ہیں کہ اس نے اُجھ کیا کہا تھا؟ یہی لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے مہر کر دی ہے اور وہ اپنی خواہشوں کی پیروی کرتے ہیں اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں اللہ نے انہیں ہدایت میں بڑھا دیا ہے اور انہیں ان کی پرہیزگاری عطا فرمائی ہے پس یہ تو صرف قیامت کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ ان کے پاس آجائے گا جسے یقیناً اس کی بھی علامتیں تو آ چکی ہیں پھر جبکہ ان کے پاس قیامت آجائے انہیں نصیحت حاصل کرنا ہوگا؟ سو انے نبی! تو یقین کر لے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور مرنے والوں کی بخشش مانگا کر اور مومن مردوں اور عورتوں کے حق میں بھی اللہ تمہاری مدد و رفت کی اور رہے جسے کی جگہ کو خوب جانتا ہے ○

بے وقوف، کندھ بن اور جاہل: ☆☆ (آیت: ۱۶-۱۹) منافقوں کی کندھنی اور بے علمی نا سمجھی اور بے وقوفی کا بیان ہو رہا ہے کہ باوجود مجلس میں شریک ہونے کے، کلام الرسول بن لینے کے پاس بیٹھے ہونے کے ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ مجلس کے خاتمے کے بعد اہل علم صحابہ سے پوچھتے ہیں کہ اس وقت کیا کیا کہا؟ یہ ہیں جن کے دلوں پر مہر خداوندی لگ چکی ہے اور اپنے نفس کی خواہش کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ فہم صریح اور قصد صحیح ہے ہی نہیں پھر اللہ عز وجل فرماتا ہے جو لوگ ہدایت کا قصد کرتے ہیں انہیں خود خدا بھی توفیق دیتا ہے اور ہدایت نصیب

فرماتا ہے پھر اس پر جم جانے کی ہمت بھی عطا فرماتا ہے اور ان کی ہدایت بڑھاتا رہتا ہے اور انہیں رشد و ہدایت الہام فرماتا رہتا ہے پھر فرماتا ہے کہ یہ تو ایسا انتظار میں ہیں کہ اچانک قیامت قائم ہو جائے۔ تو یہ معلوم کر لیں کہ اس کے قریب ہونے کے نشانات تو ظاہر ہو چکے ہیں جیسے اور موقع پر ارشاد ہوا ہے **هَذَا نَذِيرٌ مِّنَ النَّارِ الْأُولَىٰ اِنَّ يَذُرَانِے وَالَا هَاے اَگے ڈرانے والوں سے قریب آنے والی قریب آ چکی ہے** اور بھی ارشاد ہوتا ہے **اَفْتَرَبَتِ السَّاعَةَ قِيَامَتٌ قَرِيبٌ هُوَکِی اور چاند پھٹ گیا اور فرمایا اَفْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ اِنَّ لَّکُمْ کوکاب کا حساب قریب آ گیا پھر بھی وہ غفلت میں منہ موڑے ہوئے ہیں پس حضور کا نبی ہو کر دنیا میں آنا قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے اس لئے کہ رسولوں کے ختم کرنے والے ہیں آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو کمال کیا اور اپنی حجت اپنی مخلوق پر پوری کی اور حضور علیہ السلام نے قیامت کی شرطیں اور اس کی علامتیں اس طرح بیان فرمادیں کہ آپ سے پہلے کے کسی نبی نے اس قدر وضاحت نہیں کی تھی جیسے کہ اپنی جگہ وہ سب بیان ہوئی ہیں۔**

حسن بصری فرماتے ہیں حضور کا آنا قیامت کی شرطوں میں سے ہے چنانچہ خود آپ کے نام حدیث میں یہ آئے ہیں۔ نبی التوبہ نبی المحکمہ، حاشر جس کے قدموں پر لوگ جمع کئے جائیں، عاقب جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔ بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ حضور نے اپنی بیچ کی انگلی اور اس کے ساتھ والی انگلی کو اٹھا کر فرمایا میں اور قیامت مثل ان دونوں کے پیچھے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کافروں کو قیامت قائم ہو جانے کے بعد نصیحت و عبرت کیا سودمند ہوگی؟ جیسے ارشاد ہے **يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنْتٰی لَّہُ الذِّکْرٰی** اس دن انسان نصیحت حاصل کر لے گا لیکن اس کے لئے نصیحت ہے کہاں؟ یعنی آن کے دن کی عبرت بے سود ہے۔ اور آیت میں ہے **وَقَالُوْا اَمْنًا بِہ وَاَنْتٰی لَّہُمُ النَّوْاْشُ مِنْ مَّحْاٰنٍ** بے عیب یعنی اس وقت کہیں گے کہ ہم قرآن پر ایمان لائے حالانکہ اب انہیں ایسے دور مکان پر دسترس کہاں ہو سکتی ہے؟ یعنی ان کا ایمان اُس وقت بے سود ہے پھر فرماتا ہے اے نبی! جان لو کہ اللہ ہی معبود برحق ہے کوئی اور نہیں یہ دراصل خبر دینا ہے اپنی وحدانیت کی یہ تو ہو نہیں سکتا کہ اللہ اس کے علم کا حکم دیتا ہو۔ اسی لئے اس پر عطف ڈال کر فرمایا اپنے گناہوں کا اور مومن مرد و عورت کے گناہوں کا استغفار کرو۔

صحیح حدیث میں ہے حضور فرماتے ہیں **اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِّیْ خَطِیْئَتِیْ وَجَہْلِیْ وَاَسْرَافِیْ فِیْ اَمْرِیْ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِہ** مِیْنِی اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِّیْ هَزْلِیْ وَجِدِّیْ وَخَطِیْیَ وَاَعْمَدِیْ وَکُلُّ ذٰلِکَ عِنْدِیْ یعنی ”اے اللہ! میری خطاؤں کو اور میری جہالت کو اور میرے کاموں میں مجھ سے جو زیادتی ہوگئی ہو اس کو اور ہر اس چیز کو جسے تو مجھ سے بہت زیادہ جانتے والا ہے بخش۔ اے اللہ! میرے بے قصد گناہوں کو اور میرے عزم سے کئے ہوئے گناہوں کو اور میری خطاؤں اور میرے قصد کو بخش اور یہ تمام میرے پاس ہے۔“ ایک اور صحیح حدیث میں ہے کہ آپ اپنی نماز کے آخر میں کہتے **اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِّیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَسْرَفْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِہ** مِیْنِی اَنْتَ اِلٰہِی لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ یعنی ”اے اللہ! میں نے جو کچھ گناہ پہلے کئے ہیں اور جو کچھ پیچھے کئے ہیں اور جو چھپا کر کئے ہیں اور جو ظاہر کئے ہیں اور جو زیادتی کی ہے اور جنہیں تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے بخش دے تو ہی میرا اللہ ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔“ ایک صحیح حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا اے لوگو! اپنے رب کی طرف توبہ کرو پس تحقیق میں اپنے رب کی طرف استغفار کرتا ہوں اور اس کی طرف توبہ کرتا ہوں ہر دن ستر بار سے بھی زیادہ۔ منہ احمد میں ہے حضرت عبداللہ بن سرخس فرماتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور میں نے آپ کے ساتھ آپ کے کھانے میں سے کھانا کھایا پھر میں نے کہا یا رسول اللہ! اللہ آپ کو بخشے۔ آپ نے فرمایا اور تجھے بھی تو میں نے کہا کیا میں آپ کے لئے استغفار کروں؟ آپ نے فرمایا ہاں اور اپنے لئے بھی پھر آپ نے یہ آیت پڑھی اپنے

گناہوں اور مومن مردوں اور باایمان عورتوں کے گناہوں کی بخشش طلب کر پھر میں نے آپ کے اپنے کھوے یا یا نہیں پھنسی کو دیکھا وہاں کچھ جگہاں بھری ہوئی تھی جس پر گویا قتل تھے۔ اسے مسلم ترمذی نسائی وغیرہ نے بھی روایت کیا ہے۔ ابوبعلی میں ہے حضورؐ فرمایا تم لا الہ الا اللہ کا اور استغفر اللہ کا کہنا لازم پکڑو اور انہیں بکثرت کہا کر اس لئے کہ ابلیس کہتا ہے میں نے لوگوں کو گناہوں سے ہلاک کیا اور انہوں نے مجھے ان دونوں کلموں سے ہلاک کیا۔ میں نے جب یہ دیکھا تو انہیں خواہشوں کے پیچھے لگا دیس وہ سمجھتے ہیں کہ ہم ہدایت پر ہیں۔ ایک اور اثر میں ہے کہ ابلیس نے کہا خدا یا مجھے تیری عزت اور تیرے جلال کی قسم جب تک کسی شخص کی روح اس کے جسم میں ہے میں اسے بہکاں تاروں گا پس اللہ عز وجل نے فرمایا مجھے بھی قسم ہے اپنی بزرگی اور بڑائی کی کہ میں بھی انہیں بخشا ہی رہوں گا جب تک وہ مجھ سے استغفار کرتے رہیں۔ استغفار کی فضیلت میں اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہارا دن میں ہمیر پھیر اور تصرف کرنا اور تمہارا رات کو جگہ پکڑنا اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔

جیسے فرمان ہے وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّكُم بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُم بِالنَّهَارِ یعنی ”اللہ وہ ہے جو تمہیں رات کو فوت کر دیتا ہے اور دن میں جو کچھ تم کرتے ہو وہ جانتا ہے“۔ اور آیت میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے وَمَا مِنْ ذَابَةٍ فِي الْأَرْضِ أَلَّا عَلَى رَبِّكَ حَتْمٌ مَّيِّمٌ یعنی ”زمین پر پڑنے والے ہیں ان سب کی روزی اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اور وہ ان کے رہنے کی جگہ اور دفن ہونے کا مقام جانتا ہے یہ سب باتیں واضح کتاب میں لکھی ہوئی ہیں“۔ ابن جریج کا یہی قول ہے کہ مراد آخرت کا ٹھکانا ہے۔ سدی فرماتے ہیں تمہارا چلنا پھرنا دنیا میں اور تمہارا قبروں کی جگہ اسے معلوم ہے لیکن اول قول ہی اولیٰ اور زیادہ ظاہر ہے۔ واللہ اعلم۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُورَةٌ فَإِذَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَذُكِرَ فِيهَا الْقِتَالُ رَأَيْتَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشَىٰ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ فَأُولَٰئِكَ لَهُمْ

اور جو لوگ ایمان لائے وہ کہتے ہیں کوئی سورت کیوں نازل نہیں کی گئی؟ پھر جب کوئی صاف مطلب والی سورت نازل کی جاتی ہے اور اس میں جہاد کا ذکر کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ جو لوگوں کے دلوں میں پیاری بے حد تیری طرف اس طرح دیکھتے ہیں جیسے انھیں کسی نظر ہوتی ہے جس پر سوت کی بیوی شامی ہو ○

ایمان کی دلیل حکم جہاد کی تعمیل ہے: ☆☆ (آیت: ۲۰) اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ مومن تو جہاد کے حکم کی تمنا کرتے ہیں پھر جب اللہ تعالیٰ جہاد کو فرض کر دیتا ہے اور اس کا حکم نازل فرما دیتا ہے تو اس سے اکثر لوگ ہٹ جاتے ہیں۔ جیسے کہ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّواْ اَيْدِيَكُمْْ يَعْنِي کیا تو نے انہیں نہیں دیکھا جن لوگوں سے کہا گیا کہ تم اپنے ہاتھوں کو روک لو اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا تو ان میں سے ایک فریق لوگوں سے اس طرح ڈرنے لگے جیسے اللہ کا ڈر ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ اور کہنے لگے اے ہمارے رب! ہم پر تو نے جہاد کیوں فرض کر دیا تو نے ہم کو قریب کی مدت تک واصل کیوں نہ دی؟ تو کہہ کر دنیا کی متاع بہت ہی کم ہے اور پرہیزگاروں کے لئے آخرت بہت ہی بہتر ہے اور تم پر بالکل ذرا سا بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔ پس یہاں بھی فرماتا ہے کہ ایمان والے تو جہاد کے حکموں کی آیتوں کے نازل ہونے کی تمنا کرتے ہیں۔ لیکن منافق لوگ جب ان آیتوں کو سنتے ہیں تو بوجہ اپنی گھبراہٹ بولکھلا ہٹ اور نامردی کے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس طرح تجھے دیکھنے لگتے ہیں جیسے موت کی غشی والا۔

طَلْعَةً وَقَوْلٌ مَّعْرُوفٌ فَإِذَا عَزَمَ الْأَمْرُ فَلَوْ صَدَقُوا اللَّهَ لَكَانَ
خَيْرًا لَّهُمْ ۖ فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي
الْأَرْضِ وَتُقْطِعُوا أَرْحَامَكُمْ ۖ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ
فَأَصَمَّهُمْ وَأَعَمَّى أَبْصَارَهُمْ ۖ

پس بہت بہتر تھا ان کے لئے فرمان کا بجالانا اور اچھی بات کا کہنا پھر جب کام مقرر ہو جائے تو اگر اللہ سے چہر ہیں تو ان کے لئے بہتری ہے ○ اور تم سے یہ بھی
بہتر نہیں کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو تم زمین میں فساد برپا کرو اور رشتے ٹاٹے تو زوال ○ یہ وہی لوگ ہیں جن پر اللہ کی پھینکار ہے اور جن کی سماعت اور آنکھوں کی
روشنی ختم کر لی گئی ○

(آیت ۲۱-۲۳) فرماتا ہے ان کے حق میں بہتر تو یہ ہوتا کہ یہ سنتے ماننے اور جب موقعاً جاتا معرکہ کا راز اگر مہم ہوتا تو نیک نیتی کے
ساتھ جہاد کر کے اپنے غلوں کا ثبوت دیتے پھر فرمایا قریب ہے کہ تم جہاد سے رک رہو اور اس سے بچنے لگو تو زمین میں فساد کرنے لگو اور صلہ
رہی تو نے لگو یعنی زمانہ جاہلیت میں جو حالت تمہاری تھی وہی تم میں لوٹ آئے۔ پس فرمایا ایسوں پر خدا کی پھینکار ہے اور یہ رب کی طرف
سے بہرے اندھے ہیں۔ اس میں زمین میں فساد کرنے کی عموماً اور قطع رحمی کی خصوصاً ممانعت ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے زمین میں اصلاح اور صلہ
رہی کرنے کی ہدایت کی ہے اور ان کا حکم فرمایا ہے صلہ رحمی کے معنی ہیں قربت داروں سے بات چیت میں کام کاج میں سلوک و احسان کرنا اور
ان کی مالی مشکلات میں ان کے کام آنا۔ اس بارے میں بہت سی صحیح اور حسن حدیثیں مروی ہیں۔

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو پیدا کر چکا تو تم کھڑا ہوا اور کھڑے سے چٹ گیا اس سے پوچھا گیا کیا بات
ہے؟ اس نے کہا یہ مقام ہے ٹوٹنے سے تیری پناہ میں آئے۔ اس پر اللہ عزوجل نے فرمایا کیا تو اس سے راضی نہیں کہ تیرے ملانے والے کو
میں ملاؤں اور تیرے کاٹنے والے کو میں کاٹ دوں؟ اس نے کہا ہاں اس پر میں بہت خوش ہوں۔ اس حدیث کو بیان فرما کر پھر راوی حدیث
حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو۔ فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقْطِعُوا أَرْحَامَكُمْ ۖ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ
مَلِجٌ وَغَمِيرٌ ۖ مِمَّنْ هُوَ كَوْنٌ مِّنْهُ أَتَابُزْ وَأَوْرَاقُ ۖ تَابُرْ ۖ أَمَّا بَرٌّ ۖ أَمَّا بَرٌّ ۖ أَمَّا بَرٌّ ۖ أَمَّا بَرٌّ ۖ أَمَّا بَرٌّ ۖ أَمَّا بَرٌّ ۖ أَمَّا بَرٌّ ۖ أَمَّا بَرٌّ ۖ أَمَّا بَرٌّ ۖ
سرکشی بغاوت اور قطع رحمی کے۔ مسند احمد میں ہے جو شخص چاہے کہ اس کی عمر بڑی ہو اور روزی کشادہ ہو وہ صلہ رحمی کرے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے کہا میرے نزدیک قربت دار مجھ سے توڑتے رہتے ہیں اور میں
انہیں معاف کرتا رہتا ہوں وہ مجھ پر ظلم کرتے ہیں اور میں ان کے ساتھ احسان کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ برائیاں کرتے رہتے ہیں تو کیا
میں ان سے بدلہ نہ لوں؟ آپ نے فرمایا نہیں اگر ایسا کرے گا تو تم سب کے سب چھوڑ دیے جاؤ گے تو صلہ رحمی پر ہی رو اور یاد رکھ کہ جب تک
تو اس پر باقی رہے گا اللہ کی طرف سے تیرے ساتھ ہی ہر وقت معاونت کرنے والا رہے گا۔ بخاری وغیرہ میں ہے حضور نے فرمایا صلہ رحمی
عرش کے ساتھ لٹکی ہوئی ہے حقیقتاً صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں جو کسی احسان کے بدلے احسان کرے بلکہ صحیح معنی میں رشتے ٹاٹے ملانے
والا وہ ہے کہ لگو تو اسے کاٹا جائے وہ تجھ سے ملاتا جائے۔ مسند احمد میں ہے صلہ رحمی قیامت کے دن رکھی جائے گی اس کی رانیں ہوں گی
مثل ہرن کی رانوں کے وہ بہت صاف اور نچھڑا ہوا ہوں گے اور وہ کاٹ دیا جائے گا جو اسے کاٹتا تھا اور وہ ملا دیا جائے گا جو

اسے ملاتا تھا۔ مسند کی ایک اور حدیث میں ہے رحم کرنے والوں پر رحمان بھی رحم کرتا ہے۔ تم زمین والوں پر رحم کرو آسمانوں والا تم پر رحم کرے گا۔ رحم رحمان کی طرف سے ہے اس کے ملانے والے کو خدا ملاتا ہے اور اس کے توڑنے والے کو خدا خود توڑ دیتا ہے۔ یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے اور امام ترمذی اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیمار پرسی کے لئے لوگ گئے تو آپ فرمانے لگے تم نے صلہ رحمی کی ہے۔

أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا إِنَّ الَّذِينَ
ارْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِهِمْ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ
الشَّيْطَانُ سَوَّلَ لَهُمْ وَأَمْلَىٰ لَهُمْ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لِلَّذِينَ
كَرِهُوا مَا نَزَّلَ اللَّهُ سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ الْأَمْرِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ
إِسْرَارَهُمْ ۝

یاد یہ قرآن میں غور و تامل نہیں کرتے؟ بلکہ ان کے دلوں پر ان کے تالے لگ گئے ہیں ○ جو لوگ اپنی پینہ پرالٹے پھر گئے اس کے بعد کہ ان کے لئے ہدایت واضح ہو چکی یقیناً شیطان نے ان کے لئے مزین کر دیا ہے اور انہیں ڈھیل دے رکھی ہے ○ یہ اس لئے کہ انہوں نے ان لوگوں سے جنہوں نے اللہ کی نازل کردہ وحی کو برا سمجھا ہے یہ کہا کہ ہم بھی مقررہ بعض کاموں میں تمہارا کہا مانیں گے اللہ ان کی پوشیدہ باتیں خوب جانتا ہے ○

حضور فرماتے ہیں اللہ عز و جل نے فرمایا ہے میں رحمان ہوں اور رحم کا نام میں نے اپنے نام پر رکھا ہے۔ اسے جوڑنے والے کو میں جوڑوں گا اور اس کے توڑنے والے کو میں توڑ دوں گا اور حدیث میں ہے آپ فرماتے ہیں رو میں ملی جلی ہیں جو روز ازل میں میل کر چکی ہیں وہ یہاں یگانگت برتی ہیں اور جن میں وہاں نفرت رہی ہے یہاں بھی دوری رہتی ہے۔ حضور فرماتے ہیں جب زبانی دعوے بڑھ جائیں عملی کام گھٹ جائیں زبانی میل جول ہو دلی بغض و عداوت ہو رشتے دار رشتے دار سے بدسلوکی کرے اس وقت ایسے لوگوں پر لعنت خدا نازل ہوتی ہے اور ان کے کان بہرے اور آنکھیں اندھی کر دی جاتی ہیں۔ اس بارے میں اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں۔ واللہ اعلم۔

اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں غور و فکر کرنے، سوچنے سمجھنے کی ہدایت فرماتا ہے اور اس سے بے پرواہی کرنے اور منہ پھیر لینے سے روکتا ہے۔ پس فرماتا ہے کہ غور و تامل تو کیا ان کے تو دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں کوئی کلام اس میں اثر بھی نہیں کرتا اندر جائے تو اثر کرے اور جائے کہاں سے جبکہ جانے کی راہ نہ پائے۔ ابن جریر میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور اس آیت کی تلاوت فرما رہے تھے ایک نوجوان یعنی نے کہا بلکہ ان پر ان کے قفل ہیں جب تک خدا نہ کھولے اور الگ نہ کرے پس حضرت عمرؓ کے دل میں یہ بات رہی یہاں تک کہ اپنی خلافت کے زمانے میں اس سے مدد لیتے رہے۔ پھر فرماتا ہے جو لوگ ہدایت ظاہر ہو چکے کے بعد ایمان سے الگ ہو گئے اور کفر کی طرف لوٹ گئے دراصل شیطان نے اس کا رد کو ان کی نگاہوں میں اچھا دکھا دیا ہے اور انہیں دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔ دراصل ان کا یہ کفر مزاج ہے ان کے اس نفاق کی وجہ سے وہ ظاہر کے خلاف اپنا باطن رکھتے تھے کافروں سے مل جل کر انہیں اپنا کرنے کے لئے ان سے باطن میں باطل پر موافقت کر کے کہتے تھے گھبراہٹیں ابھی ابھی ہم بھی بعض امور میں تمہارا ساتھ دیں گے۔ لیکن یہ باتیں

اس خدا سے تو چھپ نہیں سکتیں جو اندرونی اور بیرونی حالات سے نیکر اور یکساں واقف ہو جو راتوں کے وقت کی پوشیدہ اور راز کی باتیں بھی سنتا ہو جس کے علم کی انتہا نہ ہو۔

**فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَذْبَارَهُمْ ۚ
ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ اتَّبَعُوا مَا اسْتَحْطَ اللَّهُ وَكَرِهُوا رِضْوَانَهُ
فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ ۚ**

پس ان کی کبھی درگت ہوگی جبکہ فرشتے ان کے چہروں اور ان کی کروں پر مار دیں گے ○ یہ اس بنا پر کہ یہ وہ راہ چلے جس سے انہوں نے اللہ کو بیزار کر دیا اور انہوں نے اس کی رضامندی کو برا جانا پس اللہ نے ان کے اعمال کا کارت کر دیے ○

(آیت ۲۷-۲۸) پھر فرماتا ہے ان کا کیا حال ہوگا؟ جبکہ فرشتے ان کی رو میں قبض کرنے کو آئیں گے اور ان کی رو میں جسوں میں چھپی پھر گئی اور ملائکہ جبرائیلؑ اور میکائیلؑ اور مار پیٹ سے انہیں باہر نکالیں گے۔ جیسے ارشاد باری ہے وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ يَتَوَفَّى الَّذِينَ كَفَرُوا الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَذْبَارَهُمْ یعنی ”کاش کہ تو دیکھتا جبکہ ان کافروں کی رو میں فرشتے قبض کرتے ہوئے ان کے منہ پر ملنا چنے اور ان کی پیٹھ پر کسے مارتے ہیں“۔ اور آیت میں ہے وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ الْخِیعَ یعنی کاش کہ تو دیکھتا جبکہ یہ ظالم سکران موت میں ہوتے ہیں اور فرشتے اپنے ہاتھ ان کی طرف مارنے کے لئے پھیلانے ہوئے ہوتے ہیں اور کہتے ہیں اپنی جانیں نکالو آج تمہیں ذلت کے عذاب کئے جائیں گے اس لئے کہ تم خدا کے ذمے ناحق کہا کرتے تھے اور اس کی آیتوں میں تکبر کرتے تھے۔ یہاں ان کا گناہ بیان کیا گیا کہ ان کاموں اور باتوں کے پیچھے لگے ہوئے تھے جن سے خدا ناخوش ہوا اور خدا کی رضا سے کراہیت کرتے تھے۔ پس ان کے اعمال کا کارت ہو گئے۔

**أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ أَنْ لَنْ يُخْرِجَ اللَّهُ أَضْغَانَهُمْ ۖ وَلَوْ شَاءَ لَأَرْسَلْنَاكَ قَلْعًا فَرَقْتَهُمْ بِسِیمِهِمْ وَلِتَعْرِفَنَّهُمْ
فِي لَحْنِ الْقَوْلِ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَعْمَالَكُمْ ۚ وَلِتَبْلُوَكُمْ حَتَّىٰ
تَعْلَمَ الْمُجَاهِدِينَ مِنْكُمْ وَالضَّيِّقِينَ وَتَبْلُوا أَخْبَارَكُمْ ۚ**

کیا ان لوگوں نے جن کے دلوں میں بیماری ہے یہ سمجھ رکھا ہے کہ اللہ ان کے کیڑوں کو غاہری نہ کرے گا ○ اور اگر ہم چاہتے تو ان سب کو تجھے دکھا دیتے پس تو انہیں ان کے چہرے سے ہی پہچان لیتا ہے اور یقیناً تو انہیں ان کی بات کے ذہب سے ہی پہچان لے گا تمہارا سب کام اللہ کو معلوم ہیں ○ یقیناً ہم تمہارا امتحان کر کے تم میں سے جہاد کرنے والوں اور مرنے والوں کو صاف معلوم کر لیں گے اور ہم تمہاری حالتوں کی بھی جانچ کریں گے ○

منافق کو اس کے چہرے کی زبان سے پہچانو ☆ ☆ (آیت: ۲۹-۳۱) یعنی کیا منافقوں کا خیال ہے کہ ان کی مکاری اور عیاری کا اظہار اللہ مسلمانوں پر کرے گا ہی نہیں؟ یہ بالکل غلط خیال ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کا کمر اس طرح واضح کر دے گا کہ ہر عقیدہ انہیں پہچان لے اور ان کی بد باطنی سے بچ سکے۔ ان کے بہت کچھ احوال سورۃ برأت میں بیان کئے گئے اور ان کے نفاق کی بہت سی خصلتوں کا ذکر وہاں کیا گیا۔ یہاں تک کہ اس سورت کا دوسرا نام ہی فاضلہ رکھ دیا گیا یعنی منافقوں کو فضیلت کرنے والی۔ اَضْغَانُ جمع ہے ضغن کی ضغن کہتے ہیں دلی

حد و بغض کو۔ اس کے بعد اللہ عز و جل فرماتا ہے کہ اے نبی! اگر ہم چاہیں تو ان کے وجود تمہیں دکھادیں پس تم انہیں کھلم کھلا جان جاؤ۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا ان تمام منافقوں کو بظاہر نہیں دیا تا کہ اس کی مخلوق پر پردہ پڑا رہے ان کے عیوب پوشیدہ رہیں اور باطنی حساب اسی ظاہر و باطن جاننے والے کے ہاتھ رہے لیکن ہاں تم ان کی بات چیت کے طرز اور کلام کے ڈھنگ سے ہی انہیں صاف پہچان لو گے۔

امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو شخص کسی پوشیدگی کو چھپاتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اس کے چہرے پر اور اس کی زبان پر ظاہر کر دیتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے جو شخص کسی راز کو پردہ میں رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اس پر عیاں کر دیتا ہے وہ بہتر ہے اور توبہ قدر ہے۔ ہم نے شرح صحیح بخاری کے شروع میں علمی اور اعتقادی نفاق کا بیان پوری طرح کر دیا ہے جس کے دہرانے کی یہاں ضرورت نہیں۔ حدیث میں منافقوں کی ایک جماعت کی تعیین آچکی ہے۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ نے اپنے ایک خطبے میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا تم میں بعض لوگ منافق ہیں پس جس کا میں نام لوں وہ کھڑا ہو جا۔ اے فلاں! کھڑا ہو جا یہاں تک کہ تجھیں اشخاص کے نام لے۔ پھر فرمایا ”تم میں“ یا ”تم میں سے“ منافق ہیں پس اللہ سے ڈرو۔ اس کے بعد ان لوگوں میں سے ایک کے سامنے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ گذرے وہ اس وقت کپڑے سے اپنا منہ لپیٹے ہوا تھا آپ اسے خوب جانتے تھے پوچھا کہ کیا ہے؟ اس نے حضور کی اوپر والی حدیث بیان کی تو آپ نے فرمایا خدا تجھے غارت کرے۔ پھر فرمایا ہے ہم حکم احکام دے کر روک ٹوک کر کے تمہیں خوب آزمایا معلوم کر لیں گے کہ تم میں سے مجاہد کون ہیں اور صبر کرنے والے کون ہیں؟ اور ہم تمہارے احوال آزمائیں گے۔ یہ تو ہر مسلمان جانتا ہے کہ ظاہر ہونے سے پہلے ہی اس علام الغیوب کو ہر چیز اور ہر شخص اور اس کے اعمال معلوم ہیں تو یہاں مطلب یہ ہے کہ دنیا کے سامنے کھول دے اور اس حال کو دیکھ لے اور دکھادے اسی لئے حضرت ابن عباس اس جیسے مواقع پر لتعلم کے معنی کرتے تھے لنری یعنی تاکہ ہم دیکھ لیں۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَشَاقُّوا الرَّسُولَ
مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ لَنَ يَصْرِفَهُ اللَّهُ شَيْئًا
وَسَيَحْطِ أَعْمَالَهُمْ ۖ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا
الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ ۚ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ
سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ مَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ۚ فَلَا
تَهْمُوا وَتَدْعُوا إِلَى السَّلَامِ وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ ۚ وَاللَّهُ مَعَكُمْ وَلَن يَتَرَكَمُ أَعْمَالَكُمْ ۚ

جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے لوگوں کو روک دیا اور رسول کی مخالفت کی اس کے بعد کہ ان کے لئے ہدایت ظاہر ہو چکی یہ یقیناً ہرگز ہرگز اللہ کا کچھ نقصان نہ کریں گے معترب ان کے اعمال وہ غارت کر دے گا ۝ اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کا کہا مانو اور اپنے اعمال کو غارت نہ کرو ۝ جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے اردوں کو روک دیا پھر کفر کی حالت میں ہی مر گئے یقین کر لو کہ اللہ انہیں ہرگز نہ بخشے گا ۝ پس جو تم سے بن کر مسلح کی درخواست پر اس حال میں نہ آؤ نہ کہ تم ہی بلند و غالب ہو اور اللہ تمہارے ساتھ ہے یا ممکن ہے کہ وہ تمہارے اعمال ضائع نہ کر دے ۝

نیکوں کو غارت کرنے والی برائیوں کی نشاندہی: ☆ ☆ (آیت: ۳۲-۳۵) اللہ سبحانہ و تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ کفر کرنے والے راہ خدا کی

بندش کرنے والے رسول کی مخالفت کرنے والے بُدایت کے ہوتے ہوئے گمراہ ہونے والے خدا کا تو کچھ نہیں بگاڑتے بلکہ اپنا ہی کچھ ہوتے ہیں۔ کل قیامت والے دن یہ خالی ہاتھ ہوں گے ایک شے بھی ان کے پاس نہ ہوگی۔ جس طرح نیکیاں کتاہوں کو بنا دیتی ہیں اس طرح ان کے بدترین جرم و گناہ نے نیکیاں برباد کر دیں۔ امام محمد بن نصر مروزی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب الصلوٰۃ میں حدیث لائے ہیں کہ صحابہ کا خیال تھا کہ لا الہ الا اللہ کے ساتھ کوئی گناہ نقصان نہیں دیتا جیسے کہ شرک کے ساتھ کوئی نیکی نقصان نہیں دیتی اس پر آیت اصْبِعُوا اللہ اتری اب اصحاب رسول اس سے ڈرنے لگے کہ گناہ نیکیوں کو باطل نہ کر دیں۔

دوسری سند سے مروی ہے کہ صحابہ کرام کا خیال تھا کہ برائی بالیقین مقبول ہے یہاں تک کہ یہ آیت اتری تو کہنے لگے کہ ہمارے اعمال کو برباد کرنے والی چیز کبیرہ گناہ اور برائیاں ہیں یہاں تک کہ آیت اِنْ اللّٰهُ لَا يَغْفِرُ اِلَّا ذُنُوبًا نَّازِلًا ہوئی۔ اب اس بارے میں کوئی بات کہنے سے رک گئے اور کبیرہ گناہ اور بدکاریاں کرنے والے پر انہیں خوف رہتا تھا اور ان سے بچنے والے کے لئے امید رہتی تھی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے باایمان بندوں کو اپنی اور اپنے نبی کی اطاعت کا حکم دیتا ہے جو ان کے لئے دنیا اور آخرت کی سعادت کی چیز ہے اور مرتد ہونے سے روک رہا ہے جو اعمال کو غارت کرنے والی چیز ہے۔ پھر فرماتا ہے اللہ سے کفر کرنے والے راہ خدا سے روکنے والے اور کفری میں مرنے والے خدا کی بخشش سے محروم ہیں۔ جیسے فرمان ہے کہ خدا شرک کو نہیں بخشتا۔ اس کے بعد جناب باری عزاسمہ فرماتا ہے کہ اے میرے مومن بندو! تم دشمنوں کے مقابلے میں عاجزی کا اظہار نہ کرو اور ان سے دُکھ کی دعوت نہ دو حالانکہ قوت و طاقت میں زور و غلبہ میں تعداد و اسباب میں تم قوی ہو۔ ہاں جبکہ کافروقت میں تعداد میں اسباب میں تم سے زیادہ ہوں اور مسلمانوں کا امام مصلحت میں ہی دیکھے تو ایسے وقت بیشک صلح کی طرف جھکنا جائز ہے جیسے کہ خود رسول کریم ﷺ نے حدیبیہ کے موقع پر کیا جبکہ مشرکین مکہ نے آپ کو مکہ جانے سے روکا تو آپ نے دس سال تک لڑائی بند رکھنے اور صلح قائم رکھنے پر معاہدہ کر لیا۔ پھر ایمان والوں کو بہت بڑی بشارت و خوشخبری سناتا ہے کہ اللہ تمہارے ساتھ ہے اس وجہ سے نصرت و فتح تمہاری ہی ہے تم یقین مانو کہ تمہاری چھوٹی سے چھوٹی نیکی بھی وہ ضائع نہ کرے گا بلکہ اس کا پورا پورا اجر و ثواب تمہیں عنایت فرمائے گا۔ واللہ اعلم۔

إِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهُمْ وَاِنْ تَوَمَّنُوْا وَتَتَّقُوْا
يُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ وَلَا يَسْأَلُكُمْ اَمْوَالَكُمْ ۚ اِنْ يَسْأَلْكُمْ مَوْهَا
فِيْ حِفْظِكُمْ تَبْخُلُوْا وَاِيْخْرُجْ اَصْعَاكُمْ ۚ هَا اَنْتُمْ هٰؤُلَاءِ
تُدْعُوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَمِنْكُمْ مَنْ يَّبْخُلُ
وَمَنْ يَّبْخُلْ فَاِنَّمَا يَبْخُلْ عَنْ نَفْسِهِ ۗ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمْ
الْفُقَرَاءُ ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا
يَكُوْنُوْا اَمْثَالَكُمْ ۝

زندگانی دنیا تو صرف کھیل کود ہے اگر تم یقین کرو گے اور بچ کر چلو گے تو اللہ تمہیں ثواب دے گا وہ تم سے تمہارے مال نہیں مانگا ۝ اگر وہ تم سے تمہارے مال مانگے اور زور دے کر مانگے تو تم اس وقت بخیل کرنے لگو گے اور وہ بخیل تمہارے کئے ظاہر کر دے گی ۝ خبردار تم ہو دو لوگ کہ بلائے جاتے ہو کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو

پھر قرآن میں سے بعض جگہ پر لکھتے ہیں جو کچھ کرتا ہے وہ تو دراصل اپنی جان سے بخشنے کے لئے ہے اللہ تعالیٰ غنی اور بے نیاز ہے اور تم فقیر اور محتاج ہو اور اگر تم روگرداں ہو
 یا نہ کہ تو وہ تمہارے بدلے تمہارے سوا اور لوگوں کو مال کا جو پھر تم جیسے نہ ہوں گے ○

ستخاوت کے فائدے اور نکل کے نقصانات : ﴿آیت ۳۶-۳۸﴾ دنیا کی حقارت اور اس کی قلت و ذلت بیان ہو رہی ہے کہ اس سے بچ کر جیل قمار میں نہ آوے اور سچہ حاصل حصول نہیں ہاں جو کام خدا کے لئے کئے جائیں وہ باقی رہ جاتے ہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ خدا کی ذات بے پرواہ ہے تمہارے بھٹکے کام تمہارے ہی نفع کے لئے ہیں وہ تمہارے مالوں کا بھوکا نہیں اس نے تمہیں جو خیرات کا حکم دیا ہے وہ صرف اس لئے کہ تمہارے ہی غربا و فقراء کی پرورش ہو اور پھر تم دار آخرت میں مستحق ثواب ہو۔ پھر انسان کے نکل اور نکل کے بعد ولی کہنے کے ظاہر ہونے کا حال بیان فرمایا مال کے نکلنے میں۔ یہ تو ہوتا ہی ہے کہ مال انسان کو محبوب ہو جاتا ہے اور اس کا نکلنا اس پر براں گزرتا ہے۔ پھر بخیلوں کی بخیلی کے وبال کا ذکر ہو رہا ہے کئی سبیل اللہ خرچ کرنے سے مال کو روکنا دراصل اپنا ہی نقصان کرنا ہے کیونکہ بخیل کا وبال اسی پر پڑے گا۔ صدقہ کی فضیلت اور اس کے اجر سے محروم بھی رہے گا۔ اللہ سب سے غنی ہے اور سب اس کے در کے بندکاری میں۔ غنا اللہ تعالیٰ کا وصف لازم ہے اور احتیاج مخلوق کا وصف لازم ہے نہ یہ اس سے کبھی الگ ہوں نہ وہ اس سے۔

پھر فرماتا ہے اگر تم اس کی اطاعت سے روگرداں ہو گئے اس کی شریعت کی تابعداری چھوڑ دی تو وہ تمہارے بدلے تمہارے سوا اور قوم لائے گا جو تم جیسی نہ ہوگی بلکہ وہ سننے اور ماننے والے حکم بردار نامردمانوں سے بیزار ہوں گے۔ انہی اپنی حاکم اور امن جری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب یہ آیت تلاوت فرمائی تو صحابہ نے پوچھا کہ حضور وہ کون لوگ ہیں جو تمہارے بدلے لائے جاتے اور ہم جیسے نہ ہوتے تو آپ نے اپنا ہاتھ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شانے پر رکھ کر فرمایا یہ اور ان کی قوم انمردین ثریا کے پاس بھی ہوتا تو اسے فارس کے لوگ لے آتے۔ اس کے ایک راوی مسلم بن خالد زہی کے بارے میں بعض ائمہ جرح تعدیل نے کچھ کلام کیا ہے واللہ اعلم۔ الحمد للہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سورۃ قمال کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ فتح

(تفسیر سورۃ فتح) صحیح بخاری صحیح مسلم اور مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ”فتح مکہ والے سال اثناء سفر میں راہ چلتے رسول اللہ ﷺ نے اپنی اونٹنی پر ہی سورۃ فتح کی تلاوت کی اور ترجیع سے پڑھ رہے تھے۔ اگر مجھے لوگوں کے جمع ہو جانے کا ڈر نہ ہوتا تو میں آپ کی تلاوت کی طرح ہی تلاوت کر کے تمہیں سنا دیتا۔“

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا ۚ لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ۚ وَيَنْصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا ۝

○ شروع اللہ نہایت مہربان و رحم و لے کے نام سے ○

○ نبی اکرم نے جبے ایک ظاہر فتح دی ہے ○ تاکہ جو کچھ تیرے گناہ آگے ہوئے اور جو پیچھے رہے سب کو اللہ تعالیٰ معاف فرمادے اور تجھے پر اپنا احسان پورا را

پورا کرے اور تجھے سید جی راہ چلائے ○ اور تجھے ایک زبردست مدد دے ○

(آیت: ۱-۳) ذی قعدہ سنہ ۶ ہجری میں رسول اللہ ﷺ عمرہ ادا کرنے کے ارادے سے مدینہ سے مکہ کوچے لیکن راہ میں مشرکین مکہ نے روک دیا اور مسجد الحرام کی زیارت سے مانع ہوئے، پھر وہ لوگ صلح کی طرف جھکے اور حضورؐ نے بھی اس بات پر کہ آپ اگلے سال عمرہ ادا کریں گے، ان سے صلح کر لی جسے صحابہؓ کی ایک بڑی جماعت پسند نہ کرتی تھی جس میں خاص قابل ذکر ہستی حضرت عمر فاروقؓ کی ہے آپ نے وہیں اپنی قربانیاں کیں اور لوٹ گئے، جس کا پورا واقعہ ابھی اسی سورت کی تفسیر میں آ رہا ہے، ان شاء اللہ۔ پس لوٹتے ہوئے راہ میں یہ مبارک سورت آپ پر نازل ہوئی، جس میں اس واقعہ کا ذکر ہے اور اس صلح کو باعتبار نتیجہ فتح کہا گیا۔ ابن مسعودؓ وغیرہ سے مروی ہے کہ تم فتح فتح مکہ کو کہتے ہو لیکن ہم صلح حدیبیہ کو فتح جانتے تھے۔ حضرت جابرؓ سے بھی یہی مروی ہے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں تم فتح مکہ کو فتح شمار کرتے ہو اور ہم بیعت الرضوان کے واقعہ حدیبیہ کو فتح سمجھتے ہیں۔ ہم چودہ سو آدمی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس موقع پر تھے حدیبیہ نامی ایک کنواں تھا، ہم نے اس میں سے پانی اپنی ضرورت کے مطابق لینا شروع کیا، تھوڑی دیر میں پانی بالکل ختم ہو گیا، ایک قطرہ بھی نہ بچا، آخر پانی کے نہ ہونے کی شکایت حضورؐ کے کالوں تک پہنچی آپ اس کنوئیں کے پاس آئے، اس کے کنارے بیٹھ گئے اور پانی کا برتن منگوا کر وضو کیا، جس میں کھلی بھی کی، پھر کچھ دعا کی اور وہ پانی اس کنوئیں میں ڈلوادیا، تھوڑی دیر بعد جو ہم نے دیکھا تو وہ تو پانی سے بالاب بھر ہوا تھا، ہم نے بھی پیہا جانوروں نے بھی پیہا اپنی حاجتیں پوری کیں اور سارے برتن بھر لئے۔

مسند احمد میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا۔ تین مرتبہ میں نے آپ سے کچھ پوچھا آپ نے کوئی جواب نہ دیا، اب تو مجھے سخت ندامت ہوئی اس امر پر کہ انفس میں نے حضورؐ کو تکلیف دی، آپ جواب دینا نہیں چاہتے اور میں خواہ مخواہ سر ہوتا رہا۔ پھر مجھے ڈر لگنے لگا کہ میری اس بے ادبی پر میرے بارے میں کوئی وحی آسان سے نہ نازل ہو چنانچہ میں نے اپنی سواری کو تیز کیا اور آگے نکل گیا۔ تھوڑی دیر گذر کر تھی کہ میں نے سنا کوئی منادی میرے نام کی نذر کارہا ہے، میں نے جواب دیا تو اس نے کہا چلو تمہیں حضورؐ یا دفر ماتے ہیں، اب تو میرے ہوش گم ہو گئے کہ ضرور کوئی وحی نازل ہوئی اور میں ہلاک ہوا، جلدی جلدی حاضر حضورؐ ہوا تو آپ نے فرمایا گدشتہ شب مجھ پر ایک سورت اتری ہے جو مجھے دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے پھر آپ نے اِنَّا فَتَحْنَا الْخِمْ، کی تلاوت کی۔ یہ حدیث بخاری اور نسائی میں بھی ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حدیبیہ سے لوٹتے ہوئے لَيَغْفِرَنَّ لَكَ اللَّهُ الْخِمْ نازل ہوئی تو حضورؐ نے فرمایا مجھ پر ایک آیت اتاری گئی ہے جو مجھے روئے زمین سے زیادہ محبوب ہے پھر آپ نے یہ آیت پڑھ سنائی۔ صحابہؓ آپ کو مبارکباد دینے لگے اور کہا حضورؐ یہ تو ہوئی آپ کے لئے ہمارے لئے کیا ہے؟ اس پر یہ آیت لَيَذْلِلَ الْمُؤْمِنِينَ رَعِي عَظِيمًا نازل ہوئی (بخاری و مسلم)

حضرت مجمع بن جاریہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو قاری قرآن تھے فرماتے ہیں حدیبیہ سے ہم واپس آ رہے تھے کہ میں نے دیکھا کہ لوگ اونٹوں کو بھگائے لئے جا رہے ہیں، پوچھا کیا بات ہے معلوم ہوا کہ حضورؐ پر کوئی وحی نازل ہوئی ہے تو ہم لوگ بھی اپنے اونٹوں کو دوڑاتے ہوئے سب کے ساتھ پیچھے آپ اس وقت کراخ النعم میں تھے جب سب جمع ہو گئے تو آپ نے یہ سورت تلاوت کر کے سنائی تھی۔ ایک صحابیؓ نے کہا یا رسول اللہ! کیا یہ فتح ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں قسم اس کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے یہ فتح ہے۔ خیر کی تقسیم صرف انہی پر کی گئی جو حدیبیہ میں موجود تھے، انھارہ حصے بنائے گئے، کل لشکر پندرہ سو کا تھا جس میں تین سو گھوڑ سوار تھے پس سوار کو دو ہر حصہ

ملا اور پیدل کوا کہرا۔ (ابوداؤد وغیرہ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حدیبیہ سے آتے ہوئے ایک جگہ رات گزارنے کے لئے ہم اتر کر سو گئے تو ایسے سوئے کہ سورج نکلنے کے بعد جاگے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ بھی سوئے ہوئے ہیں ہم نے کہا آپ کو جگانا چاہئے کہ آپ خود جاگ گئے اور فرمانے لگے جو کچھ کرتے تھے کرو اور اسی طرح کرے جو سو جائے یا بھول جائے۔ اسی سفر میں حضور کی اونٹنی کہیں کم ہو گئی ہم ڈھونڈنے کو نکلے تو دیکھا کہ ایک درخت میں کیمل ایک گئی ہے اور وہ رکی کھڑی ہے اسے کھول کر حضور کے پاس لائے آپ سوار ہوئے اور ہم نے کوچ کیا تاگہاں راستے میں ہی آپ پر وحی آنے لگی وحی کے وقت آپ پر بہت دشواری ہوتی تھی جب وحی بہت گئی تو آپ نے ہمیں بتایا کہ آپ پر سورہ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ الْاُزْرٰی ہے (ابوداؤد نسائی، مسند احمد وغیرہ)

حضور گواہ تہجد وغیرہ میں اس قدر وقت لگاتے کہ پیروں پر درم چڑھ جاتا تو آپ سے کہا گیا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف نہیں فرمادیئے؟ آپ نے جواب دیا کیا پھر میں اللہ کا شکر گزار غلام نہ ہوں؟ (بخاری و مسلم) اور روایت میں ہے کہ یہ پوچھنے والی ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں (مسلم)

پس مبین سے مراد کھلی صریح صاف ظاہر ہے اور فتح سے مراد صلح حدیبیہ ہے جس کی وجہ سے بڑی خیر و برکت حاصل ہوئی لوگوں میں امن و امان ہوا مؤمن کافر میں بول چال شروع ہو گئی علم اور ایمان کے پھیلانے کا موقع ملا آپ کے اگلے پچھلے گناہوں کی معافی یہ آپ کا خاصہ ہے جس میں کوئی اور آپ کا شریک نہیں۔ ہاں بعض اعمال کے ثواب میں یہ الفاظ اوروں کے لئے بھی آئے ہیں اس میں حضور کی بہت بڑی شرافت و عظمت ہے آپ اپنے تمام کاموں میں بھلائی استقامت اور فرمانبرداری الہی پر مستقیم تھے ایسے کراولین و آخرین میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا۔

آپ تمام انسانوں میں سب سے زیادہ اکل انسان اور دنیا اور آخرت میں کل اولاد آدم کے سردار اور رہبر تھے اور چونکہ حضور سب سے زیادہ اللہ کے فرمانبردار اور سب سے زیادہ اللہ کے احکام کا لحاظ کرنے والے تھے اسی لئے جب آپ کی اونٹنی آپ کو لے کر بیٹھ گئی تو آپ نے فرمایا اسے ہاتھوں کے روکنے والے نے روک لیا ہے اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے آج یہ کفار مجھ سے جو باتیں گئے دوں گا بشرطیکہ اللہ کی حرمت کی ہچک نہ ہو پس جب آپ نے اللہ کی مان لی صلح کو قبول کر لیا تو اللہ عز و جل نے فتح کی سورت اتاری اور دنیا اور آخرت میں اپنی نعمتیں آپ پر پوری کیں اور شرع عظیم اور دین قدیم کی طرف آپ کی رہبری کی اور آپ کے خشوع خضوع کی وجہ سے اللہ نے آپ کو بلند و بالا کیا آپ کی تواضع فرقتی عاجزی اور انکساری کے بدلے آپ کو عز و جاوہر تہ و منصب عطا فرمایا آپ کے دشمنوں پر آپ کو غلبہ دیا چنانچہ خود آپ کافر مان ہے بندہ درگزر کرنے سے عزت میں بڑھ جاتا ہے اور عاجزی اور انکساری کرنے سے بلندی اور عالی رتبہ حاصل کر لیتا ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ تو نے کسی کو جس نے تیرے بارے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہو ایسی سزا نہیں دی کہ تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے۔

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوا
 إِيمَانًا مَعَ إِيْمَانِهِمْ ۖ وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَكَانَ
 اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۖ لِيَدْخُلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ
 تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ وَيُكَفِّرُ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ
 وَكَانَ ذَلِكَ عِنْدَ اللَّهِ فَوْزًا عَظِيمًا ۖ وَيُعَذِّبُ الْمُنَافِقِينَ ۖ وَالْمُنَافِقَتِ
 وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ الظَّالِمِينَ ۖ بِاللَّهِ ظَنَّ السَّوْءَ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ
 السَّوْءِ ۖ وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ ۖ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ
 مَصِيرًا ۝

وہی ہے جس نے مسلمانوں کے دلوں میں سکون اور اطمینان ڈال دیا تاکہ اپنے ایمان کے ساتھ یہی ساتھ اور بھی ایمان میں بڑھ جائیں آسمانوں اور زمین کے کل لشکر
 اللہ ہی کے ہیں اور اللہ تعالیٰ دانا با حکمت ہے ○ انجام کار یہ ہے کہ مسلمان مردوں اور عورتوں کو ان جنتوں میں لے جائے جن کے نیچے نہشتے پر ہے جہاں وہ
 ہمیشہ رہیں گے اور ان سے ان کے گنہ دور کر دے اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑی کامیابی کا حاصل کر لینا ہے ○ اور تاکہ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک
 مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب کرے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ بدگمانیاں رکھنے والے ہیں اور اصل انہی پر برائی کا پھیرا ہے اللہ ان پر ناراض ہوا اور انہیں لعنت کی اور
 ان کے لئے دوزخ تیار کی اور وہ بہت بری لوٹنے کی جگہ ہے ○

اطمینان و رحمت : ☆ ☆ (آیت: ۴-۶) سکینہ کے معنی ہیں اطمینان رحمت اور وقار۔ فرمان ہے کہ حدیبیہ والے دن جن با ایمان
 صحابہؓ نے اللہ کی اور اس کے رسولؐ کی بات مان لی، اللہ نے ان کے دلوں کو مطمئن کر دیا اور ان کے ایمان اور بڑھ گئے۔ اس سے
 حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ائمہ کرام نے استدلال کیا ہے کہ دلوں میں ایمان بڑھتا ہے اور اسی طرح گھٹتا بھی ہے۔ پھر
 فرماتا ہے کہ اللہ کے لشکروں کی کی نہیں وہ اگر چاہتا تو خود ہی کفار کو ہلاک کر دیتا۔ ایک فرشتے کو بھیج دیتا تو وہ ان سب کو برہاد اور بے
 نشان کر دینے کے لئے بس تھا، لیکن اس نے اپنی حکمت بالغہ سے ایمانداروں کو جہاد کا حکم دیا جس میں اس کی جنت بھی پوری ہو جائے
 اور دلیل بھی سامنے آجائے اس کا کوئی کام علم و حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ اس میں ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ ایمانداروں کو اپنی بہترین
 نعمتیں اس بہانے عطا فرمائے۔ پہلے یہ روایت گزر چکی ہے کہ صحابہؓ نے جب حضورؐ کو مبارک باد دی اور پوچھا کہ حضورؐ ہمارے لئے کیا ہے؟
 تو اللہ عزوجل نے یہ آیت اتاری کہ ”مومن مرد و عورت جنتوں میں جائیں گے جہاں چپے چپے پر نہیں جاری ہیں اور جہاں وہ ابدًا با دینک
 رہیں گے اور اس لئے بھی کہ اللہ تعالیٰ ان کے گناہ اور ان کی برائیاں دور اور دفع کر دے انہیں ان کی برائیوں کی سزا نہ دے بلکہ معاف فرما
 دے ورنہ گزر کر دے بخش دے پردہ ڈال دے ورنہ کرے اور ان کی قدر دانی کرے ورنہ اصل یہی اصل کامیابی ہے جیسے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا
 فَمَنْ رَزَقْنَاهُ مِنْهُ لَمْ يَكُنْ يَكْفُرْ ۖ فَمَنْ رَزَقْنَاهُ مِنْهُ لَمْ يَكُنْ يَكْفُرْ ۖ فَمَنْ رَزَقْنَاهُ مِنْهُ لَمْ يَكُنْ يَكْفُرْ ۖ فَمَنْ رَزَقْنَاهُ مِنْهُ لَمْ يَكُنْ يَكْفُرْ ۖ
 آیت اور وجہ اور غایت بیان کی جاتی ہے کہ اس لئے بھی کہ نفاق اور شرک کرنے والے مرد و عورت جو اللہ تعالیٰ کے احکام میں بدظنی کرتے ہیں
 رسولؐ اور اوصیاء رسولؐ کے ساتھ برے خیال رکھتے ہیں یہی سی کتنے؟ آج نہیں تو کل ان کا نام و نشان مٹا دیا جائے گا اس جگہ میں

گئے تو اور کسی لڑائی میں تباہ ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دراصل اس برائی کا دائرہ انہی پر ہے۔ ان پر اللہ کا غضب ہے یہ رحمت البیہ سے دور ہیں ان کی جگہ جہنم ہے اور وہ بدترین ٹھکانا ہے۔

وَلِلّٰهِ جُنُودُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيزًا حَكِيْمًا ﴿٥﴾
 اِنَّا اَرْسَلْنَاكَ شَٰهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيْرًا ﴿٦﴾ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ
 وَرَسُوْلِهِ وَتَعَزَّوْهُ وَتُقِرُّوْهُ وَتَسِيْحُوْهُ بُكْرَةً وَّاٰصِيْلًا ﴿٧﴾

اور اللہ ہی کے لئے لشکر آسمانوں اور زمین میں اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے ﴿۵﴾ یقیناً ہم نے تجھے اظہار حق کرنے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے ﴿۶﴾ تاکہ اے مسلمانو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کا ادب کرو اور اللہ کی پاکی بیان کرو صبح اور شام ﴿۷﴾

(آیت ۷): دو بارہ اپنی قوت قدرت اپنے اور اپنے بندوں کے دشمنوں سے انتقام لینے کی طاقت کو ظاہر فرماتا ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کے لشکر سب اللہ ہی کے ہیں اور اللہ تعالیٰ عزیز و حکیم ہے۔

آنکھوں دیکھا گواہ رسول اللہ ﷺ ☆ ☆ (آیت ۸-۹) اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو فرماتا ہے ہم نے تمہیں مخلوق پر شاہد بنا کر مومنوں کو خوشخبری سنانے والا، کافروں کو ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اس آیت کی پوری تفسیر سورہ احزاب میں گذر چکی ہے۔ تاکہ اے لوگو! اللہ پر اور اس کے نبی پر ایمان لاؤ اور اس کی عظمت و احترام کو بزرگی اور پاکیزگی کو تسلیم کرو اور اس لئے کہ تم اللہ تعالیٰ کی صبح شام تسبیح کرو۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی تعظیم و تکریم بیان فرماتا ہے کہ جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ دراصل خود اللہ تعالیٰ سے ہی بیعت کرتے ہیں۔

جیسے ارشاد ہے مَنْ يُطِيعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اطَاعَ اللّٰهَ یعنی جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کا کہا مانا۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے یعنی وہ ان کے ساتھ ہے ان کی باتیں سنتا ہے ان کا مکان دیکھتا ہے ان کے ظاہر باطن کو جانتا ہے پس دراصل رسول کے واسطے سے ان سے بیعت لینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے جیسے فرمایا اللّٰهُ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْحَ، یعنی اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے ان کی جائیں اور ان کے مال خرید لئے ہیں اور ان کے بدلے میں جنت انہیں دے دی ہے وہ راہ اللہ میں جہاد کرتے ہیں مرتے ہیں اور مارتے ہیں اللہ کا یہ سچا وعدہ تورات و انجیل میں بھی موجود ہے اور اس قرآن میں بھی سمجھ لو کہ اللہ سے زیادہ سچے وعدے والا کون ہوگا؟ پس تمہیں اس خرید و فروخت پر خوش ہو جانا چاہئے دراصل نبی کا سیاسی یہی ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جس نے راہ اللہ میں تلوار اٹھائی اس نے اللہ سے بیعت کر لی۔ دوسری حدیث میں ہے حجر اسود کے بارے میں حضور نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کھڑا کرے گا اس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے دیکھے گا اور زبان ہوگی جس سے بولے گا اور جس نے اسے حق کے ساتھ بوسہ دیا ہے اس کی گواہی دے گا اسے بوسہ دینے والا دراصل اللہ تعالیٰ سے بیعت کرنے والا ہے پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ
 فَمَنْ نَكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثْ عَلٰى نَفْسِهٖ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ
 عَلَيْهِ اللّٰهُ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٨﴾

فخص اس اقرار کو پرکار ہے جو اس نے اللہ کے ساتھ کیا ہے تو اسے عقرب اللہ تعالیٰ بہت بڑا اجر دے گا ○

(آیت ۱۰): پھر فرماتا ہے جو بیعت کے بعد عہد شکنی کرے اس کا وبال خود اسی پر ہوگا اللہ کا وہ کچھ نہ بگاڑے گا اور جو اپنی بیعت کو نبھا جائے وہ بڑا ثواب پائے گا یہاں جس بیعت کا ذکر ہے وہ بیعت الرضوان ہے جو ایک بیول کے درخت تلے حدیبیہ کے میدان میں ہوئی تھی اس دن بیعت کرنے والے صحابہ کی تعداد تیرہ سو چودہ سو یا پندرہ سو تھی ٹھیک یہ ہے کہ چودہ سو تھی اس واقعہ کی حدیثیں ملاحظہ ہوں۔

بخاری شریف میں ہے ہم اس دن چودہ سو تھے بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے آپ نے اس پانی میں ہاتھ رکھا پس آپ کی انگلیوں کے درمیان سے اس پانی کی سوتیں اٹھنے لگیں۔ یہ حدیث مختصر ہے اس حدیث سے جس میں ہے کہ صحابہ سخت پیاسے ہوئے پانی پتھائیں حضورؐ نے انہیں اپنے ترکش میں سے ایک تیر نکال کر دیا انہوں نے جا کر حدیبیہ کے کنوئیں میں اسے گاڑ دیا اب تو پانی جوش کے ساتھ اٹھنے لگا یہاں تک کہ سب کو کافی ہو گیا۔ حضرت جابرؓ سے پوچھا گیا کہ اس روز تم کتنے تھے؟ فرمایا چودہ سو، لیکن اگر ایک لاکھ بھی ہوتے تو پانی اس قدر تھا کہ سب کو کافی ہو جاتا بخاری کی روایت میں ہے کہ ”پندرہ سو تھے“ حضرت جابرؓ سے ایک روایت میں پندرہ سو بھی مروی ہے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں فی الواقع تھے تو پندرہ سو اور یہی حضرت جابرؓ کا پہلا قول تھا پھر آپ کو کچھ وہم سا ہو گیا اور چودہ سو فرمانے لگے۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ سو پندرہ سو تھے۔ لیکن آپ سے مشہور روایت چودہ سو کی ہے۔ اکثر راویوں اور اکثر سیرت نویس بزرگوں کا یہی قول ہے کہ چودہ سو تھے ایک روایت میں ہے اصحاب شجرہ چودہ سو تھے اور اس دن آٹھواں حصہ مہاجرین کا مسلمان ہوا۔

سیرت محمد بن اسحاق میں ہے کہ حدیبیہ والے سال رسول مقبول ﷺ اپنے ساتھ سات سو صحابہ کو لے کر زیارت بیت اللہ کے ارادے سے مدینہ سے چلے قربانی کے ستر اونٹ بھی آپ کے ہمراہ تھے ہر دس اشخاص کی طرف سے ایک اونٹ۔ ہاں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ آپ کے ساتھی اس دن چودہ سو تھے۔ ابن اسحاق اسی طرح کہتے ہیں اور یہ ان کے اہام میں شمار ہے۔ بخاری و مسلم جو محفوظ ہے وہ یہ کہ ایک ہزار کئی سو تھے جیسے ابھی آ رہا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اس بیعت کا سبب سیرت محمد بن اسحاق میں ہے کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرؓ کو بلوایا کہ آپ کو مکہ بھیج کر قریش کے سرداروں سے کہلوائیں کہ حضورؐ کو لڑائی بھڑائی کے ارادے سے نہیں آئے بلکہ آپ بیت اللہ شریف کے عمرے کے لئے آئے ہیں، لیکن حضرت عمرؓ نے فرمایا یا رسول اللہ! میرے خیال سے تو اس کام کے لئے آپ حضرت عثمانؓ کو بھیجیں کیونکہ مکہ میں میرے خاندان میں سے کوئی نہیں یعنی بنو عدی بن کعب کا قبیلہ نہیں جو میری حمایت کرے آپ جانتے ہیں کہ قریش سے میں نے کتنی کچھ اور کیا کچھ دشمنی کی ہے اور مجھ سے وہ کس قدر خار کھائے ہوئے ہیں مجھے تو وہ زندہ ہی نہیں چھوڑیں گے۔ چنانچہ حضورؐ نے اس رائے کو پسند فرما کر جناب عثمانؓ ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ابوسفیان اور سرداران قریش کے پاس بھیجا آپ جاتی رہے تھے کہ راستے میں یا مکہ میں داخل ہوتے ہی ابان بن سعید بن عامرؓ ل گیا اور اس نے آپ کو اپنے آگے اپنی سواری پر بٹھالیا اپنی امان میں انہیں اپنے ساتھ مکہ میں لے گیا آپ قریش کے بڑوں کے پاس گئے اور حضورؐ کا پیغام پہنچایا انہوں نے کہا کہ اگر آپ بیت اللہ شریف کا طواف کرنا چاہیں تو کر لیجئے آپ نے جواب دیا کہ یہ نامکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے میں طواف کروں اب ان لوگوں نے جناب ذوالنورین کو روک لیا اور لشکر اسلام میں یہ خبر مشور ہو گئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر ڈالا گیا اس وحشت اثر خبر نے مسلمانوں کو اور خود اللہ کے رسولؐ کو بڑا صدمہ پہنچایا اور آپ نے فرمایا کہ اب تو ہم بغیر فیصلہ کئے یہاں سے نہیں ہٹیں گے۔

چنانچہ آپؐ نے صحابہؓ کو بلوایا اور ان سے بیعت لی ایک درخت تلے یہ بیعت الرضوان ہوئی۔ لوگ کہتے ہیں یہ بیعت موت پر لی تھی یعنی لڑتے لڑتے مر جائیں گے۔ لیکن حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ موت پر بیعت نہیں لی تھی بلکہ اس اقرار پر کہ ہم لڑائی سے بھاگیں گے

نہیں۔ جتنے مسلمان صحابہؓ اس میدان میں تھے سب نے آپ سے برضا مندی بیعت کی سوائے جد بن قیس کے جو قبیلہ بنو سلمہ کا ایک شخص تھا۔ یہ اپنی اونٹنی کی آڑ میں چھپ گیا۔ پھر حضورؐ کو اور صحابہؓ کو معلوم ہو گیا کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کی افواہ غلط تھی اس کے بعد قریش نے سہیل بن عمروؓ حویطب بن عبد العزیٰ اور مرکز بن حفص کو آپ کے پاس بھیجا یہ لوگ ابھی یہیں تھے کہ بعض مسلمانوں اور بعض مشرکوں میں کچھ تیز کلائی شروع ہو گئی نوبت یہاں تک پہنچی کہ سنگ باری اور تیر باری بھی ہوئی اور دونوں طرف کے لوگ آمنے سامنے ہو گئے اور ان لوگوں نے حضرت عثمانؓ اور غیرہ کو روک لیا اور یہ لوگ رک گئے اور رسول اللہ ﷺ کے منادی نے ندا کر دی کہ روح القدس اللہ کے رسولؐ کے پاس آئے اور بیعت کا حکم دے گئے اؤ اللہ کا نام لے کر بیعت کر جاؤ اب کیا تھا مسلمان بے تاب نہ دوڑے ہوئے حاضر حضورؐ ہوئے آپ اس وقت درخت تلے تھے سب نے بیعت کی اس بات پر کہ وہ ہرگز ہرگز کسی صورت میں میدان سے منہ موڑنے کا نام نہ لیں گے اس سے مشرکین کانپ اٹھے اور جتنے مسلمان ان کے پاس تھے سب کو چھوڑ دیا اور صلح کی درخواست کرنے لگے۔ یہی میں ہے کہ بیعت کے وقت اللہ کے رسولؐ نے فرمایا اے عثمانؓ تیرے اور تیرے رسولؐ کے کام کو گھسے ہوئے ہیں پس آپ نے خود اپنا ایک ہاتھ اپنے دوسرے ہاتھ پر رکھا گویا حضرت عثمانؓ کی طرف سے بیعت کی۔

پس حضرت عثمانؓ کے لئے رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ ان کے اپنے ہاتھ سے بہت افضل تھا۔ اس بیعت میں سب سے پہلے کرنے والے حضرت ابوسنان اسدی تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ انہوں نے سب سے آگے بڑھ کر فرمایا حضورؐ ہاتھ پھیلائیے تاکہ میں بیعت کر لوں آپ نے فرمایا کس بات پر بیعت کرتے ہو؟ جواب دیا جو آپ کے دل میں ہوا اس پر۔ آپ کے والد کا نام وہب تھا۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت نافعؓ سے مروی ہے کہ لوگ کہتے ہیں حضرت عمرؓ کے لڑکے حضرت عبداللہؓ نے اپنے والد سے پہلے اسلام قبول کیا دراصل واقعہ یوں نہیں۔ بات یہ ہے کہ حدیبیہ والے سال حضرت عمرؓ نے اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک انصاری کے پاس بھیجا کہ جا کر اپنے گھوڑے لے آؤ اس وقت رسول اللہ ﷺ لوگوں سے بیعت لے رہے تھے حضرت عمرؓ کو اس کا علم نہ تھا یہ اپنے طور پوشیدگی سے لڑائی کی تیاریاں کر رہے تھے۔ حضرت عبداللہؓ نے دیکھا کہ حضورؐ کے ہاتھ پر بیعت ہو رہی ہے تو یہ بیعت سے شرف ہوئے۔ پھر گھوڑا لینے گئے اور گھوڑا لاکر حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور کہا کہ حضورؐ بیعت لے رہے ہیں اب جناب فاروقؓ آئے اور حضورؐ کے ہاتھ پر بیعت کی اس بنا پر لوگ کہتے ہیں کہ بیٹے کا اسلام باپ سے پہلے کا ہے۔

بخاری کی دوسری روایت میں ہے لوگ الگ الگ درختوں تلے آرام کر رہے تھے کہ حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ ہر ایک کی ٹکاپیں حضورؐ پر ہیں اور لوگ آپ کو گھیرے ہوئے ہیں حضرت عبداللہؓ سے فرمایا جاؤ راہ دیکھو کیا ہو رہا ہے؟ یہ آئے دیکھا کہ بیعت ہو رہی ہے تو بیعت کر لی پھر جا کر حضرت عمرؓ کو خبر کی چنانچہ آپ بھی فوراً آئے اور بیعت سے شرف ہوئے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ جب ہم نے بیعت کی ہے اس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کا ہاتھ تھا ہے ہوئے تھے اور آپ ایک بھول کے درخت تلے تھے۔ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ اس موقع پر درخت کی ایک جھکی ہوئی شاخ کو آپ کے سر سے اوپر کو اٹھا کر میں تھا ہے ہوئے تھا ہم نے آپ سے موت پر بیعت نہیں کی بلکہ نہ بھاگنے پر۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہم مرنے پر بیعت کی تھی آپ فرماتے ہیں ایک مرتبہ بیت کر کے میں ہر ایک طرف کو کھڑا ہو گیا تو آپ نے مجھ سے فرمایا سلمہ تم بیعت نہیں کرتے؟ میں نے کہا حضورؐ میں نے تو بیعت کر لی آپ نے فرمایا خیر اؤ بیعت کرو چنانچہ میں نے قریب جا کر پھر بیعت کی۔

حدیبیہ کا وہ کنواں جس کا ذکر اوپر گذرا صرف اسنے پانی کا تھا کہ پچاس بکریاں بھی آسودہ نہ ہو سکیں آپ فرماتے ہیں کہ دوبارہ

بیعت کر لینے کے بعد آپ نے جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ میں بے سپر ہوں تو آپ نے مجھے ایک ڈھال عنایت فرمایا پھر لوگوں سے بیعت لینی شروع کر دی پھر آخری مرتبہ میری طرف دیکھ کر فرمایا سلمہ تم بیعت نہیں کرتے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ پہلی مرتبہ جن لوگوں نے بیعت کی میں نے ان کے ساتھ ہی بیعت کی تھی پھر فتح میں دوبارہ بیعت کر چکا ہوں آپ نے فرمایا اچھا پھر کسی چنانچہ اس آخری جماعت کے ساتھ بھی میں نے بیعت کی آپ نے پھر میری طرف دیکھ کر فرمایا سلمہ تمہیں ہم نے جو ڈھال دی تھی وہ کیا ہوئی؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! حضرت عامرؓ سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے دیکھا کہ ان کے پاس دشمن کا دارو رکھنے کی کوئی چیز نہیں! میں نے وہ ڈھال انہیں دے دی تو آپ نے فرمایا تم بھی اس شخص کی طرح ہو جس نے اللہ سے دعا کی کہ اسے الٹی! میرے پاس کسی کو بھیج دو جو مجھے میری جان سے بھی زیادہ عزیز ہو۔ پھر اہل مکہ سے صلح کی تحریک کی آمدورفت ہوئی اور صلح ہو گئی! میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خادم تھا ان کے گھوڑے کی اور ان کی خدمت کیا کرتا تھا وہ مجھے کھانے کو دے دیتے تھے میں تو اپنا گھڑا بارباں بچے مال و دولت سب راہ اللہ میں چھوڑ کر ہجرت کر کے چلا آیا تھا۔ جب صلح ہو چکی ادھر کے لوگ ادھر ادھر کے گئے تو میں ایک درخت تلے جا کر کانٹے وغیرہ ہٹا کر اس کی جڑ سے لگ کر سو گیا! اچانک مشرکین مکہ میں سے چار شخص وہیں آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کچھ گستاخانہ کلمات سے آپس میں باتیں کرنے لگے مجھے بڑا برا معلوم ہوا میں وہاں سے اٹھ کر دوسرے درخت تلے چلا گیا ان لوگوں نے اپنے ہتھیار اتارے درخت پر لٹکا کر وہاں لیٹ گئے! تھوڑی دیر گزری ہو گئی جو میں نے سنا کہ وادی کے نیچے کے حصہ سے کوئی منادی ندا کر رہا ہے کہ اے مہاجر بھائیو! حضرت دہیم قتل کر دیئے گئے! میں نے جھٹ سے نکواریتان لی اور اسی درخت تلے گیا جہاں وہ چاروں سوئے ہوئے تھے جاتے ہی پہلے تو ان کے ہتھیار قبضے میں کے اور اپنے ہاتھ میں انہیں دبا کر دوسرے ہاتھ سے نکواریتول کر ان سے کہا سنو اس اللہ کی قسم جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عزت دی ہے تم میں سے جس نے بھی سراٹھایا میں اس کا سر قلم کر دوں گا! جب وہ اسے مان چکے! میں نے کہا اشواور میرے آگے آجے چلو چنانچہ ان چاروں کو لے کر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا! ادھر میرے چچا حضرت عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی مرکز نامی عملات کے ایک مشرک کو گرفتار کر کے لائے اور بھی اسی طرح کے ستر مشرکین حضورؐ کی خدمت میں حاضر کئے گئے تھے آپ نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا انہیں چھوڑ دو برائی کی ابتدا بھی انہیں کے سر رہے اور پھر اس کی تکرار کے ذمہ دار بھی یہی رہیں۔ چنانچہ سب کو رہا کر دیا گیا! اسی کا بیان آیت وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ الْخ میں ہے۔ حضرت سعید بن مسیبؓ کے والد بھی اس موقع پر حضورؐ کے ساتھ تھے آپ کا بیان ہے کہ اگلے سال جب ہم حج کو گئے تو اس درخت کی جگہ میرے پرپوشیدہ رہی ہم معلوم نہ کر سکے کہ کس جگہ حضورؐ کے ہاتھ پر ہم نے بیعت کی تھی اب اگر تم پر یہ پوشیدگی کھل گئی ہو تو تم جانو۔ ایک روایت میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس وقت حضورؐ نے فرمایا آج زمین پر جتنے ہیں ان سب پر افضل تم لوگ ہو۔ آپ فرماتے ہیں اگر میری آنکھیں ہوتیں تو میں تمہیں اس درخت کی جگہ دکھا دیتا۔ حضرت سفیانؒ فرماتے ہیں اس جگہ کی تعیین میں بڑا اختلاف ہے۔ حضورؐ کا فرمان ہے کہ ”جن لوگوں نے اس بیعت میں شرکت کی ہے ان میں سے کوئی بھی جہنم میں نہیں جائے گا“ ایک اور روایت میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا جن لوگوں نے اس درخت تلے میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے سب جنت میں جائیں گے مگر سرخ اونٹ والا ہم جلدی سے دوڑے دیکھا تو ایک شخص اپنے کھوئے ہوئے اونٹ کی تلاش میں تھا ہم نے کہا چل بیعت کر اس نے جواب دیا کہ بیعت سے زیادہ نفع تو اس میں ہے کہ میں اپنا گم شدہ اونٹ پا لوں۔

مسند احمد میں ہے آپ نے فرمایا کون ہے جو شہید المرار پر چڑھ جائے اس سے وہ دور ہو جائے گا جو بنی اسرائیل سے دور ہو! پس

سب سے پہلے قبیلہ خزرج کے ایک صحابی اس پر چڑھ گئے پھر تو اور لوگ بھی پہنچ گئے پھر آپ نے فرمایا تم سب بخشے جاؤ گے مگر سرخ اونٹ والا ہم اس کے پاس آئے اور اس سے کہا تیرے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استغفار طلب کریں تو اس نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم مجھے میرا اونٹ مل جائے تو میں زیادہ خوش ہوں گا یہ نسبت اس کے کہ تمہارے صاحب میرے لئے استغفار کریں یہ شخص اپنا گم شدہ اونٹ ڈھونڈ رہا تھا۔ حضرت حفصہؓ نے جب حضورؐ کی زبانی یہ سنا کہ اس بیعت والے دوزخ میں داخل نہیں ہوں گے تو کہا ہاں جوں گے آپ نے انہیں روک دیا تو مائی صاحبہؓ نے آیت وَإِنَّ مِنْكُمْ اِلًا وَّادَّٰهَا پڑھی یعنی تم میں سے ہر شخص کو اس پر وارد ہوتا ہے حضورؐ نے فرمایا اس کے بعد نبی فرمان باری ہے ثُمَّ نُنَجِّي الْيَدْيَيْنِ یعنی پھر ہم تقویٰ والوں کو نجات دیں گے اور ظالموں کو گھٹنوں کے بل اس میں گرا دیں گے۔ (مسلم)

حضرت حاطب بن ابولہثمہؓ کے غلام حضرت حاطب کی شکایت لے کر حضورؐ کے پاس آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! حاطب ضرور جہنم میں جاؤں گے۔ آپ نے فرمایا تو جھوٹا ہے وہ جہنمی نہیں وہ بدر میں اور حدیبیہ میں موجود رہا۔ ان بزرگوں کی ثنایاں ہو رہی ہے کہ یہ اللہ سے بیعت کر رہے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے اس بیعت کو توڑنے والا اپنا ہی نقصان کرنے والا ہے اور اسے پورا کرنے والا بڑے اجر کا مستحق ہے۔ جیسے فرمایا لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ أَخَذُوا مِنْهُمُ الْمِيثَاقَ، یعنی اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے راضی ہو گیا جب کہ انہوں نے درخت تلے تجھ سے بیعت کی ان کے دلی ارادوں کو اس نے جان لیا پھر ان پر مجموعی نازل فرمائی اور قریب کی فتح سے انہیں سر فرما دیا۔

سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ شَغَلَتْنَا أَمْوَالُنَا وَأَهْلُونَا فَاسْتَغْفِرْنَا يَقُولُونَ بِأَلْسِنَتِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا أَوْ أَسْرَادَ يَكُمُ نَفْعًا بَلْ كَانِ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ۚ بَلْ ظَنَنْتُمْ أَنْ لَنْ يَنْقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَىٰ أَهْلِيهِمْ أَبَدًا وَزُيِّنَ ذَٰلِكَ فِي قُلُوبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَ السَّوْءِ ۚ وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُورًا ۚ وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَعِيرًا ۚ

جو بدوی لوگ پیچھے چھوڑ دیے گئے تھے وہ اب تجھ سے کہیں گے کہ ہم اپنے مالوں اور بال بچوں میں گھر رہ گئے پس آپ ہمارے لئے مغفرت طلب کیجئے یہ تو اپنی زبانوں سے وہ کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے تو جواب دے کہ تمہارے لئے اللہ کی طرف سے کسی چیز کا بھی اختیار کو ان رکھتے ہیں ۱۲ اور وہ ہمیں نقصان پہنچانا چاہتے تو ہمیں کوئی نفع دینا چاہے تو بلکہ تم جو کچھ کر رہے ہو اس سے اللہ خوب باخبر ہے ۱۳ نہیں بلکہ تم نے تو یہ گمان کر رکھا تھا کہ جہنم ۱۴ مسلمان کا اپنے گھروں کی طرف لوٹ کر آنا قطعاً ناممکن ہے اور یہی خیال تمہارے دلوں میں رچ گیا تھا اور تم نے ہر گمان کر رکھا تھا اور اصل تم لوگ جو بھی بلاست والے ۱۵

مجاہدین کی کامیاب واپسی ☆ ☆ (آیت ۱۱-۱۲) جو اعراب لوگ جہاد سے جی چڑھا کر رسول اللہؐ کا ساتھ چھوڑ کر موت کے ڈر کے مارے گھر سے نہ نکلتے تھے اور جانتے تھے کہ کفر کی زبردست طاقت ہمیں چکنا چور کر دے گی اور جو اتنی بڑی جماعت سے نکلے لینے گئے ہیں

یہ تباہ ہو جائیں گے بال بچوں سے ترس جائیں گے اور وہیں کاٹ ڈالے جائیں گے جب انہوں نے دیکھا کہ اللہ کے رسولؐ مع اپنے پاکباز مجاہدین کی جماعت کے فہمی خوشی واپس آ رہے ہیں تو اپنے دل میں مسودے گانٹنے لگے کہ اپنی مشیت نبی رہے یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو پہلے ہی سے خبردار کر دیا کہ یہ بد باطن لوگ آ کر اپنے ضمیر کے خلاف اپنی زبان کو حرکت دیں گے اور عذر پیش کریں گے کہ حضورؐ بال بچوں اور کام کاج کی وجہ سے نکل نہ سکے ورنہ تو ہر طرح تابع فرمان ہیں ہماری جان تک حاضر ہے اپنی مزید ایمانداری کے اظہار کے لئے یہ بھی کہہ دیں گے کہ حضرت آپؐ ہمارے لئے استغفار کیجئے۔ تو آپؐ انہیں جواب دے دینا کہ تمہارا معاملہ سپرد اللہ ہے وہ دلوں کے مجید سے واقف ہے اگر وہ تمہیں نقصان پہنچائے تو کون ہے جو اسے دفع کر سکے؟ اور اگر وہ تمہیں نفع دینا چاہے تو کون ہے جو اسے روک سکے قطع اور بناوٹ سے؟ تمہاری ایمانداری اور نفاق سے وہ بخوبی آگاہ ہے ایک ایک عمل سے وہ باخبر ہے اس پر کوئی چیز مخفی نہیں دراصل تمہارا پیچھے رہ جانا کسی عذر کے باعث نہ تھا بلکہ بطور نافرمانی کے ہی تھا۔ صاف طور پر تمہارا نفاق اس کا باعث تھا۔ تمہارے دل ایمان سے خالی ہیں اللہ پر بھروسہ نہیں رسولؐ کی اطاعت میں بھلائی کا یقین نہیں اس وجہ سے تمہاری جانیں تم پر گراں ہیں تم اپنی نسبت تو کیا بلکہ رسول ﷺ اور صحابہؓ رسولؐ کی نسبت بھی یہی خیال کرتے تھے کہ یہ قتل کر دیئے جائیں گے ان کی بھوسی اڑادی جائے گی ان میں سے ایک بھی نہ بچ سکے گا جو ان کی خبر تو لا کر دے ان بد خیالیوں نے تمہیں نامرد بنا رکھا تھا تم دراصل برباد شدہ لوگ ہو کہا گیا ہے کہ بورا الفت عمان ہے جو شخص اپنا عمل خالص نہ کرے اپنا عقیدہ مضبوط نہ بنائے اسے اللہ تعالیٰ دوزخ کی آگ میں عذاب کرے گا۔ گودنامیں وہ بہ خلاف اپنے باطن کے ظاہر کرتے رہے۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يُغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاءُ وَيُعَذِّبُ
مَنْ يَّشَاءُ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا

جو شخص اللہ پر اور اس کے رسولؐ پر ایمان نہ لائے تو ہم نے بھی ایسے کافروں کے لئے دکھنی آگ تیار کر رکھی ہے ○ زمین و آسمان کی بادشاہت اللہ ہی کے لئے ہے جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے عذاب کرے اللہ بڑا بخشنے والا بہت مہربان ہے ○

(آیت ۱۳-۱۴) پھر اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے ملک اپنی شہنشاہی اور اپنے اختیارات کا بیان فرماتا ہے کہ ماک و متصرف وہی ہے بخشش اور عذاب پر قادر وہ ہے لیکن ہے غفور اور رحیم جو بھی اس کی طرف جھکے وہ اس کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور جو اس کا در ٹکھٹکنا دے اس کے لئے اپنا دروازہ کھول دیتا ہے خواہ کتنے ہی گناہ کئے ہوں جب تو بہ کرے اللہ قبول فرما لیتا ہے اور گناہ بخش دیتا ہے بلکہ رحم اور مہربانی سے پیش آتا ہے۔

سَيَقُوْلُ الْمَخْلُفُوْنَ اِذَا اُنْطَلَقْتُمْ اِلٰی مَغٰنِمٍ لِّتَاْخُذُوْهَا ذُرُوْنَا
نَتَّبِعْكُمْ يَّرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلِمَ اللّٰهِ قُلْ لَنْ تَتَّبِعُوْنَا
كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ فَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَا بَلْ كَاْنُوْا
لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا

جب تم غنیمتیں لینے کے لئے جانے لگو گے تو جمعیت سے یہ پیچھے چھوڑے ہوئے لوگ کہیں گے کہ ہمیں بھی اپنے ساتھ چلنے کی اجازت دیجئے چاہے ہیں کہ اللہ

تعالیٰ کے کلام کو بدل دیں تو کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ پہلے ہی فرما چکا ہے کہ تم ہرگز ہرگز ہماری جبری دی نہ کرو گے وہ اس کا جواب دیں گے کہ نہیں بلکہ تم ہمارا احد کرتے ہو اصل بات یہ ہے کہ انہیں سمجھ بہت ہی کم ہے ○

مال غنیمت کے طالب ☆ ☆ (آیت: ۱۵) ارشاد الہی ہے کہ جن بدوی لوگوں نے حدیبیہ میں اللہ کے رسولؐ اور صحابہؓ کا ساتھ نہ دیا وہ جب حضورؐ کو اور ان صحابہؓ کو خیبر کی فتح کے موقع پر مال غنیمت سمیٹنے کے لئے جاتے ہوئے دیکھیں گے تو آرزو کریں گے کہ ہمیں بھی اپنے ساتھ لے لو مصیبت کو دیکھ کر پیچھے ہٹ گئے راحت کو دیکھ کر شامل ہونا چاہتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ انہیں ہرگز ساتھ نہ لینا جب یہ جنگ سے جی چرائیں تو پھر غنیمت میں حصہ کیوں لیں؟ اللہ تعالیٰ نے خیبر کی غنیمت کا وعدہ اہل حدیبیہ سے کیا ہے نہ کہ ان سے جو کھن وقت پر ساتھ نہ دیں اور آرام کے وقت مل جائیں۔ ان کی چاہت ہے کہ کلام الہی کو بدل دیں یعنی اللہ نے تو صرف حدیبیہ کی حاضری والوں سے وعدہ کیا تو یہ چاہتے ہیں کہ باوجود اپنی غیر حاضری کے اللہ کے اس وعدے میں مل جائیں تاکہ وہ بھی بدلا ہوا ثواب ہو جائے۔ ابن زید کہتے ہیں مراد اس سے یہ حکم الہی ہے فَإِنْ رَجَعَكَ اللَّهُ إِلَى طَائِفَةٍ مِنْهُمْ أَرْسَلْهُمْ إِلَيْهِ اے نبی! اگر تمہیں اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی گروہ کی طرف واپس لے جائے اور وہ تم سے جہاد کے لئے نکلنے کی اجازت مانگیں تو تم ان سے کہہ دینا کہ تم میرے ساتھ ہرگز نہ نکلو اور میرے ساتھ ہو کر کسی دشمن سے نہ لڑو تم وہی ہو کہ پہلی مرتبہ ہم سے پیچھے رہ جانے میں ہی خوش رہے پس اب ہمیشہ پیچھے رہنے والوں کے ساتھ ہی پیچھے رہو لیکن اس قول میں نظر ہے اس لئے کہ یہ آیت سورہ برأت کی ہے جو غزوہ تبوک کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور غزوہ تبوک غزوہ حدیبیہ کے بہت بعد کا ہے۔

ابن جریج کا قول ہے کہ مراد اس سے ان منافقوں کا مسلمانوں کو بھی اپنے ساتھ ملا کر جہاد سے باز رکھنا ہے۔ فرماتا ہے کہ انہیں ان کی اس آرزو کا جواب دو کہ تم ہمارے ساتھ چلنا چاہو اس سے پہلے اللہ یہ وعدہ اہل حدیبیہ سے کر چکا ہے اس لئے تم ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے۔ اب وہ طعن دیں گے کہ اچھا ہمیں معلوم ہو گیا تم ہم سے جلے ہو تم نہیں چاہتے کہ غنیمت کا حصہ تمہارے سوا کسی اور کو ملے۔ اللہ فرماتا ہے دراصل یہ ان کی ناگہمی ہے اور ایسی ایک پر کیا موقوف ہے یہ لوگ سراسر بے سمجھ ہیں۔

قُلْ لِلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سَتُدْعُونَ إِلَى قَوْمٍ أُولَىٰ بَأْسٍ
شَدِيدٍ تُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ فَإِنْ تُطِيعُوا يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا
حَسَنًا وَإِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا
أَلِيمًا ۝ لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَىٰ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ
وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ ۚ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ
جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَنْ يَتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا
أَلِيمًا ۝

تم پیچھے رہے ہوئے بدویوں سے کہہ دو کہ عقریب تم ایک سخت جنگ جو قوم کی جنگ کی طرف بلائے جاؤ گے کہ تم ان سے لڑو یا وہ مسلمان ہو جائیں۔ پس اگر تم اطاعت کرو گے تو اللہ تمہیں بہت بہتر بدلہ دے گا اور اگر تم نے منہ پھیر لیا یا اس سے پہلے تم منہ پھیر چکے ہو تو وہ تمہیں دردناک عذاب دے گا ○ اندھے پر کوئی

حرج نہیں اور نہ ٹکڑے پر کوئی حرج ہے اور نہ پکار کوئی حرج ہے جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کو اسے اللہ اپنی جنتوں میں داخل کرے گا۔
اور خوش تھے شمشے جاری ہیں اور جو نہ بھیجے اسے دریا تک نہ لے کرے گا ○

(آیت ۱۶-۱۷) وہ سخت لڑاکا قوم جن سے لڑنے کی طرف یہ بلائے جائیں گے کون سی قوم ہے؟ اس میں فی اقول ہیں ایک تو یہ کہ اس سے مراد قبیلہ ہوازن ہے دوسرے یہ کہ اس سے مراد قبیلہ ثقیف ہے تیسرے یہ کہ اس سے مراد قبیلہ بنو خنیف ہے چوتھے یہ کہ اس سے مراد اہل فارس ہیں یا نجوش یہ کہ اس سے مراد رومی ہیں پچھلے یہ کہ اس سے مراد بت پرست ہیں بعض فرماتے ہیں اس سے مراد کوئی خاص قبیلہ یا گروہ نہیں بلکہ مطلق جنگجو قوم مراد ہے جو بھی تک مقابلہ نہیں آئی۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں اس سے مراد کر دلوگ ہیں۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے حضورؐ فرماتے ہیں قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ تم ایک ایسی قوم سے نہ لڑو جن کی آنکھیں چھوٹی چھوٹی ہوں گی اور ناک ٹیچی ہوئی ہوگی ان کے منہ مثل تہ بہ تہ دریا ہوں گے ہوں گے حضرت سفیانؓ فرماتے ہیں اس سے مراد ترک ہیں۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ تمہیں ایک قوم سے جہاد کرنا پڑے گا جن کی جو تیاں بال دار ہوں گی حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں اس سے مراد کر دلوگ ہیں۔

پھر فرماتا ہے کہ ان سے جہاد قتال تم پر شروع کر دیا گیا ہے اور یہ حکم باقی رہے گا اللہ تعالیٰ ان پر تمہاری مدد کرے گا یا یہ کہ وہ خود بخود بغیر لڑے بھڑے دین اسلام قبول کر لیں گے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے اگر تم مان لو گے اور جہاد نہ لے آؤ گے تو وہ لوگ اور ختم کی ملیں گی اور اگر تم نے وہی کیا جو حد یہ کہ موقع پر یا تھا یعنی بڑائی سے پیٹھے رہے جہاد میں شرکت نہ کی احکام کی تعمیل سے جی چرایا تو تمہیں المناک عذاب ہوگا۔ پھر جہاد کے ترک کرنے کے جو جرح عذر ہیں ان کا بیان ہو رہا ہے پس وعدہ تو وہ بیان فرمائے جو لازمی ہیں یعنی اندھا چن اور ٹکڑا پن اور ایک مذروہ بیان فرمایا جو عارضی ہے جیسے بیماری کہ چند دن رہی پھر چلی گئی۔

پس یہ بھی اپنی بیماری کے زمانہ میں معذور ہیں۔ ہاں تندرست ہونے کے بعد یہ معذور نہیں۔ پھر جہاد کی ترغیب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ رسول کا فرمانبردار جنتی ہے اور جو جہاد سے بے رغبتی کرے اور دنیا کی طرف سراسر متوجہ ہو جائے معاش کے پیچھے معاذ کو بھول جائے اس کی سزا دنیا میں ذلت اور آخرت میں دکھ کی مار ہے۔

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ
فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ
فَتْحًا قَرِيبًا ۖ وَمَغَانِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ
عَزِيزًا حَكِيمًا ۝

یقیناً اللہ تعالیٰ مسخوٹوں سے خوش ہو گیا جب کہ وہ درخت تلے تھے کہ ان کے دلوں میں جو تھا اسے اس نے معلوم کر لیا اور ان پر اطمینان نازل فرمایا اور انہیں قریب کی فتح عطا فرمائی ○ اور بہت سی جہلیں جنہیں وہ حاصل کریں گے اللہ غالب ہے شکست والا ہے ○

چودہ سو صحابہ اور بیعت رضوان: ☆☆ (آیت ۱۸-۱۹) پہلے بیان ہو چکا ہے کہ یہ بیعت کرنے والے چودہ سو کی تعداد میں تھے اور یہ درخت بوں کا تھا چودہ سو یہ میدان میں تھا۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عبدالرحمن جب حج کو گئے تو دیکھا کہ کچھ لوگ ایک جگہ نماز ادا کر رہے ہیں پوچھا کہ کیا بات ہے؟ تو جواب ملا کہ یہ وہی درخت ہے جہاں رسول اللہ ﷺ سے بیعت الرضوان ہوئی تھی حضرت عبدالرحمن نے واپس آ کر یہ قصہ حضرت سعید بن مسیب سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا میرے والد صاحب بھی ان بیعت کرنے والوں میں

تھے ان کا بیان ہے کہ بیعت کے دوسرے سال ہم وہاں گئے لیکن ہم سب کو بھلا دیا گیا وہ درخت ہمیں نہ ملا پھر حضرت سعید فرمانے لگے تعجب ہے کہ اصحاب رسول خود بیعت کرنے والے تو اس جگہ کو نہ پاسکیں! انہیں معلوم نہ ہو لیکن تم لوگ جان لو گویا تم اصحاب رسول سے بھی زیادہ جاننے والے ہو۔ پھر فرمایا ہے ان کی دلی صداقت، نیت وفا اور سننے اور ماننے کی عادت کو اللہ نے معلوم کر لیا پس ان کے دلوں میں اطمینان ڈال دیا اور قریب کی فتح انعام فرمائی۔

یہ فتح وہ صلح ہے جو حدیبیہ کے میدان میں ہوئی جس سے عام بھلائی حاصل ہوئی اور جس کے قریب ہی خیر فتح ہوا پھر تھوڑے ہی زمانے کے بعد مکہ بھی فتح ہو گیا، پھر اور قلعے اور علاقے بھی فتح ہوئے چلے گئے اور وہ عزت و نصرت و فتح و ظفر و اقبال اور رفعت حاصل ہوئی کہ دنیا انگشت بدندان حیران و پریشان رہ گئی۔ اسی لئے فرمایا کہ جیسا مال نعمت عطا فرمائے گا۔ سچے غلبہ والا اور کامل حکمت والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے ہم حدیبیہ کے میدان میں دوپہر کے وقت آرام کر رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے منادی نے ندا کی کہ لوگو! بیعت کے لئے آگے بڑھو روح القدس آچکے ہیں۔ ہم بھاگے دوڑے حاضر حضور ہوئے آپ اس وقت بول کے درخت تھے ہم نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی جس کا ذکر آیت لقد رضی اللہ الخ میں ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے آپ نے اپنا ہاتھ دوسرے پر رکھ کر خود ہی بیعت کر لی تو ہم نے کہا عثمان بڑے خوش نصیب رہے کہ ہم تو یہاں پڑے ہوئے ہیں اور وہ بیت اللہ کا طواف کر رہے ہوں گے۔ یہ سن کر جناب رسول مقبول ﷺ نے فرمایا بالکل ناممکن ہے کہ عثمان ہم سے پہلے طواف کر لے کو کئی سال تک وہاں رہے۔

وَعَدَكُمْ اللَّهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُونَهَا فَعَجَلَ لَكُمْ هَذِهِ
وَكَفَّ أَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ وَلِتَكُونَ آيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ وَيَهْدِيَكُمْ
صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ۖ وَآخِرَى لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا قَدْ أَحَاطَ اللَّهُ
بَهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا ۝

اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت ساری غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے جنہیں تم حاصل کرو گے پس یہ تو تمہیں جلدی ہی عطا فرما دی اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے تاکہ تم مومنوں کے لئے ایک نمونہ بنو جاؤ اور تاکہ وہ تمہیں سیدھی راہ چلائے ○ اور تمہیں اور غنیمتیں بھی دے جن سے تم پر اب تک تم نے قابو نہیں پایا اللہ نے انہیں اپنے قابو میں رکھا

○ ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے

کفار کے بداراوے ناکام ہوئے: ☆☆ (آیت: ۲۰-۲۱) ان بہت سی غنیمتوں سے مراد آپ کے زمانے اور بعد کی سب غنیمتیں ہیں۔ جلدی کی غنیمت سے مراد خبر کی غنیمت ہے اور حدیبیہ کی صلح ہے اس اللہ کا ایک احسان یہ بھی ہے کہ کفار کے بداراووں کو اس نے پورا نہ ہونے دیا نہ کئے کے کافروں کے نہ ان منافقوں کے جو تمہارے پیچھے مدینے میں رہے تھے نہ یہ تم پر حملہ آور ہو سکے نہ وہ تمہارے بال بچوں کو کچھ ستا سکے نہ اس لئے کہ مسلمان اس سے عبرت حاصل کریں اور جان لیں کہ اصل حافظہ و ناصر اللہ ہی ہے پس دشمنوں کی کثرت اور اپنی قلت سے ہمت نہ باردیں اور یہ بھی یقین کر لیں کہ ہر کام کے انجام کا علم اللہ ہی کو ہے۔ بندوں کے حق میں بہتری یہی ہے کہ وہ اس کے فرمان پر عامل رہیں اور اسی میں اپنی خیریت سمجھیں گو وہ فرمان یہ ظاہر خلاف طبع ہو۔

بہت ممکن ہے کہ تم مجھے ناپسند رکھتے ہو وہی تمہارے حق میں بہتر ہو وہ تمہیں تمہاری حکم بجا آوری اور اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سچی جان ثناری کے عوض راہ مستقیم دکھائے گا اور دیگر غنیمتیں اور فتح مندیاں بھی عطا فرمائے گا جو تمہارے بس کی نہیں لیکن اللہ

خود تمہاری مدد کرے گا اور ان مشکلات کو تم پر آسان کر دے گا۔ سب چیزیں اللہ کے بس میں ہیں وہ اپنا ڈر رکھنے والے بندوں کو ایسی جگہ سے روزیاں پہنچاتا ہے جو کسی کے خیال میں تو کیا خود ان کے اپنے خیال میں بھی نہ ہوں۔ اس نعمت سے مراد خیر کی قیمت ہے جس کا وعدہ صلح حدیبیہ میں پہنایا تھا یا مکہ کی فتح ہے یا فارس اور روم کے مال ہیں یا وہ تمام فتوحات ہیں جو قیامت تک مسلمانوں کو حاصل ہوں گی۔

وَلَوْ قَتَلْتُمْ اَلسَّيِّئَةَ لَوْ كَفَرُوا لَوَلَّوْا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا
وَلَا نَصِيرًا ۝ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ
لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا ۝ وَهُوَ الَّذِي كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ
وَآيَدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ
عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ۝

اور اگر تم سے کافر جنگ کرتے تو اہل بیت چھوڑ دیا کرتے تھے تو کوئی کارساز پاتے نہ مددگار ۝ اللہ کے اس قاعدے کے مطابق جو پہلے سے چلا آیا ہے تو کبھی بھی اللہ کے قاعدے کو بدلا ہوا نہ پائے گا ۝ وہی جس نے خاص مکہ میں کافروں کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے روک لیا۔ اس کے بعد اس نے تمہیں ان پر فتح پاب کر دیا تھا تم جو کچھ کر رہے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے ۝

(آیت: ۲۲-۲۳) پھر اللہ تبارک و تعالیٰ مسلمانوں کی مدد کرے گا اور ان بے ایمانوں کو شکست فاش دے گا یہ پیٹھ دکھائیں گے اور منہ پھیر لیں گے اور کوئی دالی اور مددگار بھی انہیں نہ ملے گا اس لئے کہ وہ اللہ اور اس کے رسولؐ سے لڑنے کے لئے آئے ہیں اور اس کے ایماندار بندوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ پھر فرماتا ہے یہی اللہ تعالیٰ کی عادت ہے کہ جب کفر و ایمان کا مقابلہ ہو وہ ایمان کو کفر پر غالب کرتا ہے اور حق کو ظاہر کر کے باطل کو مٹا دیتا ہے جیسے کہ بدر والے دن بہت سے کافروں کو جو با سامان تھے چند مسلمانوں کے مقابلہ میں جو بے سرو سامان تھے شکست فاش دی۔ پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے میرے احسان کو بھی نہ بھولو کہ میں نے مشرکوں کے ہاتھ تم تک نہ پہنچنے دیئے اور تمہیں بھی مسجد حرام کے پاس لڑنے سے روک دیا اور تم میں ان میں صلح کرا دی جو دراصل تمہارے حق میں سراسر بہتری ہے کیا دنیا کے اعتبار سے اور کیا آخرت کے اعتبار سے۔ وہ حدیث یاد ہوگی جو اسی سورت کی تفسیر میں بہ روایت حضرت سلمہ بن اکوعؓ گذر چکی ہے کہ جب ستر کافروں کو بانہرہ کر مجاہدین نے آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کیا تو آپ نے فرمایا انہیں جانے دو ان کی طرف سے ہی ابتدا ہو اور انہی کی طرف سے دوبارہ شروع ہو اسی بابت یہ آیت اتری۔

مسند احمد میں ہے کہ اسی کافر ہتھیاروں سے آواز ستہ جبل محکم کی طرف سے چپ چپاتے موقع پا کر اتر آئے لیکن حضورؐ غافل نہ تھے آپ نے فوراً لوگوں کو آگاہ کر دیا سب گرفتار کر لئے گئے اور حضورؐ کے سامنے پیش کئے گئے۔ آپ نے ازراہ مہربانی ان کی خطا معاف فرمادی اور سب کو چھوڑ دیا۔ اور نساہت میں بھی ہے حضرت عبداللہ بن مظفلؓ حنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جس درخت کا ذکر قرآن میں ہے اس کے نیچے نبی ﷺ تھے ہم لوگ بھی آپ کے ارد گرد تھے اس درخت کی شاخیں حضورؐ کی کمر سے لگ رہی تھیں۔ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ازراہ سہیل بن عمروؓ آپ کے سامنے تھے حضورؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھو۔ اس پر سہیل نے حضورؐ کا ہاتھ تھام لیا اور کہا ہم رحمن اور رحیم کو نہیں جانتے ہمارے اس صلح نامہ میں ہمارے دستور کے مطابق لکھو ایسے پس آپ نے فرمایا با سملک

اللہم لکھو۔ پھر لکھایا وہ ہے جس پر اللہ کے رسول محمدؐ نے اہل مکہ سے صلح کی۔ اس پر پھر سبیل نے آپ کا ہاتھ تھام کر کہا اگر آپ رسول اللہ ہی ہیں تو پھر ہم نے بڑا ظلم کیا۔ اس صلح نامہ میں وہی لکھو ایسے جو ہم میں مشہور ہے۔ تو آپ نے فرمایا لکھو یہ وہ ہے جس پر محمد بن عبد اللہ (ﷺ) نے اہل مکہ سے صلح کی۔ اتنے میں تین جوان انکار تھیں بار بند آن پڑے آپ نے ان کے حق میں بد دعا کی اللہ نے انہیں بہر انادایا ہم اٹھے اور ان سب کو گرفتار کر کے آپ کے سامنے پیش کر دیا۔ آپ نے ان سے دریافت فرمایا کہ کیا تمہیں کسی نے امن دیا ہے؟ یا تم کسی کی ذمہ داری پر آئے ہو؟ انہوں نے انکار کیا، لیکن باوجود اس کے آپ نے ان سے درگزر فرمایا اور انہیں چھوڑ دیا اس پر یہ آیت وهو الذی اخرجنا من ہذا (نسائی) ابن جریر میں ہے جب حضورؐ کو رہائی کے جانور لے کر چلے اور ذوالخلیفہ تک پہنچ گئے تو حضرت عمرؓ نے عرض کی اے نبی اللہ! آپ ایک ایسی قوم کی ہستی میں جارہے ہیں جو سر پر پیکار ہیں اور آپ کے پاس نہ تو ہتھیار ہیں نہ اسباب۔ حضورؐ نے یہ سن کر آدی بھیج کر مدینہ سے سب ہتھیار اور کل سامان منگوایا۔ جب آپ مکہ کے قریب پہنچ گئے تو مشرکین نے آپ کو روکا کہ آپ مکہ میں نہ آئیں! آپ کو غوری کہ عمرہ بن ابوجہل پانچ سو کا لشکر لے کر آپ پر چڑھائی کرنے کے لئے آ رہا ہے! آپ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اے خالد! تیرا چچا زاد بھائی لشکر لے کر آ رہا ہے۔

حضرت خالدؓ نے فرمایا پھر کیا ہوا؟ میں اللہ کی تلوار ہوں اور اس کے رسولؐ کی اسی دن سے آپ کا لقب سیف اللہ ہوا۔ مجھے آپ جہاں چاہیں اور جس کے مقابلہ میں چاہیں بھیجیں چنانچہ عکرمہ کے مقابلہ کے لئے آپ روانہ ہوئے، گھاٹی میں دونوں کی ٹڈ بھڑ ہوئی۔ حضرت خالدؓ نے ایسا سخت حملہ کیا کہ عکرمہ کے پاؤں نہ بچے اسے کے کی گلیوں تک پہنچا کر حضرت خالدؓ واپس آ گئے لیکن پھر دوبارہ وہ تازہ دم ہو کر مقابلہ پر آیا اب کی مرتبہ بھی شکست کھا کر مکہ کی گلیوں تک پہنچ گیا۔ وہ پھر تیسری مرتبہ نکلا اس مرتبہ بھی یہی حشر ہوا اسی کا بیان آیت وهو الذی کف الخ، میں ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے باوجود حضورؐ کی ظفر مندی کے کفار کو بھی پچالیا تاکہ جو مسلمان ضعیف اور کمزور مکہ میں تھے انہیں اسلامی لشکر کے ہاتھوں کوئی گزند نہ پہنچے۔ لیکن اس روایت میں بہت کچھ نظر ہے، مانگن ہے کہ یہ حدیبیہ والے واقعہ کا ذکر ہو اس لئے کہ اس وقت تک تو حضرت خالدؓ مسلمان ہی نہ ہوئے تھے بلکہ مشرکین کے طلائے کے یہ اس دن سردار تھے جیسے کہ صحیح حدیث میں موجود ہے اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ یہ واقعہ عرۃ القنصا کا ہو۔ اس لئے کہ حدیبیہ کے صلح نامہ کی شرائط کے مطابق یہ طے شدہ امر تھا کہ اگلے سال حضورؐ نہیں غمرہ ادا کریں اور تین دن تک مکہ میں ٹھہریں چنانچہ اسی قرارداد کے مطابق جب حضورؐ تشریف فرما ہوئے تو کافروں نے آپ کو روکا نہیں نہ آپ سے جنگ و جدال کیا۔ اسی طرح یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ یہ واقعہ فتح مکہ کا ہو اس لئے کہ فتح مکہ والے سال آپ اپنے ساتھ قربانیاں لے کر نہیں گئے تھے اس وقت تو آپ جنگی حیثیت سے گئے تھے لڑنے اور جہاد کرنے کی نیت سے تشریف لے گئے تھے پس اس روایت میں کچھ غلط ہے اور اس میں ضرور قباحہ واقع ہوئی ہے، خوب سوچ لینا چاہئے واللہ اعلم۔

حضرت ابن عباسؓ کے مولیٰ حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قریش نے اپنے چالیس یا پچاس آدی بھیج کر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر کے ارگرد گھومتے رہیں اور موقع پا کر کچھ نقصان پہنچائیں یا کسی کو گرفتار کر کے لے آئیں یہاں یہ سارے کے سارے پکڑ لئے گئے لیکن پھر حضورؐ نے انہیں معاف فرمادیا اور سب کو چھوڑ دیا۔ انہوں نے آپ کے لشکر پر کچھ پتھر بھی پھینکے تھے اور کچھ تیز بھی چلائے تھے یہ بھی مروی ہے کہ ایک صحابی جنہیں ابن زینمؓ کہا جاتا تھا حدیبیہ کے ایک ٹیلے پر چڑھے تھے، مشرکین نے تیر بازی کر کے ان کو شہید کر دیا۔ حضورؐ نے کچھ سواران کے تعاقب میں روانہ کئے وہ ان سب کو جو قعدہ میں بارہ سوار تھے گرفتار کر کے لے آئے آپ نے ان سے پوچھا کہ کوئی عہد و بیان ہے؟ کہا نہیں، لیکن پھر بھی حضورؐ نے انہیں چھوڑ دیا اور اسی بارے میں آیت وهو الذی کف ایدیہم عنکم الخ نازل ہوئی۔

هُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيِ مَعْكُوفًا
 أَنْ يَبْلُغَ مَحِلَّهُ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُونَ وَنِسَاءٌ مُّؤْمِنَاتٌ لَّمْ
 تَعْلَمُوهُمْ أَنْ تَطَّوَّهُمْ فَنُصِيبَكُمْ مِنْهُمْ مَعَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ لِّيُدْخِلَ اللَّهُ
 فِي رَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ لَو تَزَلَّيْنَا لَلْعَذَابُ الَّذِينَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ
 عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور جنہیں مسجد حرام سے اور قربانی کے لئے موقوف رکھے ہوئے جانوروں کو قربان گاہ تک پہنچنے سے روک دیا اگر (کے میں) چند مسلمان مرد و عورت ایسے نہ ہوتے جنہیں تم نہیں جانتے اور یہ خطرہ نہ ہوتا کہ تم انہیں پامال کر ڈالو اور بے خبری میں ایک گناہ کے مرتکب ہو جاؤ (تو اسی وقت جنہیں لڑائی کی اجازت دے دی جاتی) یہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنی رحمت میں داخل کر لے اگر یہ مسلمان علیحدہ ہوتے تو یقیناً ہم ان میں سے کافروں کو التناک سزا دیتے O

مسجد حرام بیت اللہ کے اصل حقدار : ☆ ☆ (آیت : ۲۵) مشرکین عرب جو قریش تھے اور جو ان کے ساتھ اس عہد پر تھے کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے جنگ کریں گے ان کی نسبت قرآن خبر دیتا ہے کہ دراصل کفر پر یہ لوگ ہیں انہوں نے ہی جنہیں مسجد حرام بیت اللہ شریف سے روکا ہے حالانکہ اصلی حقدار اور زیادہ لائق خاندان اللہ کے تم ہی لوگ تھے پھر ان کی سرکشی اور مخالفت نے انہیں یہاں تک اندھا کر دیا کہ اللہ کی راہ کی قربانیوں کو بھی قربان گاہ تک نہ جانے دیا یہ قربانیاں تعداد میں ستر تھیں جیسے کہ عنقریب ان کا بیان آ رہا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ پھر فرماتا ہے کہ سر دست تمہیں لڑائی کی اجازت نہ دینے میں پوشیدہ راز یہ تھا کہ ابھی چند کمزور مسلمان کے میں ایسے ہیں جو ان ظالموں کی وجہ سے نہ اپنے ایمان کو ظاہر کر سکے ہیں نہ ہجرت کر کے تم میں مل سکے ہیں اور نہ تم انہیں جانتے ہو تو یوں دفعہ اگر تمہیں اجازت دے دی جاتی اور تم اہل مکہ پر چھا پر مارتے تو وہ سچے بچے مسلمان بھی تمہارے ہاتھوں شہید ہو جاتے اور بے علمی میں ہی تم مستحق گناہ اور دیت بن جاتے۔ پس ان کفار کی سزا کو اللہ نے کچھ اور پیچھے ہٹا دیا تاکہ ان کمزور مسلمانوں کو چھٹکارا مل جائے اور بھی جن کی قسمت میں ایمان ہے وہ ایمان لا چکیں۔ اگر یہ مومن ان میں نہ ہوتے اگر یہ الگ الگ ہوتے تو یقیناً ہم تمہیں ان کفار پر ابھی اسی وقت غلبہ کر دیتے اور ان کی بھوسی اڑا دیتے۔ حضرت جنید بن سمیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں کوش کافروں کے ساتھ مل کر رسول اللہ ﷺ سے لڑ رہا تھا لیکن اسی شام کو اللہ تعالیٰ نے میرا دل پھیر دیا میں مسلمان ہو گیا اور اب حضور کے ساتھ ہو کر کفار سے لڑ رہا تھا ہمارے ہی بارے میں یہ آیت لولا رجال مؤمنون و نساء مؤمنات ہوئی ہے ہم کل شخص تھے سات مرد و عورتیں (طبرانی) اور روایت میں ہے کہ ہم تین مرد تھے اور عورتیں تھیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اگر یہ مومن ان کافروں میں ملے جلتے نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ اسی وقت مسلمانوں کے ہاتھوں ان کافروں کو سخت سزا دیتا یہ قتل کر دیے جاتے۔

إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ
 فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَلْزَمَهُمْ

كَلِمَةُ التَّقْوَىٰ وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا

جبکہ کافروں نے اپنے دلوں میں جاہلیت کی ہٹ اور محبت کو پختہ کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے خاص اپنے پاس کی تسکین اور دل جمعی اپنے رسولؐ اور ایمان والوں کو عطا فرمائی اور انہیں پرہیزگاری کی بات پر مجاد یا دراصل یہی لوگ اس کے پورے حقدار صحیح طور پر اس کے قابل تھے اللہ ہر چیز سے پورا پورا واقف ہے ○

(آیت ۲۶: ۲۶) پھر فرماتا ہے جبکہ یہ کافر اپنے دلوں میں غیرت و محبت و جاہلیت کو جما چکے تھے صلح نامہ میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لکھنے سے انکار کر دیا، حضور کے نام کے ساتھ لفظ رسول اللہ لکھوانے پر انکار کیا پس اللہ تعالیٰ نے اس وقت اپنے نبی اور مومنوں کے دل کھول دیئے ان پر اپنی سکینت نازل فرما کر انہیں مضبوط کر دیا اور تقویٰ کے کلمے پر انہیں مجاد یا یعنی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پر۔ جیسے ابن عباسؓ کا فرمان ہے اور جیسے کہ مسند احمد کی مرفوع حدیث موجود ہے۔

ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں مجھے حکم کیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جہاد کرتا رہوں جب تک کہ وہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ نہ کہہ لیں جس نے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہہ لیا اس نے مجھ سے اپنے مال کو اور اپنی جان کو بچا لیا مگر بیعت حق اسلام کے اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی کتاب میں نازل فرمایا۔ ایک قوم کی مذمت بیان کرتے ہوئے فرمایا اِنَّهُمْ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ یعنی "ان سے کہا جاتا تھا کہ بجز اللہ کے کوئی عبادت کے لائق نہیں" تو یہ تکبر کرتے تھے" اور اللہ تعالیٰ جل شانہ نے یہاں مسلمانوں کی تعریف بیان کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ یہی اس کے زیادہ حقدار اور یہی اس کے قابل بھی تھے یہ کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ ہے انہوں نے اس سے تکبر کیا اور مشرکین قریش نے اسی سے حدیبیہ والے دن تکبر کیا پھر بھی رسول اللہ ﷺ نے ان سے ایک مدت معینہ تک کے لئے صلح نامہ مکمل کر لیا، ابن جریر میں بھی یہ حدیث ان ہی زیادتیوں کے ساتھ مروی ہے لیکن بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ پچھلے جملے راوی کے اپنے ہیں یعنی حضرت زہری کا قول ہے جو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ گویا حدیث میں ای ہے۔ جہاد فرماتے ہیں اس سے مراد اخلاص ہے عطا فرماتے ہیں وہ کلمہ یہ ہے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ حضرت مسور فرماتے ہیں اس سے مراد لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں اس سے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ مراد ہے۔ یہی قول حضرت ابن عمرؓ کا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں اس سے مراد اللہ کی وحدانیت کی شہادت ہے جو تمام تقویٰ کی جڑ ہے۔ حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس سے مراد لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ بھی ہے اور جہاد فی سبیل اللہ بھی ہے۔ حضرت عطاء خراسانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کلمہ تقویٰ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ ہے۔ حضرت زہریؓ فرماتے ہیں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مراد ہے۔ حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں مراد لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہے۔

پھر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز کو بخوبی جاننے والا ہے اے معلوم ہے کہ تحقق خیر کون ہے اور مستحق شر کون ہے؟ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت اس طرح ہے اِذْ جَعَلَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِیَّةَ الْحَمِیَّةَ الْحَاحِلِیَّةَ وَلَوْ حَمِیْتُمْ كَمَا خَعُوْا لَفَسَدَ الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ یعنی "کافروں نے جس وقت اپنے دل میں جاہلانہ ضد پیدا کر لی اگر اس وقت تم بھی ان کی طرح ضد پر آ جاتے تو نتیجہ یہ ہوتا کہ مسجد حرام میں فساد برپا ہو جاتا" جب حضرت عمرؓ کو آپ کی اس قرأت کی خبر پہنچی تو بہت تیز ہوئے لیکن حضرت ابی نے فرمایا یہ تو آپ کو بھی معلوم ہو گا کہ میں حضور کے پاس آتا جاتا رہتا تھا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ آپ کو سکھاتا تھا آپ اس میں سے مجھے بھی سکھاتے

تھے اس پر جناب عمر فاروقؓ نے فرمایا آپ ذی علم اور قرآن دان ہیں آپ کو جو کچھ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے سکھایا ہے وہ پڑھئے اور سکھائیے (نسائی)

”ان احادیث کا بیان جن میں حدیبیہ کا قصہ اور صلح کا واقعہ ہے“ مسند احمد میں حضرت مسور بن مخرمہ اور حضرت مروان بن حکم رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ زیارت بیت اللہ کے ارادے سے چلے آپ کا ارادہ جنگ کا نہ تھا۔ ستر اونٹ قربانی کے آپ کے ساتھ تھے کل ساتھی آپ کے سات سو تھے ایک ایک اونٹ دس دس آدمیوں کی طرف سے تھا۔ آپ جب عسفان پہنچے تو بشر بن سفیان کھنڈے نے آپ کو خبر دی کہ یا رسول اللہ! قریشیوں نے آپ کے آنے کی خبر پا کر مقابلہ کی تیاریاں کر لی ہیں انہوں نے اونٹوں کے چھوٹے چھوٹے بچے بھی اپنے ساتھ لے لئے ہیں اور چیتے کی کھالیں پہن لی ہیں اور عہد و بیان کر لئے ہیں کہ وہ آپ کو اس طرح جبراً مکہ میں نہیں آنے دیں گے۔ خالد بن ولید کو انہوں نے چھوٹا سا لشکر دے کر کراخ غنیم تک پہنچا دیا یہ سن کر اللہ کے رسولؐ نے فرمایا افسوس قریشیوں کو لڑائیوں نے کھا لیا، کتنی اچھی بات تھی کہ وہ مجھے اور لوگوں کو چھوڑ دیتے اگر وہ مجھ پر غالب آجاتے تو ان کا مقصد پورا ہو جاتا اور اگر اللہ تعالیٰ مجھے اور لوگوں پر غالب کر دیتا تو پھر یہ لوگ بھی دین اسلام کو قبول کر لیتے اور اگر اس وقت بھی اس دین میں نہ آتا چاہتے تو مجھ سے لڑتے اور اس وقت ان کی طاقت بھی پوری ہوتی، قریشیوں نے کیا سمجھ رکھا ہے؟ قسم اللہ کی اس دین پر میں ان سے جہاد کرتا رہوں گا اور ان سے مقابلہ کرتا رہوں گا یہاں تک کہ یا تو اللہ مجھے ان پر کھلم کھلا غلبہ عطا فرمادے یا میری گردن کٹ جائے پھر آپ نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ دائیں طرف حفص کے پیچھے سے اس راستہ پر چلیں جو عویہ المرزاکو جاتا ہے حدیبیہ مکہ کے نیچے کے حصے میں ہے۔ خالد والے لشکر نے جب دیکھا کہ حضورؐ نے راستہ بدل دیا تو یہ دوڑے ہوئے قریشیوں کے پاس گئے اور انہیں اس کی خبر دی ادھر حضورؐ جب منیۃ المرار میں پہنچے تو آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی لوگ کہنے لگے اونٹنی تھک گئی۔

حضورؐ نے فرمایا نہ یہ تھکی نہ اس کی بیٹھ جانے کی عادت اسے اس اللہ نے روک لیا ہے جس نے مکہ سے ہاتھیوں کو روک لیا تھا۔ سنو قریش آج مجھ سے جو چیز مانگیں گے جس میں صلہ رحمی ہو، میں انہیں دوں گا پھر آپ نے لشکر یوں کو حکم دیا کہ وہ پڑاؤ کریں انہوں نے کہا یا رسول اللہ! اس پوری وادی میں پانی نہیں آپ نے ترکش میں سے ایک تیر نکال کر ایک صحابی کو دیا اور فرمایا اسے یہاں کے کسی کنوئیں میں گاڑ دو۔ اس کے گاڑتے ہی پانی جوش مارتا ہوا اٹل پڑا تمام لشکر نے پانی لے لیا اور وہ برابر بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ جب پڑاؤ ہو گیا اور اطمینان سے بیٹھ گئے۔ اتنے میں بدیل بن ورقا اپنے ساتھ قبیلہ خزاعہ کے چند لوگوں کو بلے کر آیا آپ نے اس سے بھی وہی فرمایا جو بشر بن سفیان سے فرمایا تھا چنانچہ یہ لوٹ گیا اور جا کر قریش سے کہا کہ تم لوگوں نے حضورؐ کے بارے میں بڑی غلت کی، حضورؐ تم سے لڑنے کو نہیں آئے آپ تو صرف بیت اللہ کی زیارت کرنے اور اس کی عزت کرنے کو آئے ہیں، تم اپنے فیصلے پر دوبارہ نظر ڈالو۔ دراصل قبیلہ خزاعہ کے مسلم و کافر رسول اللہ ﷺ کے طرفدار تھے مکہ کی خبریں انہی لوگوں سے آپ کو پہنچا کرتی تھیں۔ قریشیوں نے انہیں جواب دیا کہ گو آپ اسی ارادے سے آئے ہوں لیکن یوں اچانک تو ہم انہیں یہاں آنے نہیں دیں گے ورنہ لوگوں میں تو یہی باتیں ہوں گی کہ آپ مکہ میں گئے اور کوئی آپ کو روک نہ سکا۔ انہوں نے پھر مرکز بن حفص کو بھیجا یہ بنو عامر بن لوئی کے قبیلے میں سے تھا۔ اسے دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ عہد شکن شخص ہے اور اس سے بھی آپ نے وہی فرمایا جو اس سے پہلے آنے والے دونوں اور شخصوں سے فرمایا تھا۔ یہ بھی لوٹ گیا اور جا کر قریشیوں سے سارا واقعہ بیان کر دیا قریشیوں نے پھر حلیس بن علقمہ کنانی کو بھیجا یہ ادھر ادھر کے مختلف لوگوں کا سردار تھا اسے دیکھ کر حضورؐ نے فرمایا یہ اس قوم سے ہے جو خدا کی کاموں کی عظمت کرتی ہے اپنی قربانی کے جانوروں کو کھڑا کر دو۔ اس نے دیکھا کہ ہر طرف سے قربانی

کے نشان دار جانور آ جا رہے ہیں اور بوجہ رک جانے کے ان کے بال اڑے ہوئے ہیں تو یہ تو وہ ہیں سے بغیر حضورؐ کے پاس آئے لوٹ گیا اور جا کر قریش سے کہا کہ اللہ جانتا ہے تمہیں حلال نہیں کتم انہیں بیت اللہ سے روکو اللہ کے نام کے جانور قربان گاہ سے رکے کھڑے ہیں یہ سخت ظلم ہے اتنے دن رکے رہنے سے ان کے بال تک اڑ گئے ہیں۔ میں اپنی آنکھوں دیکھ کر آ رہا ہوں۔ قریش نے کہا تو تو نرا اعرابی ہے خاموش ہو کر بیٹھ جا۔

اب انہوں نے مشورہ کر کے عروہ بن مسعود ثقفی کو بھیجا، عروہ نے اپنے جانے سے پہلے کہا کہ اسے قریشیو! جن جن کو تم نے وہاں بھیجا وہ جب واپس آئے تو ان سے تم نے کیا سلوک کیا یہ میں دیکھ رہا ہوں تم نے انہیں برا کہا ان کی بے عزتی کی ان پر تہمت رکھی ان سے بدگمانی کی، میری حالت تمہیں معلوم ہے کہ میں تمہیں مثل باپ کے سمجھتا ہوں تم خوب جانتے ہو کہ جب تم نے ہائے واے کی میں نے اپنی تمام قوم کو اکٹھا کیا اور جس نے میری بات مانی میں نے اسے اپنے ساتھ لیا اور تمہاری مدد کے لئے اپنی جان مال اور اپنی قوم کو لے کر آ پہنچا۔ سب نے کہا بیشک آپ سچے ہیں ہمیں آپ سے کسی قسم کی بدگمانی نہیں آپ جانیے۔ اب یہ چلا اور حضورؐ کی خدمت میں پہنچ کر آپ کے سامنے بیٹھ کر کہنے لگا کہ آپ نے ادھر ادھر کے کچھ لوگوں کو جمع کر لیا ہے اور آئے ہیں اپنی قوم کی شوکت و شان کو آپ ہی توڑنے کے لئے، سنئے یہ قریشی ہیں آج یہ مہم ارادہ کر چکے ہیں اور چھوٹے چھوٹے بچے بھی ان کے ساتھ ہیں جو چیتوں کی کالیاں پہنے ہوئے ہیں وہ اللہ کو بیچ میں رکھ کر ہمدردیاں کر چکے ہیں کہ ہرگز ہرگز آپ کو اس طرح اچانک زبردستی مکہ میں نہیں آنے دیں گے۔ اللہ کی قسم مجھے تو ایسا نظر آتا ہے کہ یہ لوگ جو اس وقت بھیڑ لگائے آپ کے ارد گرد کھڑے ہوئے ہیں یہ لڑائی کے وقت دھوڑے بھی نہ ملیں گے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نہ رہا گیا آپ اس وقت حضورؐ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے آپ نے کہا حالات کی وہ چوستارہ ہم اور رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوں؟ عروہ نے حضورؐ سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا ابوقحافہ کے بیٹے۔ تو کہنے لگا اگر مجھ پر تیرا احسان پہلے کا نہ ہوتا تو میں ضرور تجھے اس کا مزہ چکھاتا۔ اس کے بعد عروہ نے پھر کچھ کہنے کے لئے رسول اللہ ﷺ کی داڑھی میں ہاتھ ڈالا۔ اس کی اس بے ادبی کو حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نہ سہار سکے، حضورؐ کے پاس ہی کھڑے ہوئے تھے لوہان کے ہاتھ میں تھا وہی اس کے ہاتھ پر مار کر فرمایا ہاتھ دور رکھو حضورؐ کے جسم کو چھو نہیں سکتا۔ یہ کہنے لگا تو بڑا ہی بد زبان اور ٹیڑھا آدمی ہے حضورؐ نے اس پر تہم فرمایا اس نے پوچھا یہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا یہ تیرا بھتیجا مغیرہ بن شعبہؓ ہے۔ تو کہنے لگا غدار تو تو کل تک طہارت بھی نہ جانتا تھا۔

الغرض اسے بھی حضورؐ نے وہی جواب دیا جو اس سے پہلے والوں کو فرمایا تھا اور یقین دلادیا کہ ہم لڑنے کے لئے نہیں آئے۔ یہ واپس چلا اور اس نے یہاں کا نقشہ دیکھا تھا کہ اصحاب رسولؐ کس طرح حضورؐ کے پرانے بنے ہوئے ہیں۔ آپ کے وضو کے پانی وہ ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں۔ آپ کے تھوک کو اپنے ہاتھوں میں لینے کے لئے وہ ایک دوسرے سے سبقت کرتے ہیں۔ آپ کا کوئی بال گر پڑے تو ہر شخص پلکتا ہے کہ وہ اسے لے لے۔ جب یہ قریشیوں کے پاس پہنچا تو کہنے لگا قریش کی جماعت کے لوگو! میں کسریٰ کے ہاں اس کے دربار میں ہو آیا ہوں اللہ کی قسم میں نے ان بادشاہوں کی بھی وہ عظمت اور وہ احترام نہیں دیکھا جو محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے۔ آپ کے اصحاب تو آپ کی وہ عزت کرتے ہیں کہ اس سے زیادہ نامکمل ہے۔ اب تم سوچ سمجھ لو اور اس بات کو باور کر لو کہ اصحاب رسولؐ ایسے نہیں کہ اپنے نبی کو تمہارے ہاتھوں میں دے دیں۔ اب آپ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور انہیں مکہ والوں کے پاس بھیجنا چاہا لیکن اس سے پہلے یہ واقعہ ہو چکا تھا کہ آپ نے ایک مرتبہ حضرت خراش بن امیہ خزاعیؓ کو اپنے اونٹ پر جس کا نام شلب تھا سوار کر کے بھیجا تھا قریش نے اس اونٹ کی کوچیں کاٹ دی تھیں اور خود قاصد کو بھی قتل کر ڈالنے لگے لیکن احابش قوم نے انہیں بچالیا (شاید اس بنا پر) حضرت عمرؓ نے جواب میں کہا کہ یا

رسول اللہ ﷺ مجھے تو ڈر ہے کہ کہیں یہ لوگ مجھے قتل نہ کر دیں کیونکہ وہاں میرے قبیلہ بنو عدی کا کوئی شخص نہیں جو مجھے ان قریشیوں سے بچانے کی کوشش کرے اس لئے کیا یہ اچھا نہ ہو گا کہ آپ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجیں جو ان کی نگاہوں میں مجھ سے بہت زیادہ ذی عزت ہیں۔ چنانچہ آپ نے حضرت عثمان کو بلا کر انہیں مکہ میں بھیجا کہ جا کر قریش سے کہہ دیں کہ ہم لڑنے کے لئے نہیں آئے بلکہ صرف بیت اللہ شریف کی زیارت اور اس کی عظمت بڑھانے کو آئے ہیں۔ حضرت عثمان نے شہر میں قدم رکھا ہی تھا جو ابان بن سعید بن عامر آپ کو بل گئے اور اپنی سواری سے اتر کر حضرت عثمان کو آگے بٹھایا اور خود پیچھے بیٹھا اور اپنی ذمہ داری پر آپ کو لے چلا کہ آپ پیغام رسول اہل مکہ کو پہنچا دیں۔ چنانچہ آپ وہاں گئے اور قریش کو یہ پیغام پہنچا دیا۔ انہوں نے کہا کہ آپ تو آ ہی گئے ہیں آپ اگر چاہیں تو بیت اللہ شریف کا طواف کر لیں لیکن ذوالنورین نے جواب دیا کہ جب تک حضور طواف نہ کر لیں ناممکن ہے کہ میں طواف کروں۔ قریشیوں نے جناب عثمان کو روک لیا اور انہیں واپس نہ جانے دیا۔ ادھر لشکر اسلام میں یہ خبر پہنچی کہ حضرت عثمان کو شہید کر دیا گیا ہے۔

زہری کی روایت میں ہے کہ پھر قریشیوں نے سبیل بن عمرو کو آپ کے پاس بھیجا کہ تم جا کر صلح کر لو لیکن یہ ضروری ہے کہ اس سال آپ مکہ میں نہیں آ سکتے تاکہ عرب ہمیں یہ طعنہ نہ دے سکیں کہ وہ آئے اور تم روک نہ سکے۔ چنانچہ سبیل یہ سفارت لے کر چلا جب حضورؐ نے اسے دیکھا تو فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ قریشیوں کا ارادہ اب صلح کا ہو گیا جو اسے بھیجا ہے۔ اس نے حضورؐ سے باتیں شروع کیں اور دیر تک سوال جواب اور بات چیت ہوتی رہی۔ شرائط صلح ملے ہو گئے، صرف لکھتا باقی رہا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوڑے ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے اور فرمانے لگے کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟ کیا یہ لوگ مشرک نہیں ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ ہاں تو کہا پھر کیا وجہ ہے کہ ہم دینی معاملات میں اتنی کمزوری دکھائیں۔ حضرت صدیقؓ نے فرمایا عمر! اللہ کے رسول کی رکاب تھا سے رہو آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ تو مجھے بھی کامل یقین ہے کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں حضرت عمرؓ سے پھر بھی مبر نہ ہو سکا خود رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسی طرح کہا آپ نے جواب میں فرمایا سنو میں اللہ کا رسول ہوں اور اس کا غلام ہوں میں اس کے فرمان کا خلاف نہیں کر سکتا اور مجھے یقین ہے کہ وہ مجھے ضائع نہ کرے گا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہنے کو تو اس وقت جوش میں میں حضورؐ سے یہ سب کچھ کہہ گیا لیکن پھر مجھے بڑی ندامت ہوئی، میں نے اس کے بدلے بہت روزے رکھے، بہت سی نمازیں پڑھیں اور بہت سے غلام آزاد کئے۔ اس سے ذکر کر کے مجھے اس گستاخی کی کوئی سزا اللہ کی طرف سے نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صلح نامہ لکھنے کے لئے بلوایا اور فرمایا لکھو بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اس پر سبیل نے کہا میں اسے نہیں جانتا یوں لکھئے بِاسْمِکَ اللَّهُمَّ۔ آپ نے فرمایا اچھا یوں ہی لکھو پھر فرمایا لکھو یہ وہ صلح نامہ ہے جو محمد رسول اللہ نے کیا۔ اس پر سبیل نے کہا اگر میں آپ کو رسول مانتا تو آپ سے لڑتا ہی کیوں؟ یوں لکھئے کہ یہ وہ صلح نامہ ہے جو محمد بن عبد اللہ (ﷺ) اور سبیل بن عمرو نے کیا اس بات پر کہ دس سال تک ہم میں کوئی لڑائی نہ ہوگی لوگ اسن و اماں سے رہیں گے ایک دوسرے سے بچا ہوا رہے گا اور یہ کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنے والی کی اجازت بغیر چلا جائے گا آپ اسے واپس لوٹا دیں گے اور جو صحابی رسول اللہ ﷺ قریشیوں کے پاس چلا جائے گا وہ اسے نہیں لوٹائیں گے ہم میں آپ میں لڑائیاں بند رہیں گی صلح قائم رہے گی، کوئی طوق و زنجیر قید و بند بھی نہ ہوگی۔ اسی میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ جو شخص محمد ﷺ کی جماعت اور آپ کے عہد و بیان میں آنا چاہے وہ آ سکتا ہے اور جو شخص قریش کے عہد و بیان میں آنا چاہے وہ بھی آ سکتا ہے۔ اس پر بنو خزاعہ جلدی سے بول اٹھے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد و بیان میں آئے ہیں اور بنو مکہ نے کہا کہ ہم قریشیوں کے ساتھ ان کے ذمہ میں ہیں۔ صلح نامہ میں یہ بھی تھا کہ اس

سال آپ واپس لوٹ جائیں مکہ میں نہ آئیں اگلے سال آئیں اس وقت ہم باہر نکل جائیں گے اور آپ اپنے اصحاب سمیت آئیں تین دن مکہ میں ٹھہریں پھر یہاں سے ہی ہوں جتنے ایک سوار کے پاس ہوتے ہیں نکواریاں میں ہوں۔ ابھی صلح نامہ لکھا جا رہا تھا جو سبیل کے لئے حضرت ابو جندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوہے کی بھاری زنجیروں میں جکڑے ہوئے گرتے پڑتے مکہ سے چھپے لکے بھاگ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مدینہ سے نکلے ہوئے ہی فتح کا یقین کئے ہوئے تھے کیونکہ رسول اللہ ﷺ خواب میں دیکھ چکے تھے اس لئے انہیں فتح ہونے میں ذرا سبھی شک نہ تھا۔ یہاں آ کر انہوں نے جو یہ رنگ دیکھا کہ صلح ہو رہی ہے اور بغیر طواف کے بغیر زیارت بیت اللہ کے یہیں سے واپس ہونا پڑے گا بلکہ رسول اللہ ﷺ اپنے نفس پر مشقت اٹھا کر صلح کر رہے ہیں تو اس سے وہ بہت ہی پریشان خاطر تھے بلکہ قریب تھا کہ ہلاک ہو جائیں۔ یہ سب کچھ تو تھا ہی مزید برآں جب حضرت ابو جندل جو مسلمان تھے اور جنہیں مشرکین نے قید کر رکھا تھا اور جن پر طرح طرح کے مظالم توڑ رہے تھے یہ سن کر کہ حضور آئے ہوئے ہیں کسی نہ کسی طرح موقع پا کر بھاگ آتے ہیں اور طوق و زنجیر میں جکڑے ہوئے حاضر حضور ہوتے ہیں تو سبیل اٹھ کر انہیں طمانچے مارنے شروع کر دیتا ہے اور کہتا ہے اے محمد (ﷺ) امیرے آپ کے درمیان تصفیہ ہو چکا ہے یہ اس کے بعد آیا ہے لہذا اس شرط کے مطابق میں اسے واپس لے جاؤں گا۔ آپ جواب دیتے ہیں کہ ہاں ٹھیک ہے۔ سبیل کھڑا ہوتا ہے اور حضرت ابو جندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر گھینتا ہوا انہیں لے کر چلتا ہے۔ حضرت ابو جندل بلند آواز سے کہتے ہیں اے مسلمانو! مجھے مشرکوں کی طرف لوٹا رہا ہے وہاں سے یہ میرا دین مجھ سے چھیننا چاہتے ہیں۔ اس واقعہ نے صحابہ کو اور برفروغ نہ دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے ابو جندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا ابو جندل مبرک اور نیک نیت رہ اور طلب ثواب میں رہ نہ صرف تیرے لئے ہی بلکہ تجھ جیسے جتنے کفر و مسلمان ہیں ان سب کے لئے اللہ تعالیٰ راستہ نکالے والا ہے اور تم سب کو اس درود و غم و رنج و الم و ظلم و ستم سے چھڑوانے والا ہے ہم چونکہ صلح کر چکے ہیں شرطیں ملے ہو چکی ہیں اس بنا پر ہم نے انہیں سر دست واپس کر دیا ہے۔ ہم غدر کرنا شرط کے خلاف کرنا عہد شکنی کرنا نہیں چاہتے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابو جندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ساتھ ان کے پہلو پہ پہلو جانے لگے اور کہتے جاتے تھے کہ ابو جندل مبرک کرڈان میں رکھا ہی کیا ہے؟ یہ مشرک لوگ ہیں ان کا خون مثل کتے کے خون کے ہے۔ حضرت عمرؓ ساتھ ہی ساتھ اپنی تلوار کا دستہ حضرت ابو جندل کی طرف کرتے جا رہے تھے کہ وہ تلوار کھینچ لیں اور ایک ہی وار میں باپ کے آ رہا کر دیں لیکن حضرت ابو جندل کا ہاتھ باپ پر نہ اٹھا۔ صلح نامہ مکمل ہو گیا فیصلہ پورا ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ احرام میں نماز پڑھتے تھے اور حلال مضرب تھے پھر حضورؐ نے لوگوں سے فرمایا کہ انھوں نے اپنی قربانیاں کر لو اور سر منڈ والو۔ لیکن ایک بھی کھڑا نہ ہوا تین مرتبہ ایسا ہی ہوا۔ آپ لوٹ کر ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور فرمانے لگے لوگوں کو یہ کیا ہو گیا؟ مائی صاحبہ نے جواب دیا یا رسول اللہ! اس وقت جس قدر صدے میں یہ ہیں آپ کو بخوبی معلوم ہے آپ ان سے کچھ نہ کہئے سیدہ ہم اپنی قربانی کے جانور کے پاس جائے اور اسے جہاں وہ ہو دیں قربان کر دیجئے اور خود سر منڈا لیجئے پھر تو ناممکن ہے کہ اور لوگ بھی یہی نہ کریں۔ آپ نے یہی کیا۔ اب کیا تھا ہر شخص اٹھ کھڑا ہوا قربانی کو قربان کیا اور سر منڈا لیا۔ اب آپ یہاں سے واپس چلے آدھا راستہ طے کیا ہوگا جو سورۃ الفتح نازل ہوئی۔

یہ روایت صحیح بخاری شریف میں بھی ہے اس میں ہے کہ آپ کے سامنے ایک ہزار کی سو صحابہ تھے ذوالحلیفہ پہنچ کر آپ نے قربانی کے اونٹوں کو نشان دار کیا اور عمرے کا احرام باندھا اور اپنے ایک جاسوس کو جو قبیلہ خزاعہ میں سے تھا، تجسس کے لئے روانہ کیا بعد ازاں غلطی میں

آکر اس نے خبر دی کہ قریش نے پورا مجمع تیار کر لیا ہے ادھر ادھر کے مختلف لوگوں کو بھی انہوں نے جمع کر لیا ہے اور ان کا ارادہ لڑائی کا اور آپ کو بیت اللہ سے روکنے کا ہے۔ آپ نے صحابہؓ سے فرمایا اب بتلاؤ کیا ہم ان کے اہل و عیال پر حملہ کر دیں اگر وہ ہمارے پاس آئیں گے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی گردن کاٹ دی ہوگی ورنہ ہم انہیں چھوڑ کر جائیں گے۔ اگر وہ بیٹھ رہیں گے تو اس غم و رنج میں رہیں گے اور اگر انہوں نے نجات پالی تو یہ گردنیں ہوں گی جو اللہ عز و جل نے کاٹ دی ہوں گی دیکھو تو بھلا کتنا ظلم ہے کہ ہم نہ کسی سے لڑنے کو آئے نہ کسی اور ارادے سے آئے صرف اللہ کے گھر کی زیارت کے لئے جا رہے ہیں اور وہ ہمیں روک رہے ہیں بتلاؤ ان سے ہم کیوں نہ لڑیں؟ اس پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یا رسول اللہ! آپ بیت اللہ کی زیارت کو نکلے ہیں آپ چلے چلے ہمارا ارادہ حلال و قتال کا نہیں لیکن جو ہمیں اللہ کے گھر سے روکے گا ہم اس سے ضرور لڑیں گے خواہ کوئی ہو آپ نے فرمایا بس اب اللہ کا نام لو اور چل کھڑے ہو۔ کچھ اور آگے چل کر حضورؐ نے فرمایا خالد بن ولید طلحہؓ کا لشکر لے کر آ رہا ہے پس تم دائیں طرف کو ہولو۔ خالد کو اس کی خبر بھی نہ ہوئی اور حضور مع صحابہ کے ان کے گلے پر پہنچ گئے۔ اب خالد دوڑا ہوا قریشیوں میں پہنچا اور انہیں اس سے مطلع کیا۔ اونٹنی کا نام اس روایت میں قصویٰ بیان ہوا ہے اس میں یہ بھی ہے کہ حضورؐ نے جب یہ فرمایا کہ جو کچھ مجھ سے طلب کریں گے میں دوں گا بشرطیکہ حرمت الہی کی اہانت نہ ہو پھر جو آپ نے اونٹنی کو لٹکا دیا تو وہ فوراً کھڑی ہو گئی۔

بدیل بن ورقاء غزائی رسول اللہ ﷺ کے پاس سے جا کر قریشیوں کو جب جواب پہنچاتا ہے تو عروہ بن مسعود ثقفی کھڑے ہو کر اپنا تعارف کر کر کہ جو پہلے بیان ہو چکا یہ بھی کہتا ہے کہ دیکھو اس شخص نے نہایت معقول اور واجب بات کہی ہے اسے قبول کر لو اور جب یہ خود حاضر حضور ہو کر آپ کا یہی جواب آپ کے منہ سے سنتا ہے تو آپ سے کہتا ہے کہ سنئے جناب دو ہی باتیں ہیں آپ غالب وہ مغلوب یا وہ غالب آپ مغلوب اگر پہلی بات ہی ہوئی تو بھی کیا ہوا آپ ہی کی قوم ہے آپ نے کسی کو ایسا نہ بھی ہے کہ جس نے اپنی قوم کا ستیاناس کیا ہو؟ اور اگر دوسری بات ہوگی تو یہ جتنے آپ کے پاس ہیں میں تو دیکھتا ہوں کہ سارے ہی آپ کو چھوڑ چھاڑ دوڑ جائیں گے۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے وہ جواب دیا جو پہلے گزر چکا۔ حضرت مغیرہؓ والے بیان میں یہ بھی ہے کہ ان کے ہاتھ میں لکوا تھی اور سر پر خود تھا ان کے مارنے پر عروہؓ نے کہا غدار میں نے تو تیری غداری میں تیرا ساتھ دیا تھا بات یہ ہے کہ پہلے یہ جاہلیت کے زمانہ میں کافروں کے ایک گروہ کے ساتھ تھے موقع پا کر انہیں قتل کر ڈالا اور ان کا مال لے کر حاضر حضور ہوئے آپ نے فرمایا تمہارا اسلام تو میں منظور کرتا ہوں لیکن اس مال سے میرا کوئی تعلق نہیں۔ عروہؓ نے یہاں یہ منظر بھی چشم خورد دیکھا کہ آپ تھوکتے ہیں تو کوئی نہ کوئی صحابی لپک کر اسے اپنے ہاتھوں میں لے لیتا ہے اور اپنے چہرے اور جسم پر لے لیتا ہے آپ کے ہونٹوں کو جنبش ہوتے ہی فرمانبرداری کے لئے ایک سے ایک آگے بڑھتا ہے۔ جب آپ وضو کرتے ہیں تو آپ کے اعضاء بدن سے گرے ہوئے پانی پر تو قریب ہوتا ہے کہ صحابہ لڑ پڑیں۔ جب آپ بات کرتے ہیں تو بالکل سناٹا ہو جاتا ہے مجال نہیں جو کہیں سے چوں کی آواز بھی سنائی دے۔ حد تعظیم یہ ہے کہ صحابہ آنکھ بھر کر آپ کے چہرہ منور کی طرف نکلتے ہیں نہیں بلکہ نیچے نگاہوں سے ہر وقت باادب رہتے ہیں۔ اس نے پھر واپس آن کر یہی حال قریشیوں کو سنایا اور کہا کہ حضور جو انصاف عدل کی بات پیش کر رہے ہیں اسے مان لو۔

بنو کنانہ کے جس شخص کو اس کے بعد قریش نے بھیجا اسے دیکھ کر حضور اکرمؐ نے فرمایا یہ لوگ قربانی کے جانوروں کی بڑی تعظیم کرتے ہیں اس لئے قربانی کے جانوروں کو کھڑا کر دو اور اس کی طرف ہانک دو۔ اس نے جو یہ منظر دیکھا ادھر صحابہ کی زبانی لیبیک کی صدا اُنہیں سنیں تو کہہ اٹھا کہ ان لوگوں کو بیت اللہ سے روکنا نہایت لغو حرکت ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ مکرز کو دیکھ کر آپ نے فرمایا یہ ایک تاجر شخص ہے ابھی یہ

بیٹھا بتیں کر رہی رہا تھا جو سبیل آگیا اسے دیکھ کر حضورؐ نے اپنے صحابہ سے فرمایا لو اب کام بہل ہو گیا۔ اس نے جب بسم اللہ الرحمن الرحیم کہنے پر اعتراض کیا تو مسلمانوں نے کہا قسم اللہ کی یہی کھسا جائے گا لیکن آپؐ نے سبیل کی بات مان لی۔ جب لفظ رسول اللہ پر اس نے اعتراض کیا تو آپؐ نے فرمایا واللہ! میں رسول اللہ ہی ہوں گو تم نہ مانو۔ یہ اس بنا پر کہ جب آپؐ کی اذنی بیٹھ گئی تھی تو آپؐ نے کہہ دیا تھا کہ یہ حرمت خداوندی کی عزت رکھتے ہوئے مجھ سے جو کہیں گے میں منظور کر لوں گا۔ آپؐ نے صلح نامہ لکھواتے ہوئے فرمایا کہ اسام! ہمیں یہ بیت اللہ کی زیارت کر لینے دیں گے لیکن سبیل نے کہا یہ ہمیں منظور نہیں ورنہ لوگ کہیں گے کہ ہم دہ گئے اور کچھ نہ کر سکے۔ جب یہ شرط ہو رہی تھی کہ جو کافران میں سے مسلمان ہو کر حضورؐ کے پاس چلا جائے آپؐ اسے واپس دے دیں گے اس پر مسلمانوں نے کہا سبحان اللہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ مسلمان ہو کر آئے اور ہم اسے کافروں کو سوئپ دیں؟ یہ باتیں ہو رہی تھیں جو حضرت ابو جندل اپنی بیٹیوں میں جکڑے ہوئے آگئے سبیل نے کہا اسے واپس کیجئے آپؐ نے فرمایا ابھی تک صلح نامہ مکمل نہیں ہوا میں اسے کیسے واپس کر دوں؟ اس نے کہا پھر تو اللہ کی قسم میں کسی طرح اس کی شرط صلح کرنے میں رضا مند نہیں ہوں۔ آپؐ نے فرمایا تم خود مجھے خاص اس کی بابت اجازت دے دو۔ اس نے کہا میں اس کی اجازت بھی آپ کو نہیں دوں گا۔ آپؐ نے دوبارہ فرمایا لیکن اس نے پھر بھی انکار کر دیا مگر مرکز نے کہا ہاں ہم آپ کو اس کی اجازت دیتے ہیں۔ اس وقت حضرت ابو جندل نے مسلمانوں سے فریاد کی ان بچاروں کو مشرکین بڑی سخت سنگین سزائیں کر رہے تھے۔ اس پر حضرت عمرؓ حاضر حضورؐ ہوئے اور وہ کہا جو پہلے گزر چکا۔ پھر پوچھا کیا آپؐ نے ہم سے یہ نہیں فرمایا کہ ہم بیت اللہ میں جائیں گے اور اس کا طواف بھی کریں گے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں یہ تو میں نے کہا ہے لیکن یہ تو نہیں کہا کہ یہ اسی سال ہوگا۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ ہاں یہ تو آپؐ نے نہیں فرمایا تھا۔ آپؐ نے فرمایا بس تو تم وہاں جاؤ کہ ضرور اور بیت اللہ کا طواف کرو گے ضرور۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں میں پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور وہی کہا جس کا بیان اوپر گذرا۔ اس میں اتنا اور ہے کہ کیا حضورؐ اللہ کے رسول نہیں؟ اس کے جواب میں حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا ہاں پھر میں نے حضورؐ کی پیشین گوئی کا اسی طرح ذکر کیا اور وہی جواب مجھے ملا جو ذکر ہوا۔ جو جواب خود رسول کریم ﷺ نے دیا تھا۔ اس روایت میں یہ بھی ہے کہ جب حضورؐ نے اپنے ہاتھ سے اپنے اونٹ کو نر کیا اور نائی کو بلوا کر سرمنڈ والیا پھر تو سب صحابہ ایک ساتھ کھڑے ہو گئے اور قربانوں سے فارغ ہو کر ایک دوسرے کا سر خود منڈنے لگے اور مارے غم کے اور اڑو حام کے قریب تھا کہ آپس میں لڑ پڑیں۔ اس کے بعد ایمان والی عورتیں حضورؐ کے پاس آئیں جن کے بارے میں آیت **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمْ الْمُؤْمِنَاتُ الْفَارِغَاتُ فَاغْسِلُوا رُءُوسَهُنَّ وَأَنزِلْنَ عَلَيْهِنَّ مَائِدًا مِّنَ الْبُحْرِ** نازل ہوئی اور حضرت عمرؓ نے اس حکم کے ماتحت اپنی دو مشرک بیویوں کو اسی دن طلاق دے دی جن میں سے ایک نے معاویہ بن ابوسفیان سے نکاح کر لیا اور دوسری نے صفوان بن امیہ سے نکاح کر لیا۔ آنحضرت ﷺ یہیں سے واپس لوٹ کر مدینہ شریف آگئے۔ ابوبصیر نامی ایک قریشی جو مسلمان تھے موقع پاکر مکہ سے نکل کر رسول اللہ ﷺ کے پاس مدینہ شریف پہنچے ان کے پیچھے ہی دو کافر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ عہد نامہ کی بنا پر اس شخص کو آپؐ واپس کیجئے ہم قریشیوں کے بھیجے ہوئے قاصد ہیں اور ابوبصیرؓ کو واپس لینے کے لئے آئے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا ابھی بات ہے میں اسے واپس کر دیتا ہوں۔

چنانچہ آپؐ نے حضرت ابوبصیرؓ کو انہیں سوئپ دیا۔ یہ انہیں لے کر چلے جب ذوالحلیفہ پہنچے اور بے فکری سے وہاں بکھوئیں کھانے لگے تو حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ نے ان میں سے ایک شخص سے کہا واللہ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپؐ کی تلوار نہایت ہی عمدہ ہے اس نے کہا ہاں بیک بہت ہی اچھے لوہے کی ہے میں نے بارہا اس کا تجربہ کر لیا ہے اس کی کاٹ کا کیا پوچھتا ہے؟ یوں کہتے ہوئے اس نے تلوار میان سے نکال لی حضرت ابوبصیرؓ نے ہاتھ بڑھا کر کہا ذرا مجھے دکھانا اس نے دے دی۔ آپؐ نے ہاتھ میں لینے ہی تو ل کر ایک ہی ہاتھ میں اس ایک

کافر کا تو کام تمام کیا دوسرا اس رنگ کو دیکھتے ہی مٹھیاں بند کر کے ایسا سر پٹ بھاگا کہ سید حامدؒ نے پہنچ کر دم لیا اسے دیکھتے ہی حضورؐ نے فرمایا یہ بڑی گجراہٹ میں ہے کوئی خوفناک منظر دیکھ چکا ہے۔ اسنے میں یہ قریب پہنچ گیا اور دبا یا ان دینے لگا کہ رسول اللہؐ میرا ساقی تو مار ڈالا گیا اور میں بھی اب تھوڑے دم کا ہی مہمان ہوں دیکھئے وہ آیا اسنے میں حضرت ابوبصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہنچ گئے اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذمہ کو پورا کر دیا آپ نے اپنے وعدے کے مطابق مجھے ان کے حوالے کر دیا اب یہ اللہ تعالیٰ کی کریمی ہے کہ اس نے مجھے ان سے رہائی دلوائی۔

آپ نے فرمایا انفس یہ کیسا شخص ہے یہ تو لڑائی کی آگ کو بھڑکانے والا ہے کاش کہ کوئی اسے سمجھا دیتا؟ یہ سنتے ہی حضرت ابو بصیرؓ چونک گئے کہ معلوم ہوتا ہے آپ شاید مجھے دوبارہ مشرکین کے حوالے کر دیں گے۔ یہ سوچتے ہی حضورؐ کے پاس سے چلے گئے مدینہ کو الوداع کہا اور لمبے قدم قدم سمندر کے کنارے کی طرف چل دیے اور وہیں بودو باش اختیار کر لی۔ یہ واقعہ مشہور ہو گیا ادھر سے ابو جندل بن سہیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنہیں حدیبیہ میں اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے واپس کیا تھا وہ بھی موقع پا کر مکہ سے بھاگ کھڑے ہوئے اور براہ راست حضرت ابوبصیرؓ کے پاس چلے۔ اب یہ ہوا کہ مشرکین قریش میں سے جو بھی ایمان قبول کرتا سیدھا حضرت ابوبصیرؓ کے پاس آ جاتا اور یہیں رہتا سہتا یہاں تک کہ ایک خاص معقول جماعت ایسے ہی لوگوں کی یہاں جمع ہو گئی اور انہوں نے یہ کرنا شروع کیا کہ قریشیوں کا جو قافلہ شام کی طرف جانے کے لئے نکلتا یہ اس سے جنگ کرتے جس میں قریشی کفار قتل بھی ہوئے اور ان کے مال بھی لیا ان مہاجر مسلمانوں کے ہاتھ لگے یہاں تک کہ قریش تنگ آ گئے بالآخر انہوں نے پیغمبر خدا ﷺ کی خدمت میں آ دی بھیجا کہ حضورؐ خدا را ہم پر رحم فرما کر ان لوگوں کو وہاں سے اپنے پاس بلوالیجئے ہم ان سب سے دستبردار ہوتے ہیں ان میں سے جو بھی آپ کے پاس آ جائے وہ امن میں ہے ہم آپ کو اپنی رشتہ داریاں یاد دلاتے ہیں اور خدا کا واسطہ دیتے ہیں کہ انہیں اپنے پاس بلوالو۔ چنانچہ حضورؐ نے اس درخواست کو منظور فرمایا اور ان حضرات کے پاس آ دی بھیج کر سب کو بلوالیا اور اللہ عزوجل نے آیت وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ أَنْ تَنَالُوا الْمَالَ فَإِذَا تَوَلَّى سَاحِلُ الْأَرْضِ فَإِذَا تَوَلَّى سَاحِلُ الْأَرْضِ فَإِذَا تَوَلَّى سَاحِلُ الْأَرْضِ فَإِذَا تَوَلَّى سَاحِلُ الْأَرْضِ نے بھیج کر انہوں نے بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ نہ لکھنے دی آپ کے نام کے ساتھ رسول اللہ نہ لکھنے دیا آپ کو بیت اللہ شریف کی زیارت نہ کرنے دی۔

صحیح بخاری شریف کی کتاب التفسیر میں ہے حبیب بن ابوثابت کہتے ہیں میں ابوداؤد کے پاس گیا تاکہ ان سے پوچھوں انہوں نے کہا ہم صفین میں تھے ایک شخص نے کہا کیا تو نے انہیں نہیں دیکھا کہ وہ کتاب اللہ کی طرف بلائے جاتے ہیں پس حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہاں پس سہیل بن حنیف نے کہا اپنی جانوں پر تہمت رکھو ہم نے اپنے تئیں حدیبیہ والے دن دیکھا یعنی اس صلح کے موقع پر جو نبی ﷺ اور مشرکین کے درمیان ہوئی تھی اگر ہماری رائے لانے کی ہوتی تو ہم یقیناً لاتے۔ حضرت عمرؓ نے آ کر کہا کہ کیا ہم حق پر اور وہ باطل پر نہیں؟ کیا ہمارے مقتول جنتی اور ان کے مقتول جہنمی نہیں؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں کہا بھرم کیوں اپنے دین میں جھک جائیں اور لوٹ جائیں؟ حالانکہ اب تک خدا نے تعالیٰ نے ہم میں ان میں کوئی فیصلہ کن کارروائی نہیں کی۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے ابن خطاب! میں اللہ کا رسول ہوں وہ مجھے کبھی بھی ضائع نہ کرے گا۔ یہ جواب سن کر حضرت عمرؓ لوٹ آئے لیکن بہت غصے میں تھے۔ وہاں سے حضرت صدیق کے پاس آئے اور یہی سوال وجواب یہاں بھی ہوئے اور سورۃ فتح نازل ہوئی۔ بعض روایات میں حضرت سہیل بن حنیف کے یہ الفاظ بھی ہیں کہ میں نے اپنے تئیں ابو جندل والے دن دیکھا کہ اگر مجھ میں رسول

اللہ ﷻ کے حکم کو لوٹانے کی قدرت ہوتی تو میں یقیناً لوٹا دیتا۔ اس میں یہ بھی ہے کہ جب سورہ فتح اتاری تو حضورؐ نے حضرت عمرؓ کو بلا کر یہ سورت انہیں سنائی۔

مسند احمد کی روایت میں ہے کہ جس وقت یہ شرط طے ہوئی کہ ان کا آدمی انہیں واپس کیا جائے اور ہمارا آدمی وہ واپس نہ کریں تو حضورؐ سے کہا گیا کہ کیا ہم یہ بھی مانیں؟ اور لکھ دیں۔ آپؐ نے فرمایا ہاں اس لئے کہ ہم میں سے جو ان میں جائے اللہ اسے ہم سے دور ہی رکھے (مسلم) مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب خارجی نکل کھڑے ہوئے اور انہوں نے علیؑ کی اختیار کی تو میں نے ان سے کہا رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ والے دن جب مشرکین سے صلح کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے علیؑ لکھ یہ وہ شرائط صلح ہیں جن پر اللہ کے رسول محمد ﷺ نے صلح کی تو مشرکین نے کہا اگر ہم آپؐ کو رسول اللہ ماننے تو آپؐ سے ہرگز نہ لاتے تو آپؐ نے فرمایا اے علیؑ اسے مٹاؤ خدا یا تو خوب جانتا ہے کہ میں تیرا رسول ہوں علیؑ اسے کاٹ دو اور لکھو یہ ہے جس پر صلح کی محمد بن عبداللہ (رضی اللہ عنہ) نے۔ اللہ کی قسم رسول اللہ حضرت علیؑ سے بہت بہتر تھے پھر بھی آپؐ نے اس لکھے ہوئے کو ٹوٹا یا اس سے کچھ آپؐ نبوت سے نہیں نکل گئے۔ مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ والے دن ستر اونٹ قربان کئے جن میں ایک اونٹ ابو جہل کا بھی تھا جب یہ اونٹ بیت اللہ سے روک دیئے گئے تو اس طرح نالہ و کا کرتے تھے جیسے کسی سے اس کا دودھ پیتا بچہ الگ ہو گیا ہو۔

لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّبِّيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلَنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ
إِنْ شَاءَ اللَّهُ أَمِينٌ مُّحَلِّقِينَ رُؤُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ
لَا تَخَافُونَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوا فَجَعَلَ مِنْ دُونِ ذَلِكَ فَتْحًا قَرِيبًا ۝ هُوَ
الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ
كُلِّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا ۝

یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کے مطابق واقعہ خواب سچا کر دکھایا کہ ان شاء اللہ تم یقیناً پورے امن و امان کے ساتھ مسجد حرام میں جاؤ گے سر منڈواتے ہوئے اور سر کے بال کھرواتے ہوئے عین کے ساتھ ظہر ہو کر وہ ان امور کو جانتا ہے جنہیں تم نہیں جانتے پس اس نے اس سے پہلے ایک نزدیک کی فتح جنہیں میسر کی وہی ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دین برحق کے ساتھ بھیجا تا کہ اسے ہر دین سے اوپر رکھے اور اللہ تعالیٰ کا کافی ہے اعتبار حق کرنے والا ○

رسول اللہ ﷺ کا خواب: ☆ (آیت: ۲۷-۲۸) رسول اللہ ﷺ نے خواب دیکھا تھا کہ آپؐ مکہ میں گئے اور بیت اللہ شریف کا طواف کیا۔ آپؐ نے اس کا ذکر اپنے اصحابؓ سے مدینہ شریف میں ہی کر دیا تھا۔ حدیبیہ والے سال جب آپؐ عمر کے ارادے سے چلے تو اس خواب کی بنا پر صحابہؓ کو یقین کامل تھا کہ اس سفر میں ہی ہم کامیابی کے ساتھ اس خواب کا ظہور دیکھ لیں گے۔ وہاں جا کر جو رگت بدلی ہوئی دیکھی یہاں تک کہ صلح نامہ لکھ کر بغیر زیارت بیت اللہ واپس ہونا پڑا تو ان صحابہؓ پر نہایت شاق گذرا۔

چنانچہ حضرت عمرؓ نے تو خود حضورؐ سے یہ کہا بھی کہ آپؐ نے تو ہم سے فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ جائیں گے اور طواف سے شرف ہوں گے آپؐ نے فرمایا یہ صحیح ہے لیکن یہ تو میں نے نہیں کہا تھا کہ اسی سال ایسا ہوگا؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں یہ تو نہیں فرمایا تھا آپؐ نے

فرمایا پھر جلدی کیا ہے؟ تم بیت اللہ میں جاؤ گے ضرور اور طواف بھی یقیناً کرو گے۔ پھر حضرت صدیق سے یہی کہا اور ٹھیک یہی جواب پایا۔ اس آیت میں جو ان شاء اللہ ہے یہ استثناء کے لئے نہیں بلکہ تحقیق اور تاکید کے لئے ہے۔ اس مبارک خواب کی تاویل کو سمجھانے دیکھ لیا اور پورے امن و اطمینان کے ساتھ مکہ میں گئے اور وہاں جا کر احرام کھولتے ہوئے بعض نے اپنا سر منڈوایا اور بعض نے بال کتروائے۔

صحیح حدیث میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ سر منڈوانے والوں پر رحم کرے لوگوں نے کہا حضرت اور کتروانے والوں پر بھی؟ آپ نے دوبارہ بھی یہی فرمایا پھر لوگوں نے وہی کہا آخر تیسری یا چوتھی دفعہ میں آپ نے کتروانے والوں کے لئے بھی رحم کی دعا کی۔ پھر فرمایا بے خوف ہو کر یعنی مکہ میں جاتے وقت بھی امن و امان سے ہو گے اور مکہ کا قیام بھی بے خوفی کا ہوگا۔ چنانچہ عمرہ قضا میں ہوا یہ عمرہ ذی قعدہ سنہ ۶ ہجری میں ہوا تھا۔ حدیبیہ سے آپ ذی قعدہ کے مہینے میں لوٹے ذی الحجہ اور محرم تو مدینہ شریف میں قیام رہا۔ صفر میں خیبر کی طرف گئے اس کا کچھ حصہ تو از روئے جنگ فتح ہوا اور کچھ حصہ از روئے صلح مسخر ہوا۔ یہ بہت بڑا علاقہ تھا اس میں کججوروں کے باغات اور کھیتیاں بکثرت تھیں یہیں کے یہودیوں کو آپ نے بطور خادم یہاں رکھ کر ان سے یہ معاملہ طے کیا کہ وہ باغوں اور کھیتوں کی حفاظت اور خدمت کریں اور پیداوار کا نصف حصہ دے دیا کریں۔ خیبر کی تقسیم رسول اللہ ﷺ نے صرف ان ہی صحابہ میں کی جو حدیبیہ میں موجود تھے ان کے سوا کسی اور کو اس جنگ میں آپ نے حصہ دار نہیں بنایا بجز ان لوگوں کے جو صحیحہ کی ہجرت سے واپس آئے تھے۔ جو حضرات حضورؐ کے ساتھ تھے وہ سب اس فتح خیبر میں بھی ساتھ تھے بجز حضرت ابودجانہ سماک بن غرہ رضی اللہ عنہ کے سوا جیسے کہ اس کا پورا بیان اپنی جگہ ہے۔ یہاں سے آپ سالم و غانم واپس تشریف لائے اور ماہ ذوالقعدہ سنہ ۶ ہجری میں مکہ کی طرف بارادہ عمرہ اہل حدیبیہ کو ساتھ لے کر آپ روانہ ہوئے۔ ذوالحلیفہ سے احرام باندھا قربانی کے لئے ساتھ اونٹ ساتھ لے کر اور لبیک پکارتے ہوئے ظہران کے قریب پہنچ کر حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کچھ گھوڑے سواروں کے ساتھ ہتھیار بند آگے آگے روانہ کیا اس سے مشرکین کے اوسان خطا ہو گئے اور مارے رعب کے ان کے کیچھے اچھلنے لگے۔ انہیں خیال گذر کہ یہ تو پوری تیاری اور کامل ساز و سامان کے ساتھ آئے ہیں تو ضرور لڑائی کے ارادے سے ہی آئے ہیں۔ انہوں نے شرط تو زدی کہ دس سال تک کوئی لڑائی نہ ہوگی چنانچہ یہ لوگ دوڑے ہوئے مکہ میں گئے اور اہل مکہ کو اس کی اطلاع دی۔

حضور جب مر الظہر ان میں پہنچے جہاں سے کعبہ کے بت دکھائی دیتے تھے تو آپ نے تمام نیزے بھالے تیرکمان بطن یا بچ میں بھیج دیئے۔ مطابق شرط صرف تلواریں پاس رکھ لیں اور وہ بھی میان میں تھیں ابھی آپ راستے میں ہی تھے جو قریش کا بھیجا ہوا آدمی مرکز بن حنص آیا اور کہنے لگا حضور آپ کی عادت تو توڑنے کی نہیں حضورؐ نے پوچھا کیا بات ہے؟ وہ کہنے لگا کہ آپ تیر اور نیزے لے کر آ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں تو ہم نے وہ سب بطن یا بچ بھیج دیئے۔ اس نے کہا یہی ہمیں آپ کی ذات سے امید تھی آپ ہمیشہ سے بھلائی نیکی اور وفاداری ہی کرنے والے ہیں۔ سرداران کفار تو بوجہ غیظ و غضب اور رنج و غم کے شہر سے باہر چلے گئے کیونکہ وہ تو آپ کو اور آپ کے اصحاب کو دیکھنا بھی نہیں چاہتے تھے اور لوگ جو مکہ میں رہ گئے تھے وہ سب مرد و عورت بچے تمام راستوں پر اور کوشوں پر اور چھتوں پر کھڑے ہو گئے اور ایک استعجاب کی نظر سے اس مخلص گروہ کو اس پاک لشکر کو اس خدائی فوج کو دیکھ رہے تھے۔ آپ نے قربانی کے جانور ذی طویٰ میں بھیج دیئے تھے خود آپ اپنی مشہور و معروف اونٹنی قصواء پر سوار تھے آگے آگے آپ کے اصحاب تھے جو برابر لبیک پکارتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ انصاری رضی اللہ عنہ آپ کی اونٹنی کی گیل تھا سے ہوئے تھے اور یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

باسم الذی لا دین الا دینہ بسم الذی محمد رسولہ
 خلوا بنی الکفار عن سبیلہ الیوم نصرکم علی تاویلہ
 کماضرینا کم علی تنزیلہ ضربا یزیل الہام عن مقیلہ
 ویذہل الحلیل عن خلیلہ قد انزل الرحمن فی تنزیلہ
 فی صحف تتلی علی رسولہ بان خیر القتل فی سبیلہ

یا رب انی مومن بقیلہ

یعنی اس اللہ کے نام سے جس کے دین کے سوا اور کوئی دین قابل قبول نہیں۔ اس اللہ کے نام سے جس کے رسول حضرت محمد ہیں (ﷺ)۔
 اے کافروں کے بچو! حضور کے راستے سے ہٹ جاؤ! آج ہم تمہیں آپ کے کوٹے پر بھی ویسا ہی ماریں گے جیسا آپ کے آنے پر مارا تھا وہ
 مار جو دماغ کو اس کے ٹھکانے سے ہٹا دے اور دوست کو دوست سے بھلا دے۔ اللہ تعالیٰ رحم والے نے اپنی وحی میں نازل فرمایا ہے جو ان
 صحیفوں میں محفوظ ہے جو اس کے رسول کے سامنے تلاوت کئے جاتے ہیں کہ سب سے بہتر موت شہادت کی موت ہے جو اس کی راہ میں ہو۔
 اے میرے پروردگار! میں اس بات پر ایمان لا چکا ہوں۔ بعض روایتوں میں الفاظ میں کچھ ہیر پھیر بھی ہے۔

مسند احمد میں ہے کہ اس عمرے کے سفر میں جب حضور مر العظیم ان میں پہنچے تو صحابہ نے سنا کہ اہل مکہ کہتے ہیں یہ لوگ بوجہ لاغری اور
 کمزوری کے اٹھ بیٹھ بھی نہیں سکتے۔ یہ سن کر صحابہ حضرت ﷺ کے پاس آئے اور کہا اگر آپ اجازت دیں تو ہم اپنی سوار یوں کے چند جانور
 ذبح کر لیں ان کا گوشت کھائیں اور شور بائیں اور تازہ دم ہو کر مکہ میں جائیں۔ آپ نے فرمایا نہیں ایسا نہ کرو تمہارے پاس جو کھا نا ہوا ہے جمع
 کرو چنانچہ جمع کیا دسترخوان بچایا اور کھانے بیٹھے تو حضور کی دعا کی وجہ سے کھانے میں اتنی برکت ہوئی کہ سب نے کھائی لیا اور توشے دان
 بھر لئے۔ آپ مکہ شریف آئے سیدھے بیت اللہ گئے قریشی حطیم کی طرف بیٹھے ہوئے تھے آپ نے چادر کے پلے دائیں بغل کے نیچے
 سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈال لئے اور اصحاب سے فرمایا یہ لوگ تم میں سستی اور لاغری محسوس نہ کریں اب آپ نے رکن کو بوسہ دے کر
 دوڑنے کی سی چال سے طواف شروع کیا جب رکن یمانی کے پاس پہنچے جہاں قریش کی نظر میں پڑتی تھیں تو وہاں سے آہستہ آہستہ چل کر
 حجر اسود تک پہنچے قریش کہنے لگے تم لوگ تو ہرنوں کی طرح چو کرڑیاں بھر رہے ہو گویا چلنا تمہیں پسند ہی نہیں۔ تین مرتبہ تو آپ اسی طرح ہلکی
 دوڑ کی سی چال حجر اسود سے رکن یمانی تک چلتے رہے تین پھیرے اسی طرح کئے چنانچہ یہی مسنون طریقہ ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ
 نے چھ الوداع میں بھی اسی طرح طواف کے تین پھیروں میں رمل کیا یعنی دھکی چال چلے۔

بخاری مسلم میں ہے کہ اصحاب رسول کو مدینے کی آب و ہوا شروع میں کچھ ناواقف پڑی تھی اور بخاری کی وجہ سے یہ کچھ لاغر ہو گئے
 تھے جب آپ مکہ پہنچے تو مشرکین مکہ نے کہا یہ لوگ جو آ رہے ہیں انہیں مدینے کے بخار نے کمزور اور ست کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے
 اس کلام کی خبر اپنے رسول ﷺ کو کر دی۔ مشرکین حطیم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ وہ حجر اسود سے لے کر
 رکن یمانی سے حجر اسود تک جہاں جانے کے بعد مشرکین کی نگاہیں نہیں پڑتی تھیں وہاں ہلکی چال چلیں پورے ساتوں پھیروں میں رمل
 کرنے کو نہ کہنا یہ صرف بطور رحم کے تھا۔ مشرکوں نے جب دیکھا کہ یہ تو سب کے سب کو دودھ کر پھرتی اور جستی سے طواف کر رہے ہیں تو
 آپس میں کہنے لگے کیوں جی انہی کی نسبت اڑا رکھا تھا کہ مدینے کے بخار نے انہیں ست ولاغر کر دیا ہے؟ یہ لوگ تو فلاں اور فلاں سے بھی

زیادہ چست و چالاک ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ ذوالقعدہ کی چوتھی تاریخ کو مکہ شریف پہنچ گئے تھے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ مشرکین اس وقت قعیقہ کان کی طرف تھے، حضور کا مفاہرہ کی طرف سہی کرنا بھی مشرکوں کو اپنی قوت دکھانے کے لئے تھا حضرت ابن ابی اونی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس دن ہم آپ پر چھائے ہوئے تھے اس لئے کہ کوئی مشرک یا کوئی نبی بھی آپ کو کوئی ایذا نہ پہنچا سکے۔ بخاری شریف میں ہے حضور عمرے کے لئے نکلے لیکن کفار قریش نے راستہ روک لیا اور آپ کو بیت اللہ شریف تک نہ جانے دیا۔ آپ نے وہیں قربانیاں کیں اور وہیں یعنی حدیبیہ میں سرمنڈوا لیا اور ان سے صلح کر لی، جس میں یہ طے ہوا کہ آپ اگلے سال عمرہ کریں گے، سوائے تلواروں کے اور کوئی ہتھیار اپنے ساتھ لے کر مکہ معظمہ میں نہیں آئیں گے اور وہاں اتنی ہی مدت ٹھہریں گے جتنی اہل مکہ چاہیں، پس اگلے سال آپ اسی طرح آئے، تین دن تک ٹھہرے پھر مشرکین نے کہا اب آپ چلے جائیں چنانچہ آپ وہاں سے واپس ہوئے۔

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ذی قعدہ میں عمرہ کرنے کا ارادہ کیا لیکن اہل مکہ حائل ہوئے تو آپ نے ان سے یہ فیصلہ کیا کہ آپ صرف تین دن ہی مکہ میں ٹھہریں گے، جب صلح نامہ لکھنے لگے تو لکھا یہ ہے جس پر محمد رسول اللہ نے صلح کی تو اہل مکہ نے کہا کہ اگر آپ کو ہم رسول اللہ جانتے تو ہرگز نہ روکتے بلکہ آپ محمد بن عبد اللہ لکھتے۔ آپ نے فرمایا میں رسول اللہ ہوں میں محمد بن عبد اللہ ہوں۔ پھر آپ نے حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا لفظ رسول اللہ کو مٹا دو۔ حضرت علی نے فرمایا نہیں نہیں قسم اللہ کی میں اسے ہرگز نہ مٹاؤں گا چنانچہ آپ نے اس صلح نامہ کو اپنے ساتھ میں لے کر باوجود اچھی طرح لکھنا نہ جانے کے لکھا کہ یہ وہ ہے جس پر محمد بن عبد اللہ نے صلح کی (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ کہ مکہ میں ہتھیار لے کر داخل نہ ہوں گے صرف تلوار ہوگی اور وہ بھی میان میں اور یہ کہ اہل مکہ میں سے جو آپ کے ساتھ جانا چاہے گا اسے آپ اپنے ساتھ نہیں لے جائیں گے اور یہ کہ آپ کے ساتھیوں میں سے جو مکہ میں رہنے کے ارادے سے ٹھہر جانا چاہے گا آپ اسے روکیں گے نہیں۔ پس جب آپ آئے اور وقت مقررہ گزر چکا تو مشرکین حضرت علیؑ کے پاس آئے اور کہا آپ حضور سے کہئے کہ اب وقت گزر چکا، تشریف لے جائیں۔ چنانچہ آپ نے کوچ کر دیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی چچا چچا کہہ کر آپ کے پیچھے ہو لیں، حضرت علیؑ نے انہیں لے لیا اور اہل تمام کر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس لے گئے اور فرمایا اپنے چچا کی لڑکی کو اچھی طرح رکھو۔ حضرت زہراؑ نے بڑی خوشی سے بچی کو اپنے پاس بٹھالیا۔ اب حضرت علیؑ اور حضرت زیدؑ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہم میں جھگڑا ہونے لگا۔ حضرت علیؑ تو فرماتے تھے انہیں میں لے آیا ہوں اور یہ میرے چچا کی صاحبزادی ہیں۔ حضرت جعفرؑ فرماتے تھے میری چچا زاد بہن ہے اور ان کی خالہ میرے گھر میں ہیں۔ حضرت زیدؑ فرماتے تھے میرے بھائی کی لڑکی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس جھگڑے کا فیصلہ کیا کہ لڑکی کو تو ان کی خالہ کو سونپا اور فرمایا خالہ قائم مقام ماں کے ہے۔

حضرت علیؑ سے فرمایا تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔ حضرت جعفرؑ سے فرمایا تو خلق اور خلق میں مجھ سے پوری مشابہت رکھتا ہے۔ حضرت زیدؑ سے فرمایا تو تمہارا بھائی اور تمہارا مولیٰ ہے۔ حضرت علیؑ نے کہا یا رسول اللہ! آپ حضرت حمزہ کی لڑکی سے نکاح کیوں نہ کر لیں؟ آپ نے فرمایا وہ میرے رضاعی بھائی کی لڑکی ہیں۔ پھر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ جس خیر و مصلحت کو جانتا تھا اور جسے تم نہیں جانتے تھے اس کی بنا پر تمہیں اس سال مکہ میں نہ جانے دیا اور اگلے سال جانے دیا اور اس جانے سے پہلے ہی جس کا وعدہ خواب کی شکل میں رسول اللہ ﷺ سے ہوا تھا تمہیں فتح قریب عنایت فرمائی۔ یہ فتح وہ صلح ہے جو تمہارے اور تمہارے دشمنوں کے درمیان ہوئی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ مومنوں کو خوشخبری سناتا ہے کہ وہ اپنے رسول کو ان دشمنوں پر اور تمام دشمنوں پر فتح دے گا، اس نے آپ کو علم نافع اور

علم صالح کے ساتھ بھیجا ہے شریعت میں دوسری چیزیں ہوتی ہیں علم اور عمل، پس علم شرعی صحیح علم ہے اور عمل شرعی مقبولیت والا عمل ہے اس کے اخبار سچے اس کے احکام سراسر عدل و حق والے۔ چاہتا یہ ہے کہ روئے زمین پر جتنے دین ہیں عربوں میں، عجمیوں میں، مسلمین میں، مشرکین میں ان سب پر اس اپنے دین کو غالب اور ظاہر کرے۔ اللہ کافی گواہ ہے اس بات پر کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ ہی آپ کا مددگار ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ
بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكْعًا سَجِدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا
سِيَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ
وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْطَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ
فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سَوْقِهِ يُعْجِبُ الزُّرْعَ لِيَغِظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ
وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا
عَظِيمًا

محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت ہیں آپس میں رحم والے ہیں۔ تو انہیں دیکھے گا کہ کدو اور بھدے کر رہے ہیں اللہ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں ہیں پس ان کا نشان ان کے چہروں پر بھدوں کے اثر ہے ان کی یہی صفت تورات میں ہے اور ان کی صفت انجیل میں ہے مثل اس کبھی کے جس نے اپنا پٹھا نکالا پھر اسے مضبوط کیا اور وہ مٹا ہو گیا پھر اپنی جڑ پر سیدھا کھڑا ہو گیا اور کساؤں کو خوش کرنے لگا تاکہ ان کی وجہ سے کافروں کو چڑائے ان ایمان والوں اور شاکستہ اعمال والوں سے اللہ نے بخشش کا اور بہت بڑے ثواب کا وعدہ کیا ہے ○

تصدیق رسالت بزبان اللہ: ☆ ☆ (آیت ۲۹) ان آیتوں میں پہلے نبی ﷺ کی صفت و ثنائیاں ہوئی کہ آپ اللہ کے بھتیجے رسول ہیں پھر آپ کے صحابہ کی صفت و ثنائیاں ہو رہی ہے کہ وہ مخالفین پر سختی کرنے والے اور مسلمانوں پر نرمی کرنے والے ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے اِذْ قَالَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ اَعِزُّوْهُ عَلَى الْكَافِرِيْنَ ”مومنوں کے سامنے نرم کفار کے مقابلہ میں گرم“ ہر مومن کی یہی شان ہونی چاہئے کہ وہ مومنوں سے خوش غلظ اور متواضع رہے اور کفار پر سختی کرنے والا اور کفر سے ناخوش رہے۔ قرآن حکیم فرماتا ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً ”ایمان والو! اپنے پاس کے کافروں سے جہاد کرو وہ تم میں سختی محسوس کریں۔“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں آپس کی محبت اور نرمی میں مومنوں کی مثال ایک جسم کی طرح ہے کہ اگر کسی ایک عضو میں درد ہو تو سارا جسم بے قرار ہو جاتا ہے، کبھی بخار چڑھ آتا ہے، کبھی نیند اچاٹ ہو جاتی ہے۔

آپ ﷺ فرماتے ہیں مومن مومن کے لئے مثل دیوار کے ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو تقویت پہنچاتا اور مضبوط کرتا ہے پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسری میں ملا کر بتلائیں۔ پھر ان کا اور وصف بیان فرمایا کہ نیکیاں بکثرت کرتے ہیں خصوصاً نماز جو تمام نیکیوں سے افضل والی ہے پھر ان کی نیکیوں میں چار چاند لگانے والی چیز کا بیان یعنی ان کے غلوں اور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ یہ اللہ کے فضل اور اس

کی رضا کے متلاشی ہیں۔ یہ اپنے اعمال کا بدلہ اللہ تعالیٰ سے چاہتے ہیں جو جنت ہے اور اللہ کے فضل سے انہیں ملے گی اور اللہ تعالیٰ اپنی رضا مندی بھی انہیں عطا فرمائے گا جو بہت بڑی چیز ہے۔ جیسے فرمایا و رضوان من اللہ اکبر اللہ تعالیٰ کی ذرا سی رضا بھی سب سے بڑی چیز ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ چہرہوں پر بحدوں کے اثر سے علامت ہونے سے مراد اچھے اخلاق ہیں۔ مجاہد وغیرہ فرماتے ہیں خشوع اور تواضع ہے۔

حضرت منصور رحمۃ اللہ علیہ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے کہتے ہیں میرا تو یہ خیال تھا کہ اس سے مراد نماز کا نشان ہے جو ماتھے پر پڑ جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ تو ان کی پیشانیوں پر بھی ہوتا ہے جن کے دل فرعون سے بھی زیادہ سخت ہوتے ہیں۔ حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں نماز ان کے چہرے اچھے کر دیتی ہے۔ بعض سلف سے منقول ہے جو رات کو بکثرت نماز پڑھے گا اس کا چہرہ دن کو خوبصورت ہوگا۔ حضرت جابرؓ کی روایت سے ابن ماجہ کی ایک مرفوع حدیث میں بھی یہی مضمون ہے لیکن صحیح ہے کہ یہ موقوف ہے۔ بعض بزرگوں کا قول ہے کہ نیکی کی وجہ سے دل میں نور پیدا ہوتا ہے چہرے پر روشنی آتی ہے روزی میں کشادگی ہوتی ہے لوگوں کے دلوں میں محبت پیدا ہوتی ہے۔ امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ جو شخص اپنے اندرونی پوشیدہ حالات کی اصلاح کرے اور بھلائیاں پوشیدگی سے کرے اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کی سلوٹوں پر اور اس کی زبان کے کناروں پر ان نیکیوں کو ظاہر کر دیتا ہے۔ الغرض دل کا آئینہ چہرہ ہے جو اس میں ہوتا ہے اس کا اثر چہرہ پر ہوتا ہے پس مومن جب اپنے دل کو درست کر لیتا ہے اپنا باطن سنوار لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ظاہر کو بھی لوگوں کی نگاہوں میں سنوار دیتا ہے۔ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جو شخص اپنے باطن کی اصلاح کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ظاہر کو بھی آراستہ و برآستہ کر دیتا ہے۔

طبرانی میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو شخص جیسی بات کو پوشیدہ رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اسی کی چادر اوڑھ دیتا ہے اگر وہ پوشیدگی بجلی ہے تو بھلائی کی اور اگر بری ہے تو برائی کی۔ لیکن اس کا ایک راوی عزری متروک ہے۔ مسند احمد میں آپ کا فرمان ہے کہ اگر تم میں سے کوئی شخص کسی شخص چہان میں گھس کر جس کا نہ کوئی درد و زہ ہو نہ اس میں کوئی سوراخ ہو کوئی عمل کرے گا اللہ اسے بھی لوگوں کے سامنے رکھ دے گا برائی ہو تو اور بھلائی ہو تو۔ مسند کی اور حدیث میں ہے نیک طریقہ اچھا خلق میانہ روی نبوۃ کے پیچیدوں حصہ میں سے ایک حصہ ہے۔

الغرض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی نیتیں خالص تھیں اعمال اچھے تھے پس جس کی نگاہ ان کے پاک چہروں پر پڑتی تھی اسے ان کی پاکبازی فتح جاتی تھی اور وہ ان کے چال چلن اور ان کے اخلاق اور ان کے طریقہ کار پر خوش ہوتا تھا۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ جن صحابہ نے شام کا ملک فتح کیا جب وہاں کے نصرانی ان کے چہرے دیکھتے تو بے ساختہ پکاراٹھتے اللہ کی قسم یہ حضرت عیسیٰ کے حواریوں سے بہت ہی بہتر و افضل ہیں۔ فی الواقع ان کا یہ قول سچا ہے اگلی کتابوں میں اس امت کی فضیلت و عظمت موجود ہے اور اس امت کی صف اول ان کے بہتر و بزرگ اصحاب رسول ہیں اور خود ان کا ذکر بھی اگلی خدائی کتابوں میں اور پہلے کے واقعات میں موجود ہے۔ پس فرمایا یہی مثال ان کی تورات میں ہے۔ پھر فرماتا ہے اور ان کی مثال انجیل میں مانند کھیتی کے بیان کی گئی ہے جو اپنا سبزہ نکالتی ہے پھر اسے مضبوط اور قوی کرتی ہے پھر وہ طاقتور اور موٹا ہو جاتا ہے اور اپنی بال پر سیدھا کھڑا ہو جاتا ہے اب کھیتی والے کی خوشی کا کیا پوچھنا ہے؟ اسی طرح اصحاب رسول ہیں کہ انہوں نے آپ کی تائید و نصرت کی پس وہ آپ کے ساتھ وہی تعلق رکھتے ہیں جو پٹھے اور سبزے کو کھیتی سے تھا۔ یہ اس لئے کہ کفار شر مسار ہوں۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت سے رافضیوں کے کفر پر استدلال کیا ہے کیونکہ وہ صحابہ سے

چڑتے اور ان سے بغض رکھنے والا کافر ہے۔ علماء کی ایک جماعت بھی اس مسئلہ میں امام صاحب کے ساتھ ہے۔ صحابہ کرامؓ کے فغائل میں اور ان کی لغزشوں سے چشم پوشی کرنے میں بہت سی احادیث آئی ہیں۔ خود خدائے تعالیٰ نے ان کی تعریفیں بیان کیں اور ان سے اپنی رضامندی کا اظہار کیا ہے۔ کیا ان کی بزرگی میں یہ کافی نہیں؟ پھر فرماتا ہے ان ایمان والوں اور نیک اعمال والوں سے اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کے گناہ معاف اور ان کا اجر عظیم اور رزق کریم ثواب جزا مل اور بدلہ کبیر ثابت پاد رہے کہ منہم میں جو من ہے وہ یہاں بیان جس کیلئے ہے اللہ کا یہ سچا اور اہل وعدہ ہے جو نہ بدلے نہ خلاف ہوا ان کے قدم بقدم چلنے والے انکی روش پر کار بند ہونے والوں سے بھی اللہ کا یہ وعدہ ثابت ہے لیکن فضیلت اور سبقت کمال اور بزرگی جو انہیں ہے امت میں سے کسی کو نہیں اللہ ان سے خوش یہ اللہ سے راضی یہ جتنی ہو چکے اور بدلے پائے۔

صحیح مسلم شریف میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میرے صحابہ گو برا نہ کہو ان کی بے ادبی اور گستاخی نہ کرو اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو ان کے تین پاؤں اناج بلکہ ڈیڑھ پاؤں اناج کے اجر کو بھی نہیں پاسکتا۔ الحمد للہ سورہ فتح کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ الحجرات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدِمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ يَغْضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ فَلَتَفْتَوَىٰ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ ۖ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ۝

لائق عبادت بخشنے والے مہربان کے نام سے شروع

اے ایمان والے! لوگو! اللہ اور اس کے رسولؐ سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرتے رہا کرؤ یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے ۝ اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اوپر نہ کرو اور نہ اس سے اونچی آواز سے بات کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال اکارت ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو ۝ بے شک جو لوگ رسول اللہؐ کے حضور میں اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے پرہیز گاری کے لئے جانچ لیا ہے۔ ان کے لئے مغفرت ہے اور بڑا ثواب ہے ۝

(آیت ۱-۳) ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ امتیوں کو اپنے نبیؐ کے آداب سکھاتا ہے کہ تمہیں اپنے نبی کی توقیر و احترام عزت کا خیال کرنا چاہئے تمام کاموں میں خدا اور رسولؐ کے پیچھے رہنا چاہئے۔ اتباع اور تابعداری کی خود انہی چاہئے۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب رسول خدا ﷺ نے یمن کی طرف بھیجا تو دریافت فرمایا کہ کس چیز کے ساتھ حکم کرو گے؟ جواب دیا کتاب اللہ کے ساتھ۔ فرمایا اگر نہ پاؤ؟

جواب دیا سنت رسول اللہ کے ساتھ فرمایا اگر نہ پاؤ جواب دیا اجتہاد کروں گا۔ تو آپ نے ان کے سینے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا خدا کا شکر ہے جس نے رسول اللہ کے قاصد کو ایسی توفیق دی جس سے خدا کا رسول خوش ہو۔ (ابوداؤد ترمذی، ابن ماجہ)

یہاں اس حدیث کے وارد کرنے سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ حضرت معاذؓ نے اپنی رائے، نظر اور اجتہاد کو کتاب و سنت سے مؤخر رکھا۔ پس کتاب و سنت پر رائے کو مقدم کرنا یہ ہے خدا اور اس کے رسول سے آگے بڑھنا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ کتاب و سنت کے خلاف نہ کہو۔ حضرت عوفیؓ فرماتے ہیں حضورؐ کے کلام کے سامنے بولنے سے منع کر دیا گیا، مجاہدؓ فرماتے ہیں کہ جب تک کسی امر کی بابت اللہ کے رسولؐ کچھ نہ فرمائیں تم خاموش رہو حضرت ضحاکؓ فرماتے ہیں امر دین، احکام شرعی میں بجز خدا کے کلام اور اس کے رسولؐ کی حدیث کے تم کسی اور چیز سے فیصلہ نہ کرو۔ حضرت سفیان ثوریؓ کا ارشاد ہے کسی قول و فعل میں اللہ اور اس کے رسولؐ پر سبقت نہ کرو۔ امام حسن بصریؓ فرماتے ہیں مراد یہ ہے کہ امام سے پہلے دعائے کرو۔ امام حسن بصریؓ فرماتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں اگر فلاں فلاں میں حکم اترے تو اس طرح رکھنا چاہئے اسے اللہ نے ناپسند فرمایا۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ حکم خدا کی بجا آوری میں اللہ کا لحاظ رکھو اللہ تمہاری باتیں سن رہا ہے اور تمہارے ارادے جان رہا ہے۔ پھر دوسرا ادب سکھاتا ہے کہ وہ نبیؐ کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کریں۔ یہ آیت حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں نازل ہوئی۔ صحیح بخاری شریف میں حضرت ابن ابی ملکیہ سے مروی ہے کہ قریب تھا کہ وہ بہترین ہستیاں ہلاک ہو جائیں یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دونوں کی آوازیں حضورؐ کے سامنے بلند ہو گئیں جبکہ بنو جمہ کا وفد حاضر ہوا تھا ایک تو اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ کو کہتے تھے جو نبیؐ جانشین میں تھے اور دوسرے دوسرے شخص کی بابت کہتے تھے۔ اس پر حضرت صدیقؓ نے فرمایا کہ تم تو میرا خلاف ہی کیا کرتے ہو۔ فاروق اعظمؓ نے جواب دیا نہیں نہیں آپ یہ خیال بھی نہ فرمائیے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اس کے بعد تو حضرت عمرؓ اس طرح حضورؐ سے نرم گلائی کرتے تھے کہ آپ کو دوبارہ پوچھنا پڑتا تھا۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ فرماتے تھے قحطیاب بن معبدؓ کو اس وفد کا امیر بنائیے اور حضرت عمرؓ فرماتے تھے نہیں بلکہ حضرت اقرع بن حابسؓ کو اس اختلاف میں آوازیں کچھ بلند ہو گئیں جس پر آیت يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْصِدُوا نَازِلَ هُوَ نَزَلَ بِكُمْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ صَبَرُوا مسند بزار میں ہے آیت لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاعَ فِي كُنُوزِ اللَّهِ إِنَّكُمْ عَنْهُ تَرْفَعُونَ، اس کے نازل ہونے کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضورؐ سے کہا یا رسول اللہ! احم اللہ کی اب تو میں آپ سے اس طرح باتیں کروں گا جس طرح کوئی سرگوشی کرتا ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دن تک حضورؐ کی مجلس میں نظر نہ آئے اس پر ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! میں اس کی بابت آپ کو بتاؤں گا۔

چنانچہ وہ حضرت ثابتؓ کے مکان پر آئے۔ دیکھا کہ وہ سر جھکائے ہوئے بیٹھے ہیں۔ پوچھا کیا حال ہے۔ جواب ملا برا حال ہے میں تو حضرت کی آواز پر اپنی آواز کو بلند کرتا تھا میرے اعمال برباد ہو گئے اور میں جہنمی بن گیا۔ یہ شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور سارا واقعہ آپ سے کہہ سنایا پھر تو حضورؐ کے فرمان سے ایک زبردست بشارت لے کر دوبارہ حضرت ثابتؓ کے ہاں گئے۔ حضورؐ نے فرمایا تم جاؤ اور ان سے کہو کہ تو جہنمی نہیں بلکہ جنتی ہے۔ مسند احمد میں بھی یہ واقعہ ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ خود حضورؐ نے پوچھا تھا کہ ثابتؓ کہاں ہیں نظر نہیں آتے۔ اس کے آخر میں ہے حضرت انسؓ فرماتے ہیں ہم انہیں زندہ چلا پھرتا دیکھتے تھے اور جانتے تھے کہ وہ اہل جنت میں سے ہیں یمامہ کی جنگ میں جب کہ مسلمان قدرے بدل ہو گئے تو ہم نے دیکھا کہ حضرت ثابتؓ غوثیو پلے کفن پہنے ہوئے دشمن کی طرف بڑھتے پلے جا رہے ہیں اور فرما رہے ہیں مسلمانو! تم لوگ اپنے بعد والوں کے لئے برا نمونہ نہ چھوڑ جاؤ۔ یہ کہہ کر دشمنوں میں گھس گئے اور بہادرانہ لڑتے رہے

یہاں تک کہ شہید ہو گئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

صحیح مسلم شریف میں ہے آپ نے جب انہیں نہیں دیکھا تو حضرت سعد سے جو ان کے پردوسی تھے دریافت فرمایا کہ کیا ثابت بیمار ہیں؟ لیکن اس حدیث کی اور سندوں میں حضرت سعدؓ کا ذکر نہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ روایت معطل ہے۔ اور یہی بات صحیح بھی ہے اس لئے کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس وقت زندہ ہی نہ تھے بلکہ آپ کا انتقال بنو قریظہ کی جنگ کے بعد ٹھوڑے ہی دنوں میں ہو گیا تھا اور بنو قریظہ کی جنگ سنہ ۵ ہجری میں ہوئی تھی اور یہ آیت وفد بنی تمیم کی آمد کے وقت اتری ہے اور وفد کا پے در پے آنے کا واقعہ سنہ ۹ ہجری کا ہے۔ واللہ اعلم۔

ابن جریر میں ہے جب یہ آیت اتری تو حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ راستے میں بیٹھ گئے اور رونے لگے۔ حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب وہاں سے گزرے اور انہیں روتے دیکھا تو سب دریافت کیا۔ جواب ملا کہ مجھے خوف ہے کہ کہیں یہ آیت میرے ہی بارے میں نازل نہ ہوئی ہو میری آواز بلند ہے۔ حضرت عاصمؓ یہ سن کر چلے گئے اور حضرت ثابتؓ کی ہچکلی بندھ گئی دھاڑیں مار مار کر رونے لگے گھر گئے اور اپنی بیوی صلاہ حضرت جلیلہ بنت عبد اللہ بن ابی ابن سلول سے کہا میں اپنے ٹھوڑے کے طویلے میں جا رہا ہوں تم اس کا دروازہ باہر سے بند کر کے لو کہ کیل سے اسے جڑ دو۔ خدا کی قسم میں اس میں نہ نکلوں گا یہاں تک کہ یا میرا جاؤں یا اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو مجھ سے رضا مند کر دے۔ یہاں تو یہ ہوا وہاں جب حضرت عاصمؓ نے دربار رسالت میں حضرت ثابتؓ کی حالت بیان کی تو رسالت مآب ﷺ نے حکم دیا کہ تم جاؤ اور ثابت کو میرے پاس بلا لاؤ۔ لیکن عاصم رضی اللہ عنہ اس جگہ آئے تو دیکھا کہ حضرت ثابتؓ وہاں نہیں مکان پر گئے تو معلوم ہوا کہ وہ تو ٹھوڑے کے طویلے میں ہیں یہاں آ کر کہا ثابت چلو تم کو رسول اللہ ﷺ یا دربار ہے ہیں۔ حضرت ثابتؓ نے کہا بہت خوب، کیل نکال ڈالو اور دروازہ کھول دو۔ پھر باہر نکل کر سرکار میں حاضر ہوئے تو آپ نے رونے کی وجہ پوچھی جس کا سچا جواب حضرت ثابتؓ سے سن کر آپ نے فرمایا کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ تم قابل تعریف زندگی جیواور شہید ہو کر مہر اور جنت میں جاؤ۔ اس پر حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سارا رنج کا نور ہو گیا، باجھیں کل گئیں اور فرمانے لگے یا رسول اللہ! میں اللہ تعالیٰ کی اور آپ کی اس بشارت پر بہت خوش ہوں اور اب آئندہ کبھی بھی اپنی آواز آپ کی آواز سے اونچی نہ کروں گا۔ اس پر اس کے بعد کی آیت اِنْ الذِّیْنَ یَغُصُّوْنَ نَازِل ہوئی۔ یہ قصداً ہی طرح کی ایک تالیف ہے۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے سامنے آوازیں بلند کرنے سے منع فرمادیا۔ امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو شخصوں کی کچھ بلند آوازیں مسجد نبوی میں سن کر وہاں آ کر ان سے فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ تم کہاں ہو؟ پھر ان سے پوچھا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ انہوں نے کہا طائف کے۔ آپ نے فرمایا اگر تم مدینے کے ہوتے تو میں تمہیں پوری سزا دیتا۔ علماء کرام کا فرمان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف کے پاس بھی بلند آواز سے بولنا مکروہ ہے۔ جیسے کہ آپ کی حیات میں آپ کے سامنے مکروہ تھا اس لئے کہ حضور مجس طرح اپنی زندگی میں قابل احترام و عزت تھے اب اور ہمیشہ تک آپ اپنی قبر شریف میں بھی باعزت اور قابل احترام ہی ہیں۔ پھر آپ کے سامنے آپ سے باتیں کرتے ہوئے جس طرح عام لوگوں سے باآواز بلند باتیں کرتے ہیں باتیں کرنا منع فرمائی بلکہ آپ سے تسکین و وقار عزت و ادب، حرمت و عظمت سے باتیں کرنا چاہئیں۔ جیسے اور جگہ ہے لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ”اے مسلمانو! رسول کو اس طرح نہ پکارو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔“ پھر فرماتا ہے کہ ہم نے تمہیں اس بلند آوازی سے اس لئے روکا ہے کہ ایسا نہ ہو کسی وقت حضور ناراض ہو جائیں اور آپ کی ناراضگی کی وجہ سے خدا ناراض ہو جائے

اور تمہارے کل اعمال ضبط کر لے اور تمہیں اس کا پتہ بھی نہ ملے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ ایک شخص اللہ کی رضا مندی کا کوئی نکلہ ایسا کہہ گذرتا ہے کہ اس کے نزدیک تو اس کلمہ کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی لیکن خدا کو وہ اتنا پسند آتا ہے کہ اس کی وجہ سے وہ جنتی ہو جاتا ہے۔ اسی طرح انسان خدا کی ناراضگی کا کوئی ایسا کلمہ کہہ جاتا ہے کہ اس کے نزدیک تو اس کی کوئی وقعت نہیں ہوتی لیکن خدا نے تعالیٰ اسے اس ایک کلمہ کی وجہ سے جہنم کے اس قدر نیچے کے طبقے میں پہنچا دیتا ہے کہ جو گڑھا آسمان و زمین سے زیادہ گہرا ہے۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کے سامنے آواز پست کرنے کی رغبت دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ جو لوگ اللہ کے نبی کے سامنے اپنی آوازیں دھیمی کرتے ہیں انہیں اللہ رب العزت نے تقویٰ کے لئے خالص کر لیا ہے اہل تقویٰ اور مجلس تقویٰ یہی لوگ ہیں۔ یہ مغفرت خدا کے مستحق اور اجر عظیم کے لائق ہیں۔

امام احمد نے کتاب الزہد میں ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمرؓ سے ایک تحریر دریافت کیا گیا کہ اسے امیر المؤمنین! ایک وہ شخص جسے نافرمانی کی خواہش ہی نہ ہو اور نہ کوئی نافرمانی اس نے کی ہو وہ اور وہ شخص جسے خواہش معصیت ہے لیکن وہ برا کام نہیں کرتا تو ان میں افضل کون ہے؟ آپ نے جواب میں لکھا کہ جنہیں معصیت کی خواہش ہوتی ہے پھر نافرمانیوں سے بچتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے پرہیزگاری کے لئے آزمایا ہے ان کے لئے مغفرت ہے اور بہت بڑا اجر و ثواب ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنَ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۝
وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّى تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۝
وَاللَّهُ عَفْوٌ رَحِيمٌ ۝

جو لوگ تجھے حجروں کے پیچھے سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر بالکل بے عقل ہیں ○ اگر یہ لوگ یہاں تک مہر کرتے کہ تو خود ان کے پاس آ جاتا تو یہی ان کے لئے بہتر ہوتا اللہ غفور و رحیم ہے ○

آداب خطاب: ☆ ☆ (آیت: ۴-۵) ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی مذمت بیان کرتا ہے جو آپ کے مکانوں کے پیچھے سے آپ کو آوازیں دیتے اور پکارتے ہیں جس طرح اعراب میں دستور تھا۔ تو فرمایا کہ ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔ پھر اس کی بابت ادب سکھاتے ہوئے فرماتا ہے کہ انہیں چاہئے تھا آپ کے انتظار میں ٹھہر جاتے اور جب آپ مکان سے باہر نکلے تو آپ سے جو کہنا ہوتا کہتے۔ نہ کا دوازیں دے کر باہر سے پکارتے۔ دنیا اور دین کی مصیلت اور بہتری اسی میں تھی۔

پھر گویا حکم دیتا ہے کہ ایسے لوگوں کو توبہ و استغفار کرنا چاہئے کیونکہ خدا بخشنے والا مہربان ہے۔ یہ آیت حضرت اقرع بن حابس حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ مسند احمد میں ہے ایک شخص نے حضور کو آپ کا نام لے کر پکارا یا محمد! یا محمد! آپ نے اسے کوئی جواب نہ دیا تو اس نے کہا سنئے یا رسول اللہ! میرا تعریف کرنا سبب ہے بڑائی کا اور میرا مذمت کرنا سبب ہے ذلت کا۔ آپ نے فرمایا ایسی ذات محض اللہ تعالیٰ کی ہی ہے۔ بشر بن غالب نے حجاج کے سامنے بشر بن عطار وغیرہ سے کہا کہ تیری قوم بنو حنیم کے بارے میں یہ آیت اتری ہے۔ جب حضرت سعید بن جبیرؓ سے اس کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا اگر وہ عالم ہوتے تو اس کے بعد کی آیت یَسْتَوْنَ عَلَیْكَ اَنْتَ اَسْلَمُوْا پڑھ دیتے۔ وہ کہتے تھے کہ ہم اسلام لائے اور بنو اسد نے آپ کو تسلیم کرنے میں کچھ دیر نہیں کی۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ عرب جمع ہوئے اور کہنے لگے ہمیں اس شخص کے پاس لے چلو اگر وہ سچا نبی ہے تو سب سے زیادہ اس سے سعادت حاصل کرنے کے مستحق ہم ہیں اور اگر وہ بادشاہ ہے تو ہم اس کے پروں تلے بل جائیں گے میں نے آپ کو حضورؐ سے یہ واقعہ بیان کیا پھر وہ

لوگ آئے اور حجرے کے پیچھے سے آپ کا نام لے کر آپ کو پکارنے لگے اس پر یہ آیت اتری حضورؐ نے میرا کان پڑ کر فرمایا اللہ تعالیٰ نے تیری بات سنی کر دی اللہ تعالیٰ نے تیری بات سنی کر دی - (ابن جریر)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَن
تَصِيبُوا قَوْمًا بِمَهَالَةٍ فَتُصْحَبُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ

اے مسلمانو! اگر تمہیں کوئی فاسق کوئی خرد سے تو تم اس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو ایسا نہ ہو کہ نادانی میں کسی قوم کو ایذا پہنچا دو پھر اپنے گئے پر پشیمانی اٹھاؤ

فاسق کی خبر پر اعتماد نہ کرو: ☆ ☆ (آیت ۶) اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ فاسق کا اعتماد نہ کرو جب تک پوری تحقیق و تفتیش سے اصل واقعہ صاف طور پر معلوم نہ ہو جائے کوئی حرکت نہ کرو ممکن ہے کہ کسی فاسق شخص نے کوئی جھوٹی بات کہہ دی ہو یا خود اس سے غلطی ہوئی ہو اور تم اس کی خبر کے مطابق کوئی کام کر گزرو تو دراصل اس کی پیروی ہوگی اور مفسد لوگوں کی پیروی حرام ہے۔ اسی آیت کو دلیل بنا کر بعض محدثین کرام نے اس شخص کی روایت کو بھی غیر معتبر بتلایا ہے جس کا حال نہ معلوم ہوا اس لئے کہ بہت ممکن ہے یہ شخص فی الواقع فاسق ہو۔ گو بعض لوگوں نے ایسے مجہول الحال راویوں کی روایت لی بھی ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ ہمیں فاسق کی خبر قبول کرنے سے منع کیا گیا ہے اور جس کا حال معلوم نہیں اس کا فاسق ہونا ہم پر ظاہر نہیں، ہم نے اس مسئلہ کو پوری وضاحت سے صحیح بخاری شریف کی شرح میں کتاب العلم میں بیان کر دیا ہے فالحمد للہ۔ اکثر مفسرین کرام نے فرمایا ہے کہ یہ آیت ولید بن عقبہ بن ابوعبیط کے بارے میں نازل ہوئی ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں قبیلہ بنو مطلق سے زکوٰۃ لینے کے لئے بھیجا تھا۔

چنانچہ مسند احمد میں ہے حضرت حارث بن ضرار خزامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جوام المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے والد ہیں فرماتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے مجھے اسلام کی دعوت دی جو میں نے منظور کر لی اور مسلمان ہو گیا۔ پھر آپ نے زکوٰۃ کی فریض سنائی۔ میں نے اس کا بھی اقرار کیا اور کہا کہ میں واپس اپنی قوم کے پاس جاتا ہوں اور ان میں سے جو ایمان لائیں اور زکوٰۃ ادا کریں میں ان کی زکوٰۃ جمع کرتا ہوں۔ اتنے اتنے دنوں کے بعد آپ میری طرف کسی آدمی کو بھیج دیجئے میں اس کے ہاتھ جمع شدہ مال زکوٰۃ آپ کی خدمت میں بھجوا دوں گا۔ حضرت حارث نے واپس آ کر یہی کیا مال زکوٰۃ جمع کیا جب وقت مقررہ گزر چکا اور حضورؐ کی طرف سے کوئی قاصد نہ آیا تو آپ نے اپنی قوم کے سرداروں کو جمع کیا اور ان سے کہا یہ تو نامکین ہے کہ اللہ کے رسول اپنے وعدے کے مطابق اپنا کوئی آدمی نہ بھیجیں مجھے تو ڈر ہے کہ کہیں کسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ ہم سے ناراض نہ ہو گئے ہوں؟ اور اس بنا پر آپ نے اپنا کوئی قاصد مال زکوٰۃ لئے جانے کے لئے نہ بھیجا ہوا اگر آپ لوگ متفق ہوں تو ہم اس مال کو لے کر خود مدینہ شریف چلیں اور حضورؐ کی خدمت میں پیش کر دیں۔ یہ تجویز طے ہو گئی اور یہ حضرات اپنا مال زکوٰۃ ساتھ لے کر چل کھڑے ہوئے۔ ادھر سے رسول اللہ ﷺ ولید بن عقبہ کو اپنا قاصد بنا کر بھیج چکے تھے لیکن یہ حضرت راستے ہی میں سے ڈر کے مارے لوٹ آئے اور یہاں آ کر کہہ دیا کہ حارث نے زکوٰۃ بھی روک لی اور میرے قتل کے درپے ہو گیا۔ اس پر آنحضرت ﷺ ناراض ہوئے اور کچھ آدمی حارث کی تنبیہ کے لئے روانہ فرمائے۔ مدینہ کے قریب راستے ہی میں اس مختصرے لشکر نے حضرت حارث کو پالیا اور گھیر لیا۔ حضرت حارث نے پوچھا آخر کیا بات ہے؟ تم کہاں اور کس کے پاس جا رہے ہو؟ انہوں نے کہا ہم تیری طرف بھیجے گئے ہیں۔ پوچھا کیوں؟ کہا اس لئے کہ تو نے حضورؐ کے قاصد ولید کو زکوٰۃ نہ دی بلکہ انہیں قتل کرنا چاہا۔ حضرت حارث نے کہا تم ہے اس خدا کی جس نے محمد ﷺ کو سچا رسول بنا کر بھیجا ہے نہ میں نے اسے دیکھا نہ وہ میرے پاس آیا چلو میں تو خود حضورؐ کی

خدمت میں حاضر ہو رہا ہوں۔ یہاں جو آئے تو حضورؐ نے ان سے دریافت فرمایا کہ تو نے زکوٰۃ بھی روک لی اور میرے آدمی کو بھی قتل کرنا چاہا۔ آپ نے جواب دیا ہرگز نہیں یا رسول اللہ! قسم ہے خدا کی جس نے آپ کو کچا رسول بنا کر بھیجا ہے نہ میں نے انہیں دیکھا نہ وہ میرے پاس آئے بلکہ قاصد کو نہ دیکھ کر اس ڈر کے مارے کہ کہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ مجھ سے ناراض نہ ہو گئے ہوں اور اسی وجہ سے قاصد نہ بھیجا ہو میں خود حاضر خدمت ہوا۔ اس پر یہ آیت حکیمؐ نازل ہوئی۔

طبرانی میں یہ بھی ہے کہ جب حضورؐ کا قاصد حضرت حارثؓ کی ہستی کے پاس پہنچا تو یہ لوگ خوش ہو کر اس کے استقبال کے لئے خاص تیاری کر کے نکلے، ادھر ان کے دل میں یہ شیطانی خیال پیدا ہوا کہ یہ لوگ مجھ سے لڑنے کے لئے آ رہے ہیں تو یہ لوٹ کر واپس چلے آئے انہوں نے جب یہ دیکھا کہ آپ کے قاصد واپس چلے گئے تو خود ہی حاضر ہوئے اور نظر کی نماز کے بعد صف بستہ کھڑے ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ نے زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے اپنے آدمی کو بھیجا ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں ہم بے حد خوش ہوئے لیکن خدا جانے کیا ہوا کہ وہ راستے میں سے ہی لوٹ گئے تو اس خوف سے کہ کہیں خدا ہم سے ناراض نہ ہو گیا ہو ہم حاضر ہوئے ہیں۔ اسی طرح وہ عذر معذرت کرتے رہے۔ عصر کی اذان جب حضرت بلالؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دی اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ اور روایت میں ہے کہ حضرت ولیدؓ کی اس خبر پر ابھی حضورؐ سوچ ہی رہے تھے کہ کچھ آدمی ان کی طرف بھیجیں جو ان کا وفد آ گیا اور انہوں نے کہا آپ کا قاصد آدھے راستے سے ہیلوٹ گیا تو ہم نے خیال کیا کہ آپ نے کسی ناراضگی کی بنا پر انہیں واپسی کا حکم بھیج دیا ہو گا اس لئے حاضر ہوئے ہیں ہم اللہ کے غصے سے اور آپ کی ناراضگی سے اللہ کی بنا چاہتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری اور اس کا عذر سچا بتایا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ قاصد نے یہ بھی کہا تھا کہ ان لوگوں نے تو آپ سے لڑنے کے لئے لشکر جمع کر لیا ہے اور اسلام سے مرتد ہو گئے ہیں۔

چنانچہ حضورؐ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کی زیرامارت ایک فوجی دستے کو بھیج دیا لیکن انہیں فرما دیا تھا کہ پہلے تحقیق و تفتیش اچھی طرح کر لینا جلدی سے حملہ نہ کر دینا۔ اسی کے مطابق حضرت خالدؓ نے وہاں پہنچ کر اپنے جاسوس شہر میں بھیج دیئے وہ خبر لائے کہ وہ لوگ دین اسلام پر قائم ہیں مسجد میں اذانیں ہوئیں جنہیں ہم نے خود سنا اور لوگوں کو نماز پڑھتے ہوئے خود دیکھا۔ صبح ہوتے ہی حضرت خالدؓ خود گئے اور وہاں کے اسلامی منظر سے خوش ہوئے واپس آ کر سرکار نبویؐ میں ساری خبر دی۔ اس پر یہ آیت اتری۔ حضرت قتادہؓ جو اس واقعہ کو بیان کرتے ہیں کہتے ہیں کہ حضورؐ کا فرمان ہے کہ تحقیق و تلاش بردباری اور دور بینی خدا کی طرف سے ہے اور عجلت اور جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے۔ سلف میں سے حضرت قتادہؓ کے علاوہ اور بھی بہت سے حضرات نے یہی ذکر کیا ہے۔ جیسے ابن ابی السلیٰؓ، زید بن رومانؓ، عفاکؓ، مقاتل بن حیانؓ رحمہم اللہ وغیرہ۔ ان سب کا بیان ہے کہ یہ آیت ولید بن عقبہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے واللہ اعلم۔

وَأَعْلَمُوا أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ اللَّهِ لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ
مِّنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ
وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ
وَالْعِصْيَانَ أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّشِدُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَنِعْمَةً
وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ

اور جان رکھو کہ تم میں اللہ کے رسول موجود ہیں اگر وہ عموماً تمہارا کہا کرتا رہے تو تم مشکل میں پڑ جاؤ گے لیکن اللہ تعالیٰ نے ایمان کو تمہارا محبوب بنا دیا ہے اور اسے

تمہارے دلوں میں زینت دے رکھی ہے اور کفر کو اور بدکاریوں کو اور نافرمانی کو تمہاری نگاہوں میں ناپسندیدہ بنا دیا ہے یہی لوگ راہ یافتہ ہیں ○ اللہ کے احسان و انعام سے اور اللہ ذاتا اور پاکت سے ○

(آیت: ۷-۸) پھر فرماتا ہے کہ جان لو کہ تم میں اللہ کے رسول موجود ہیں، ان کی تعظیم و توقیر کرنا، عزت و ادب کرنا، ان کے احکام کو سر آنگھوں سے بجالانا تمہارا فرض ہے۔ وہ تمہاری مصلحتوں سے بہت آگاہ ہیں، انہیں تم سے بہت محبت ہے، وہ تمہیں مشقت میں ڈالنا نہیں چاہتے۔ تم اپنی بھلائی کے اتنے خواہاں اور اتنے واقف نہیں ہو جتنے حضور ہیں۔ چنانچہ اگر وہ ارشاد ہے النَّبِيُّ أَوْلىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ یعنی مسلمانوں کے معاملات میں ان کی اپنی بہ نسبت نبی ﷺ ان کے لیے زیادہ خیر اندیش ہیں پھر یہاں فرمایا کہ لوگو! تمہاری عقلیں جن تمہاری مصلحتوں اور بھلائیوں کو نہیں پا سکتیں انہیں نبی پا رہا ہے۔ پس اگر وہ تمہاری ہر پسندیدگی کی رائے پر عامل بنتا رہے تو اس میں تمہارا ہی حرج واقع ہوگا۔ جیسے اور آیت میں ہے وَلَوْ اتَّبَعَ أَهْوَاؤُهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ بَلْ أَتَيْنَاهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهُمْ مُعْرِضُونَ یعنی اگر سچا رہا ان کی خوشی پر چلے تو آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی ہر چیز خراب ہو جائے یہ نہیں بلکہ ہم نے انہیں ان کی نصیحت پہنچادی ہے لیکن یہ اپنی نصیحت پر دھیان ہی نہیں دھرتے۔ پھر فرماتا ہے کہ خدا نے ایمان کو تمہارے نفوس میں محبوب بنا دیا ہے اور تمہارے دلوں میں اس کی عمدگی بخا دی ہے۔ مسند احمد میں ہے رسول مقبول ﷺ فرماتے ہیں اسلام ظاہر ہے اور ایمان دل میں ہے۔ پھر آپ اپنے سینے کی طرف تین بار اشارہ کرتے اور فرماتے تقویٰ یہاں ہے پرہیزگاری کی جگہ یہ ہے۔ اس نے تمہارے دلوں میں کفر کی اور کبیرہ گناہوں کی اور تمام نافرمانیوں کی عداوت ڈال دی ہے اور اس طرح بتدریج تم پر اپنی نعمتیں بھر پور کر دی ہیں۔ پھر ارشاد ہوتا ہے جن میں یہ پاک اوصاف ہیں انہیں خدا نے رشداور نیکی ہدایت اور بھلائی دے رکھی ہے۔

مسند احمد میں ہے احد کے دن جب مشرکین مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے تو حضور ﷺ نے فرمایا درنگی کے ساتھ ٹھیک ٹھاک ہو جاؤ تو میں اپنے رب عزوجل کی شایان کروں پس لوگ آپ کے پیچھے صفیں باندھ کر کھڑے ہو گئے اور آپ نے یہ دعا پڑھی۔ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كُلُّهُ اَللّٰهُمَّ لَا فَاْبِضْ لِمَا بَسَطْتَ وَلَا بَاسِطُ لِمَا قَبَضْتَ وَلَا هَادِي لِمَنْ اَضَلَّتْ وَلَا مُضِلُّ لِمَنْ هَدَيْتْ وَلَا مُعْطِي لِمَا مَنَعْتَ وَلَا مَانِعٌ لِمَا اَعْطَيْتْ وَلَا مُقَرَّبٌ لِمَا بَاعَدْتَ وَلَا مُبَاعِدٌ لِمَا قَرَّبْتَ۔ اَللّٰهُمَّ ابْسُطْ عَلَيْنَا مِنْ بَرَكَاتِكَ وَرَحْمَتِكَ وَفَضْلِكَ وَرِزْقِكَ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ النِّعَمَ الْمُقِيمَ الَّذِیْ لَا یُحَوِّلُ وَلَا یُؤَلِّ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ النِّعَمَ یَوْمَ الْعِیْلَةِ وَالْاَمْنِ یَوْمَ الْخَوْفِ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ عَائِدٌ بِكَ مِنْ شَرِّمَا اَعْطَيْتُنَا وَمِنْ شَرِّمَا مَنَعْتُنَا۔ اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ اِلَیْنَا الْاِیْمَانَ وَزَیِّنْهُ فِیْ قُلُوْبِنَا وَكَرِّهْ اِلَیْنَا الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ وَاجْعَلْنَا مِنَ الرَّاشِدِیْنَ۔ اَللّٰهُمَّ تَوْفِّقْنَا مُسْلِمِیْنَ۔ وَاحْبِبْنَا مُسْلِمِیْنَ۔ وَاجْعَلْنَا بِالصَّالِحِیْنَ غَیْرَ حَزَاوِنَ وَلَا مَفْتُوْنِیْنَ۔ اَللّٰهُمَّ قَاتِلِ الْكُفْرَةَ الَّذِیْنَ یُكْذِبُوْنَ رُسُلَكَ وَیَصْلُوْنَ عَنْ سَبِیْلِكَ وَاجْعَلْ عَلَیْهِمْ رَحْزَكَ وَعَذَابَكَ۔ اَللّٰهُمَّ قَاتِلِ الْكُفْرَةَ الَّذِیْنَ اُوْتُوْا الْكِتَابَ اِلَہِ الْحَقِّ (نسائی)

یعنی اے اللہ! تمام تعریف تیرے ہی لئے ہے تو مجھے کسادگی دے اسے کوئی ٹھک نہیں کر سکتا اور جس پر تو تنگی کرے اسے کوئی کسادہ نہیں کر سکتا تو مجھے گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا اور جسے تو ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں سکتا جس سے تو روک لے اسے کوئی دے نہیں سکتا اور جسے تو دے اسے کوئی باز نہیں رکھ سکتا جسے تو دور کر دے اسے قریب کرنے والا کوئی نہیں اور جسے تو قریب کر لے اسے دور ڈالنے والا کوئی نہیں اے اللہ! ہم پر اپنی برکتیں رحمتیں فضل اور رزق کسادہ کر دے اے اللہ! میں تجھ سے وہ بیشکی کی نعمتیں چاہتا ہوں جو نہ ادھر ادھر ہوں نہ ذرا ازل ہوں خدا یا فقیری اور احتیاج والے دن مجھے اپنی نعمتیں عطا فرمانا اور خوف والے

دن مجھے اسن عطا فرماتا - پروردگار! جو تو نے مجھے دے رکھا ہے اور جو نہیں دیا ان سب کی برائی سے تیری پناہ مانگتا ہوں - اے میرے معبود! ہمارے دلوں میں ایمان کی محبت ڈال دے اور اسے ہماری نظروں میں زینت دار بنادے اور کفر بدکاری اور نافرمانی سے ہمارے دل میں دوری اور عداوت پیدا کر دے اور ہمیں راہ یافتہ لوگوں میں کر دے - اے ہمارے رب! ہمیں اسلام کی حالت میں فوت کر اور اسلام پر ہی زندہ رکھ اور نیکو کار لوگوں سے ملا دے ہم رسوا نہ ہوں ہم فتنے میں نہ ڈالے جائیں - خدایا! ان کافروں کا ستیاناس کر جو تیرے رسولوں کو جھٹلائیں اور تیری راہ سے روکیں تو ان پر اپنی سزا اور ناپائیداب نازل فرما - اے الہی! اہل کتاب کے کافروں کو بھی تباہ کرا دے سچے معبود! -

یہ حدیث امام نسائی بھی اپنی کتاب عمل الیوم واللیلہ میں لائے ہیں - مرفوع حدیث میں ہے جس شخص کو اپنی نیکی اچھی لگے اور برائی اسے ناراض کر دے وہ مومن ہے - پھر فرماتا ہے یہ بخشش جو تمہیں عطا ہوئی ہے یہ تم پر اللہ کا فضل ہے اور اس کی نعمت ہے اللہ مستحقین ہدایت کو اور مستحقین ضلالت کو بخوبی جانتا ہے وہ اپنے اقوال و افعال میں حکیم ہے -

وَإِنْ طَائِفَتَيْنِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلَحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّىٰ تَفِيءَ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ فَإِنْ فَاتَتْ فَأَصْلَحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ﴿٩٠﴾ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلَحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿٩١﴾

اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑیں تو ان میں میل ملاپ کر دیا کر دیکھ اگر ان دونوں میں سے ایک دوسری جماعت پر زیادتی کرے تو تم سب اس گروہ سے جو زیادتی کرتا ہے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے اگر لوٹ آئے تو پھر ان دونوں میں انصاف کے ساتھ صلح کر دو اور عدل کرتے رہا کر اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے ○ یاد رکھو ہمارے مسلمان بھائی بھائی ہیں - آپس اپنے دو بھائیوں میں ملاپ کر دیا کر داور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر کیا جائے ○

دو متحارب ”مسلمان جماعتوں“ میں صلح کرانا ہر مسلمان کا فرض ہے: ☆ (آیت: ۹-۱۰) یہاں حکم ہو رہا ہے کہ اگر مسلمانوں کی کوئی دو جماعتیں لڑنے لگ جائیں تو دوسرے مسلمانوں کو چاہئے کہ ان میں صلح کرادیں آپس میں دو لڑنے والی جماعتوں کو مومن کہنا اس سے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے استدلال کیا ہے کہ نافرمانی گوشتی ہی بڑی ہوانسان کو ایمان سے الگ نہیں کرتی - خارجوں کا اور ان کے موافق معتزلہ کا مذہب اس بارے میں خلاف حق ہے - اسی آیت کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو صحیح بخاری وغیرہ میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ منبر پر خطبہ دے رہے تھے آپ کے ساتھ مہر پر حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ بھی تھے - آپ کبھی ان کی طرف دیکھتے کبھی لوگوں کی طرف اور فرماتے کہ میرا یہ بچہ سید ہے اور اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی دو بڑی بڑی جماعتوں میں صلح کرادے گا - آپ کی یہ پیش گوئی بھی نکلی اور اہل شام اور اہل عراق میں بڑی لمبی لڑائیوں اور بڑے ناپسندیدہ واقعات کے بعد آپ کی وجہ سے صلح ہو گئی - پھر ارشاد ہوتا ہے اگر ایک گروہ دوسرے گروہ پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑائی کی جائے تاکہ وہ پھر ٹھکانے آجائے ”حق کو سنو اور مان لے - صحیح حدیث میں ہے اپنے بھائی کی مدد کر ظالم ہو تو بھی اور مظلوم ہو تو بھی - حضرت انسؓ نے پوچھا کہ مظلوم ہونے کی حالت میں تو ظاہر ہے لیکن ظالم ہونے کی حالت میں کیسے مدد کروں؟ حضورؐ نے فرمایا اسے ظلم سے باز رکھو یہی اس کی اس وقت کی مدد ہے - مندا احمد میں ہے حضورؐ سے ایک مرتبہ کہا گیا کیا اچھا ہوا اگر آپ عبد اللہ بن ابی کے ہاں چلے چلے چنانچہ آپ

اپنے گدھے پر سوار ہوئے اور صحابہؓ آپؐ کی ہر کالہی میں ساتھ ہوئے زمین شور تھی جب حضورؐ وہاں پہنچے تو یہ کہنے لگا مجھ سے الگ رہنے اللہ کی قسم آپؐ کے گدھے کی بدبو نے میرا دماغ پریشان کر دیا۔ اس پر ایک انصاری نے کہا واللہ رسول اللہ ﷺ کے گدھے کی بدبو میری خوشبو سے بہت ہی اچھی ہے۔ اس پر ادھر ادھر سے کچھ لوگ بول پڑے اور معاملہ بڑھنے لگا بلکہ کچھ ہاتھ پائی جو تے پھریاں بھی کام میں لائی گئیں ان کے بارے میں یہ آیت اتری ہے۔ حضرت سعید بن جبیرؓ فرماتے ہیں اوس اور خزرج قبائل میں کچھ جھگڑا ہوئی تھی ان میں صلح کرا دینے کا اس آیت میں حکم ہو رہا ہے۔

حضرت سعدیؓ فرماتے ہیں کہ عمران نامی ایک انصاری تھے ان کی بیوی صلابہ کا نام ام زید تھا اس نے اپنے بچے جانا چاہا خداوند نے روکا اور منع کر دیا کہ میں نے کوئی شخص یہاں بھیجا تھا نہ آئے عورت نے یہ خبر اپنے میکے میں کہلوادی وہ لوگ آئے اور اسے بالاخانے سے اتار لائے اور لے جانا چاہا ان کے خاوند گھر پر تھے نہیں۔ خاوند والوں نے اس کے چچا زاد بھائیوں کو اطلاع دے کر انہیں بلا لیا اب کھینچا تانی ہونے لگی اور ان کے بارے میں یہ آیت اتری۔ رسول خدا ﷺ نے دونوں طرف کے لوگوں کو بلا کر کچ میں بیٹھ کر صلح کرادی اور سب لوگ مل گئے۔ پھر حکم ہوتا ہے دونوں پارٹیوں میں عدل کرو اللہ عادلوں کو پسند فرماتا ہے۔ حضورؐ فرماتے ہیں دنیا میں جو عدل و انصاف کرتے رہے وہ موتیوں کے منبروں پر رحمان عزوجل کے سامنے ہوں گے اور یہ بدلہ ہوگا ان کے عدل و انصاف کا (نسائی)

مسلم کی حدیث میں ہے یہ لوگ ان منبروں پر اللہ کی دائیں جانب ہوں گے یہ اپنے فیصلوں میں اور اپنے اہل و عیال میں اور جو کچھ ان کے قبضہ میں ہے اس میں عدل سے کام لیا کرتے تھے۔ پھر فرمایا وکل مومن دینی بھائی ہیں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اسے اس پر ظلم و ستم نہ کرنا چاہئے۔ صحیح حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ بندے کی مدد کرتا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہے۔ ایک اور صحیح حدیث میں ہے جب کوئی مسلمان اپنے غیر حاضر بھائی مسلمان کے لئے اس کی پس پشت دعا کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے آمین اور تجھے بھی خدا ایسا ہی دے۔ اس بارے میں اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں۔ صحیح حدیث میں ہے مسلمان سارے کے سارے اپنی محبت رچھ لی اور میل جول میں مثل ایک جسم کے ہیں جب کسی عضو کو تکلیف ہو تو سارا جسم تڑپ اٹھتا ہے کبھی بخار چڑھ آتا ہے کبھی شب بیداری کی تکلیف ہوتی ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے مومن مومن کے لئے مثل دیوار کے ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو تقویت پہنچاتا اور مضبوط کرتا ہے۔ پھر آپؐ نے اپنی ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر بتایا۔ مندا احمد میں ہے مومن کا تعلق اہل ایمان سے ایسا ہے جیسے سر کا تعلق جسم سے ہے مومن اہل ایمان کے لئے وہی درد مند ہے جو درد مند کی جسم کو سر کے ساتھ ہے۔ پھر فرماتا ہے دونوں لڑنے والی جماعتوں اور دونوں طرف کے اسلامی بھائیوں میں صلح کرادو اپنے تمام کاموں میں خدا کا ذکر رکھو۔ یہی وہ اوصاف ہیں جن کی وجہ سے اللہ کی رحمت تم پر نازل ہوگی۔ پرہیزگاروں کے ساتھ ہی رب کا رحم رہتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّنْ نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الْأِسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿٥٨﴾

اے ایمان والو! کوئی جماعت دوسری جماعت سے سخر اپن نہ کرے ممکن ہے کہ یہ اس سے بہتر ہو اور نہ عورتوں عورتوں سے ممکن ہے کہ یہ ان سے بہتر ہوں اور آپس

میں ایک دوسرے کو عیب نہ لگاؤ اور نہ کسی کو برے لقب دو ایمان کے بعد نگہبازی برائنام ہے جو تو پہنہ نہ کریں وہی ظالم لوگ ہیں ○

ہر طعنہ باز عیب جو مجرم ہے: ☆ ☆ (آیت ۱۱) اللہ تبارک و تعالیٰ لوگوں کو حقیر و ذلیل کرنے اور ان کا مذاق اڑانے سے روک رہا ہے۔ حدیث شریف میں ہے تکبر نام ہے حق سے منہ موڑ لینے کا اور لوگوں کو ذلیل و خوار سمجھنے کا۔ اس کی وجہ قرآن کریم نے یہ بیان فرمائی کہ جسے تم ذلیل کر رہے ہو جس کا تم مذاق اڑا رہے ہو ممکن ہے کہ خدا کے نزدیک وہ تم سے زیادہ با وقعت ہو، مردوں کو منع کر کے پھر خاصہ عورتوں کو بھی اس سے روکا اور اس ملعون خصلت کو حرام قرار دیا۔ چنانچہ قرآن کریم کا ارشاد ہے وَيَلْ لِكُلِّ هُمْ زَوْجٌ مِّنْهُ يَعْنِي ہر طعنہ باز عیب جو کے لئے خرابی ہے۔ ہر فعل سے ہوتا ہے اور لمر قول سے۔ ایک دوسری آیت میں ہے هَمَزَ مَشَاءٍ بِمَعْنِي وہ جو لوگوں کو حقیر گنتا ہو ان پر چڑھا چلا جا رہا ہو اور لگائے۔ بھانے والا ہو غرض ان تمام کاموں کو ہماری شریعت نے حرام قرار دیا۔ یہاں لفظ تو یہ ہیں کہ اپنے تئیں عیب نہ لگاؤ مطلب یہ ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کو عیب نہ لگاؤ۔ جیسے فرمایا لَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ یعنی ایک دوسرے کو قتل نہ کرو۔ حضرت ابن عباسؓ 'عبدالمعین بن جبر' قتادہ مقاتل بن حیان فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک دوسرے کو طعنہ نہ دے پھر فرمایا کسی کو چڑاؤ مت! جس لقب سے وہ ناراض ہوتا ہو اس لقب سے اسے نہ پکارو نہ اس کو برائنام دو۔ مسند احمد میں ہے کہ یہ حکم بنو سلمہ کے بارے میں نازل ہوا ہے۔ حضور جب مدینے میں آئے تو یہاں ہر شخص کے دو دو تین تین نام تھے حضور ان میں سے کسی کو کسی نام سے پکارتے تو لوگ کہتے یا رسول اللہ! یہ اس سے چڑتا ہے۔ اس پر یہ آیت اتری (ابوداؤد)

پھر فرمان ہے کہ ایمان کی حالت میں فاسقانہ القاب سے آپس میں ایک دوسرے کو نامزد کرنا نہایت بری بات ہے اب تمہیں اس سے توبہ کرنی چاہئے ورنہ ظالم گئے جاؤ گے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ
الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبَ بَعْضُكُم بَعْضًا أَيُحِبُّ
أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا
اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ

ایمان والو! بہت بدگمانیوں سے بچو یقین مانو کہ بعض بدگمانیاں گناہ ہیں اور بھید نہ ٹھو لا کرو اور نہ تم میں سے کوئی کسی کی غیبت کرے کیا تم میں سے کوئی بھی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے؟ تم کو اس سے گمن آنے کی اور اللہ سے ڈرنے رہو بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے ○

دہشت گرد اور ہراس پھیلانے والے نا پسندیدہ لوگ: ☆ ☆ (آیت ۱۲) اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو بدگمانی کرنے اور تہمت دھرنے اور اپنوں اور غیروں کو خوفزدہ کرنے اور خواہ مخواہ کی دہشت دل میں رکھ لینے سے روکتا ہے اور فرماتا ہے کہ بسا اوقات اکثر اس قسم کے گمان بالکل گناہ ہوتے ہیں پس تمہیں اس میں پوری احتیاط برتنی چاہئے۔ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا تیرے مسلمان بھائی کی زبان سے جو کلمہ نکلا ہو جہاں تک تجھ سے ہو سکے اسے بھلائی اور اچھائی پر محمول کر۔ ابن ماجہ میں ہے کہ نبی ﷺ نے طواف کعبہ کرتے ہوئے فرمایا تو کتنا پاک گھر ہے؟ تو کہی بڑی حرمت والا ہے؟ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے کہ مومن کی حرمت اس کے مال اور اس کی جان کی حرمت اور اس کے ساتھ نیک گمان کرنے کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک تیری حرمت سے بہت

بڑی ہے یہ حدیث صرف ابن ماجہ میں ہی ہے۔

صحیح بخاری شریف میں ہے حضورؐ کو مارتے ہیں بدگمانی سے بچو، گمان سب سے بڑی جھوٹی بات ہے، بھید نہ ٹٹولو۔ ایک دوسرے کی ٹوہ حاصل کرنے کی کوشش میں نہ لگ جایا کرو، حسد بغض اور ایک دوسرے سے منہ پھلانے سے بچو، سب مل کر خدا کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو۔ مسلم وغیرہ میں ہے ایک دوسرے سے رد و کھ کر نہ بیٹھ جایا کرو، ایک دوسرے سے میل جول ترک نہ کر لیا کرو، ایک دوسرے کا حسد بغض نہ کیا کرو، بلکہ سب مل کر خدا کے بندے آپس میں ایک دوسرے کے بھائی بند ہو کر زندگی گزارو۔ کسی مسلمان کو حلال نہیں کہ اپنے دوسرے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ بول چال اور میل جول چھوڑ دے۔ طبرانی میں ہے کہ تین خصلتیں میری امت میں رہ جائیں گی فال لینا، حسد کرنا اور بدگمانی کرنا۔ ایک شخص نے پوچھا حضورؐ پھر ان کا تذکرہ کیا ہے؟ فرمایا جب حسد کرے تو استغفار کر لے، جب گمان پیدا ہو تو اسے چھوڑ دے اور یقین نہ کر اور جب شکوں لے خواہ نیک نکلے خواہ بد اپنے کام سے نہ رک، اسے پورا کر۔ ابو داؤد میں ہے کہ ایک شخص کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا اور کہا گیا کہ اس کی داڑھی سے شراب کے قطرے گر رہے ہیں آپ نے فرمایا ہمیں بھید نہ ٹٹولنے سے منع فرمایا گیا ہے، اگر ہمارے سامنے کوئی چیز ظاہر ہوگئی تو ہم اس پر پکڑ کر سکتے ہیں۔

مسند احمد میں ہے کہ عقبہ کے کاتب دھین کے پاس حضرت عقبہؓ گئے اور ان سے کہا کہ میرے پڑوس میں کچھ لوگ شرابی ہیں میرا ارادہ ہے کہ میں داروغہ کو بلا کر انہیں گرفتار کرادوں۔ آپ نے فرمایا ایسا نہ کرنا بلکہ انہیں سمجھاؤ، بجھاؤ، ڈانٹ ڈپٹ کر دو۔ پھر کچھ دنوں کے بعد آئے اور کہا وہ باز نہیں رہتے اب تو میں ضرور داروغہ کو بلاؤں گا۔ آپ نے فرمایا افسوس افسوس تم ہرگز ہرگز ایسا نہ کرو، سنو میں نے رسول خدا ﷺ سے سنا ہے آپ نے فرمایا جو شخص کسی مسلمان کی پردہ داری کرے اسے اتنا ثواب ملے گا جیسے کسی نے زندہ درگور کردہ لڑکی کو بچا لیا۔ ابو داؤد میں ہے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے اگر تو لوگوں کے باطن اور ان کے راز نہ ٹٹولنے کے ور ہے ہوگا تو تو انہیں بگاڑ دے گا یا فرمایا ممکن ہے تو انہیں خراب کر دے۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اس حدیث سے اللہ تعالیٰ نے حضرت معاویہؓ کو بہت فائدہ پہنچایا۔

ابوداؤد کی ایک اور حدیث میں ہے کہ امیر اور بادشاہ جب اپنے ماتحتوں اور رعایا کی برائیاں ٹٹولنے لگ جاتا ہے اور گہرا اترا شروع کر دیتا ہے تو انہیں بگاڑ دیتا ہے۔ پھر فرمایا کہ تجھس نہ کرو یعنی برائیاں معلوم کرنے کی کوشش نہ کر، تاکہ جھانک نہ کیا کرو، اسی سے جاسوس نافذ ہے، تجھس کا اطلاق عموماً برائی پر ہوتا ہے اور تجھس کا اطلاق بھلائی ڈھونڈنے پر۔ جیسے حضرت یعقوب اپنے بیٹوں سے فرماتے ہیں۔ فَتَحَسُّوْا الخ، بچو تم جاؤ اور یوسف اور برادر یوسف کو ڈھونڈو اور خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہو اور کبھی کبھی ان دونوں کا استعمال شرار برائی میں بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے نہ تجھس کر، نہ حسد بغض کر، نہ منہ موڑو، بلکہ سب مل کر اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ۔ امام اوزاعی فرماتے ہیں تجھس کہتے ہیں کسی چیز میں کرید کرنے کو اور تجھس کہتے ہیں ان لوگوں کی سرکشی پر کان لگانے کو جو کسی کو اپنی باتیں سنانا نہ چاہتے ہوں اور تدارک کہتے ہیں ایک دوسرے سے رک کر آڑہ ہو کر قطع تعلقات کرنے کو۔ پھر غیبت سے منع فرماتا ہے۔ ابو داؤد میں ہے لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ! غیبت کیا ہے؟ فرمایا یہ کہ تو اپنے مسلمان بھائی کی کسی ایسی بات کا ذکر کرے جو اسے بری معلوم ہو۔ تو کہا گیا اگر وہ بات اس میں ہو جب بھی؟ فرمایا ہاں غیبت تو یہی ہے ورنہ بہتان اور تہمت ہے۔ ابو داؤد میں ہے ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ صفیہؓ تو ایسی ایسی ہیں مسد راوی کہتے ہیں یعنی کم قامت، تو حضورؐ نے فرمایا تو نے ایسی بات کہی ہے کہ مسند رکے پانی میں اگر ملا دی جائے تو اسے بھی بگاڑ دے اور ایک مرتبہ آپ کے سامنے کسی شخص کی کچھ ایسی ہی باتیں بیان کی گئیں تو آپ نے فرمایا میں اسے پسند

نہیں کرتا گو مجھے کوئی بہت بڑا نفع بھی مل جائے۔

ابن جریر میں ہے کہ ایک بیوی صاحبہ حضرت عائشہؓ کے ہاں آئیں جب وہ جانے لگیں تو صدیقہؓ نے حضورؐ کو اشارے سے کہا کہ یہ بہت پست قامت ہیں حضورؐ نے فرمایا تم نے ان کی غیبت کی۔ الغرض غیبت حرام ہے اور اس کی حرمت پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ لیکن ہاں شرعی صحت کی بنا پر کسی کی ایسی بات کا ذکر کرنا غیبت میں داخل نہیں جیسے جرح و تعدیل نصیحت و خیر خواہی جیسے کہ نبی ﷺ نے ایک فاجر شخص کی نسبت فرمایا تھا یہ بہت برا آدمی ہے اور جیسے کہ حضورؐ نے فرمایا تھا معاویہ مفسل شخص ہے اور ابوبالجم بڑا مارنے پینے والا آدمی ہے۔ یہ آپ نے اس وقت فرمایا تھا جبکہ ان دونوں بزرگوں نے حضرت فاطمہ بنت قیسؓ سے نکاح کا مانگا ڈالا تھا اور بھی جو باتیں اس طرح کی ہوں ان کی تو اجازت ہے باقی اور غیبت حرام ہے اور کبیرہ گناہ ہے۔ اسی لئے یہاں فرمایا کہ جس طرح تم اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے گھن کرتے ہو اس سے بہت زیادہ نفرت تمہیں غیبت سے کرنی چاہئے۔ جیسے حدیث میں ہے اپنے دیئے ہوئے ہبہ کو واپس لینے والا ایسا ہے جیسے کتاب جو قے کر کے چاٹ لیتا ہے اور فرمایا بری مثال ہمارے لئے لائق نہیں۔ حجۃ الوداع کے خطبہ میں سے تمہارے خون مال آبرو تم پر ایسے ہی حرام ہیں جیسی حرمت تمہارے اس دن کی تمہارے اس مہینے میں اور تمہارے اس شہر میں ہے۔

ابوداؤد میں حضورؐ کا فرمان ہے کہ مسلمان کا مال اس کی عزت اور اس کا خون مسلمان پر حرام ہے انسان کو اتنی ہی برائی کافی ہے کہ وہ اپنے دوسرے مسلمان بھائی کی حقارت کرے۔ اور حدیث میں ہے اے وہ لوگو جن کی زبانیں تو ایمان والا جلی ہیں لیکن دل ایماندار نہیں ہوئے تم مسلمانوں کی غیبتیں کرنی چھوڑ دو اور ان کے عیبوں کی پرید نہ کیا کر دیا در کھو اگر تم نے ان کے عیب ٹٹولے تو اللہ تعالیٰ تمہاری پوشیدہ خرابیوں کو ظاہر کر دے گا یہاں تک کہ تم اپنے گھرانے والوں میں بھی بدنام اور رسوا ہو جاؤ گے۔ مسند ابویعلیٰ میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں ایک خطبہ سنایا جس میں آپؐ نے پردہ نشین عورتوں کے کانوں میں بھی اپنی آواز پہنچائی اور اس خطبہ میں اوپر والی حدیث بیان فرمائی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک مرتبہ کعبہ کی طرف دیکھا اور فرمایا تیری حرمت و عظمت کا کیا ہی کہنا ہے لیکن تجھ سے بھی بہت زیادہ حرمت ایک ایماندار شخص کی خدا کے نزدیک ہے۔ ابوداؤد میں ہے جس نے کسی مسلمان کی برائی کر کے ایک نوالہ حاصل کیا اسے جہنم کی اتنی ہی غذا کھلائی جائے گی اسی طرح جس نے مسلمانوں کی برائی کرنے پر پوشاک حاصل کی اسے اسی جیسی پوشاک جہنم کی پہنائی جائے گی اور جو شخص کسی دوسرے کی بڑائی دکھانے سنانے کو کھڑا ہوا اسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دکھاوے سناوے کے مقام میں کھڑا کر دے گا۔

حضورؐ فرماتے ہیں معراج والی رات میں نے دیکھا کہ کچھ لوگوں کے ناخن تانے کے ہیں جن سے وہ اپنے چہرے اور سینے نوج رہے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ جبرئیل یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا یہ وہ ہیں جو لوگوں کے گوشت کھاتے تھے اور ان کی عزتیں لوٹتے تھے (ابوداؤد) اور روایت میں ہے کہ لوگوں کے سوال کے جواب میں آپؐ نے فرمایا معراج والی رات میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا جن میں مرد عورت دونوں تھے کُفر شتے ان کی کروٹوں سے گوشت کاٹتے ہیں اور پھر انہیں اس کے کھانے پر مجبور کر رہے ہیں اور وہ اسے چبا رہے ہیں۔ میرے سوال پر کہا گیا کہ یہ لوگ ہیں جو طعن زن غیبت گو چغل خور تھے انہیں جبر آج خود ان کا گوشت کھلایا جا رہا ہے (ابن ابی حاتم) یہ حدیث بہت مطول ہے اور ہم نے پوری حدیث سورہ سبحان کی تفسیر میں بیان بھی کر دی ہے فالحمد للہ۔ مسند ابوداؤد و طبائسی میں ہے حضورؐ نے لوگوں کو روزے کا حکم دیا اور فرمایا جب تک میں نہ کہوں کوئی افطار نہ کرے شام کو لوگ آنے لگے اور آپؐ سے دریافت کرنے لگے آپؐ انہیں اجازت دیتے اور وہ افطار کرتے اتنے میں ایک صاحب آئے اور عرض کیا حضورؐ دو عورتوں نے روزہ رکھا تھا جو آپؐ ہی کے متعلقین میں سے ہیں انہیں بھی آپؐ اجازت دیجئے کہ روزہ کھول لیں آپؐ نے اس سے منہ پھیر لیا اس نے دوبارہ عرض کی تو آپؐ نے فرمایا وہ روزے سے نہیں ہیں کیا وہ

بھی روزے دار ہو سکتا ہے؟ جو انسانی گوشت کھائے جاؤ انہیں کہو کہ اگر وہ روزے سے ہیں تو قے کریں چنانچہ انہوں نے قے کی جس میں خون ہے کے لوتھڑے نکلے اس نے آکر حضور کو خبر دی آپ نے فرمایا اگر یہ اسی حالت میں مر جائیں تو آگ کا لقمہ بنتیں۔ اس کی سند ضعیف ہے اور متن بھی غریب ہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ اس شخص نے کہا تھا حضور! ان دونوں عورتوں کی روزے میں بری حالت ہے مارے پیاس کے مر رہی ہیں اور یہ دو پہر کا وقت تھا حضور کی خاموشی پر اس نے دوبارہ کہا کہ یا رسول اللہ! وہ تو مر گئی ہوں گی یا تھوڑی دیر میں مر جائیں گی۔ آپ نے فرمایا جاؤ انہیں بلاؤ جب وہ آئیں تو آپ نے دودھ کا مٹکا ایک کے سامنے رکھ کر فرمایا اس میں قے کر! اس نے قے کی تو اس میں پیپ خون جامد وغیرہ نکلی جس سے آدھا مٹکا بھر گیا پھر دوسری سے قے کرائی اس میں بھی یہی چیزیں اور گوشت کے لوتھڑے وغیرہ نکلے اور مٹکا بھر گیا اس وقت آپ نے فرمایا انہیں دیکھو حلال روزہ رکھے ہوئے تھیں اور حرام کھا رہی تھیں دونوں بیچہ کر لوگوں کے گوشت کھانے لگی تھیں (یعنی غیبت کر رہی تھیں) (مسند احمد)

مسند حافظ ابو یعلیٰ میں ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول خدا ﷺ کے پاس آئے اور کہا یا رسول اللہ! میں نے زنا کیا ہے۔ آپ نے منہ پھیر لیا یہاں تک کہ وہ چار مرتبہ کہہ چکے پھر پانچویں دفعہ آپ نے کہا تو نے زنا کیا ہے؟ جواب دیا ہاں فرمایا جانتا ہے زنا کسے کہتے ہیں؟ جواب دیا ہاں جس طرح انسان اپنی حلال عورت کے پاس جاتا ہے اسی طرح میں نے حرام عورت سے کیا۔ آپ نے فرمایا اب تیرا مقصد کیا ہے؟ کہا یہ کہ آپ مجھے اس گناہ سے پاک کریں۔ آپ نے فرمایا کیا تو نے اسی طرح دخول کیا تھا جس طرح سلائی سرمدہ دانی میں اور لکڑی کنویں میں؟ کہا ہاں یا رسول اللہ! اب آپ نے انہیں رجم کرنے کا یعنی پتھراؤ کرنے کا حکم دیا چنانچہ یہ رجم کر دیے گئے۔ اس کے بعد حضور نے دو شخصوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اسے دیکھو اللہ نے اس کی پردہ پوشی کی تھی لیکن اس نے اپنے تئیں نہ چھوڑا یہاں تک کہ کتنے کی طرح پتھراؤ کیا گیا۔ آپ یہ سنتے ہوئے چلتے رہے تھوڑی دیر بعد آپ نے دیکھا کہ راستے میں ایک مردہ گدھا پڑا ہوا ہے فرمایا فلاں فلاں شخص کہاں ہیں؟ وہ سواری سے اتریں اور اس گدھے کا گوشت کھائیں۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کو بخشے، کیا یہ کھانے کے قابل ہے؟ آپ نے فرمایا ابھی جو تم نے اپنے بھائی کی بدی بیان کی تھی وہ اس سے بھی زیادہ بری تھی چھٹی اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے وہ شخص جسے تم نے برا کہا تھا وہ تو اب اس وقت جنت کی نہروں میں غوطے لگا رہا ہے۔ اس کی اسناد صحیح ہے۔ مسند احمد میں ہے نبی ﷺ کے ساتھ تھے جو نہایت سزی ہوئی مرداری بوالی ہوا چلی آپ نے فرمایا جانتے ہو؟ یہ بوس کرے گی یہ بد بوان کی ہے جو لوگوں کی غیبت کرتے ہیں۔

اور روایت میں ہے کہ منافقوں کے ایک گروہ نے مسلمانوں کی غیبت کی ہے یہ بد بوار ہوا وہ ہے۔ حضرت سدی فرماتے ہیں کہ حضرت سلمانؓ ایک سفر میں دو شخصوں کے ساتھ تھے جن کی یہ خدمت کرتے تھے اور وہ انہیں کھانا کھلاتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت سلمانؓ سو گئے تھے اور قافلہ آگے چل پڑا پڑا ڈالنے کے بعد ان دونوں نے دیکھا کہ حضرت سلمانؓ نہیں تو اپنے ہاتھوں سے انہیں خیمہ کھڑا کرنا پڑا اور غصہ سے کہا سلمانؓ تو بس اتنے ہی کام کا کہے کہ کچی پکانی کھالے اور تیار خیمے میں آکر آرام کر لے۔ تھوڑی دیر میں حضرت سلمانؓ اپنے ان دونوں کے پاس سائلن نہ تھا تو کہا تم جاؤ اور رسول اللہ سے ہمارے لئے سائلن لے آؤ یہ گئے اور حضور سے کہا یا رسول اللہ! اٹھنے میرے دونوں ساتھیوں نے بھیجے کہ اگر آپ کے پاس سائلن ہو تو دے دیجئے آپ نے فرمایا وہ سائلن کیا کریں گے؟ انہوں نے تو سائلن پالیا۔ حضرت سلمانؓ واپس گئے اور جا کر ان سے یہ بات کہی وہ اٹھے اور خود حاضر حضور ہوئے اور کہا حضور ہمارے پاس تو سائلن نہیں نہ آپ نے بھیجا آپ

نے فرمایا تم نے مسلمان کے گوشت کا سالن کھالیا جبکہ تم نے انہیں یوں کہا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، مَنِئْتُمْ اِسْ لَئِیْہِ کُودَہُ سُوئے ہوئے تھے اور یہ ان کی غیبت کر رہے تھے۔ مختار ابو نضیم، تقریباً ایسا ہی ایک واقعہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کا ہے اس میں یہ بھی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا میں تمہارے اس خادم کا گوشت تمہارے दांतوں میں اٹکا ہوا دیکھ رہا ہوں اور ان کا اپنے غلام سے جبکہ سوہیا ہوا تھا اور ان کا کھانا تیار نہیں کیا تھا صرف اتنا کہتا مروی ہے کہ یہ تو بڑا ہی سونے والا ہے۔ ان دونوں بزرگوں نے حضورؐ سے کہا آپ ہمارے لئے استغفار کریں۔ ابو یعلیٰ میں ہے جس نے دنیا میں اپنے بھائی کا گوشت کھایا (یعنی اس کی غیبت کی) قیامت کے دن اس کے سامنے وہ گوشت لایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ جیسے اس کی زندگی میں تو نے اس کا گوشت کھایا تھا اب اس مردے کا گوشت بھی کھا۔ اب یہ چیخے گا چلائے گا ہائے وائے کرے گا اور اسے جبراً مردہ گوشت کھانا پڑے گا۔ یہ روایت بہت غریب ہے۔

پھر فرماتا ہے اللہ کا لحاظ کرو اس کے احکام بجالاؤ اس کی منع کردہ چیزوں سے رک جاؤ اور اس سے ڈرتے رہا کرو۔ جو اس کی طرف جھکے وہ اس کی طرف مائل ہو جاتا ہے تو یہ پکرنے والے کی تو یہ قبول فرماتا ہے اور جو اس پر بھروسہ کرے اس کی طرف رجوع کرے وہ اس پر رحم اور مہربانی فرماتا ہے۔ جمہور علماء کرام فرماتے ہیں غیبت گوئی تو بہ کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اس خصلت کو چھوڑ دے اور پھر سے اس گناہ کو نہ کرنے پہلے جو کر چکا ہے اس پر نادم ہونا بھی شرط ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے اور جس کی غیبت کی ہے اس سے معافی حاصل کر لے۔ بعض کہتے ہیں یہ بھی شرط نہیں اس لئے کہ ممکن ہے اسے خبر ہی نہ ہو اور معافی مانگنے کو جب جائے گا تو اسے اور رنج ہوگا۔ پس اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ جن مجلسوں میں اس کی بڑائی بیان کی تھی ان میں اب اس کی حیصہ فانی بیان کرے اور اس برائی کو اپنی طاقت کے مطابق دفع کر دے تو والے کا بدلہ ہو جائے گا۔ مسند احمد میں ہے جو شخص اس وقت کسی مومن کی حمایت کرے جبکہ کوئی منافق اس کی مذمت بیان کر رہا ہو اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو مقرر کر دیتا ہے جو قیامت والے دن اس کے گوشت کو نارِ جہنم سے بچائے گا اور جو شخص کسی مومن پر کوئی ایسی بات کہے گا جس سے اس کا ارادہ اسے مطعون کرنے کا ہو اسے اللہ تعالیٰ مل صراط پر روک لے گا یہاں تک کہ بدلا ہو جائے۔ یہ حدیث ابو داؤد میں بھی ہے۔ ابو داؤد کی ایک اور حدیث میں ہے جو شخص کسی مسلمان کی بے عزتی ایسی جگہ میں کرے جہاں اس کی آبروریزی اور توہین ہوتی ہو تو اسے بھی اللہ تعالیٰ ایسی جگہ رسوا کرے گا جہاں وہ اپنی مدد کا طالب ہو اور جو مسلمان ایسی جگہ اپنے بھائی کی حمایت کرے اللہ تعالیٰ بھی ایسی جگہ اس کی نصرت کرے گا (ابوداؤد)

لَا يَتُهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰی وَ جَعَلْنٰكُمْ
شُعُوْبًا وَّ قَبٰیِلَ لِتَعَارَفُوْۤا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰیكُمْ
اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ

اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک ہی مرد و عورت سے پیدا کیا ہے اور اس لئے کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو تمہاری جماعتیں اور قبیلے بنا دیے ہیں اللہ کے نزدیک تم سب میں سے بڑا بزرگ وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے یقیناً مانو کہ اللہ دانائے باخبر ہے ○

نسل انسانی کا نکتہ آغاز ☆☆☆ (آیت ۱۳) اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ اس نے تمام انسانوں کو ایک ہی نسل سے پیدا کیا ہے یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے ان ہی سے ان کی بیوی صدیہ حضرت حوا کو پیدا کیا تھا اور پھر ان دونوں سے نسل انسانی پھیلی۔ شعوب قبائل سے عام ہے۔ مثال کے طور پر عرب تو شعوب میں داخل ہے پھر قریش غیر قریش پھر ان کی تقسیم یہ سب قبائل میں داخل ہے۔ بعض کہتے ہیں شعوب

سے مراد عجمی لوگ اور قبائل سے مراد عرب جماعتیں۔ جیسے کہ بنی اسرائیل کو اسباط کہا گیا ہے میں نے ان تمام باتوں کو ایک علیحدہ مقدمہ میں لکھ دیا ہے جسے میں نے ابو عمر بن عبد اللہ کی کتاب الانباہ اور کتاب القصد والاہم فی معرفۃ انساب العرب والاعجم سے جمع کیا ہے۔ مقصد اس آیت مہارکہ کا یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جو مٹی سے پیدا ہوئے تھے ان کی طرف کی نسبت میں تو کل جہان کے آدمی ہم مرتبہ ہیں۔ اب جو کچھ فضیلت جس کی کو حاصل ہوگی وہ امر دینی اطاعت خداوندی اور اتباع نبوی کی وجہ سے ہوگی۔ یہی راز ہے جو اس آیت کو غیبت کی ممانعت اور ایک دوسرے کی توہین و تذلیل سے روکنے کے بعد وارد کی کہ سب لوگ اپنی پیدائشی نسبت کے لحاظ سے بالکل یکساں ہیں۔ کنبے قبیلے برادر یاں اور جماعتیں صرف پہچان کے لئے ہیں تاکہ حشابدنی اور ہمدردی قائم رہے۔ فلاں بن فلاں قبیلے والا کہا جائے اور اس طرح ایک دوسرے کی پہچان آسان ہو جائے ورنہ بشریت کے اعتبار سے سب تو میں یکساں ہیں۔ حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں قبیلہ تیر اپنے طیفوں کی طرف منسوب ہوتا تھا اور حجازی عرب اپنے قبیلوں کی طرف اپنی نسبت کرتے تھے۔

ترندی میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں نسب کا علم حاصل کرو تاکہ صلہ رحمی کر سکو صلہ رحمی سے لوگ تم سے محبت کرنے لگیں گے تمہارے مال اور تمہاری زندگی میں خدا برکت دے گا۔ یہ حدیث اس سند سے غریب ہے۔ پھر فرمایا حسب نسب خدا کے ہاں نہیں چلتا وہاں تو فضیلت تقویٰ اور پرہیز گاری سے ملتی ہے۔ صحیح بخاری شریف میں رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ سب سے زیادہ بزرگ کون ہے؟ آپ نے فرمایا جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو۔ لوگوں نے کہا ہم یہ عام بات نہیں پوچھتے فرمایا پھر سب سے زیادہ بزرگ حضرت یوسف علیہ السلام ہیں جو خود نبی تھے نبی زادے تھے والد بھی نبی تھے پردادا تو خلیل اللہ تھے۔ انہوں نے کہا ہم یہ بھی نہیں پوچھتے۔ فرمایا پھر عرب کے بارے میں پوچھتے ہو؟ سنو ان کے جو لوگ جاہلیت کے زمانے میں ممتاز تھے وہی اب اسلام میں بھی پسندیدہ ہیں جب کہ وہ علم دین کی سمجھ حاصل کر لیں۔ صحیح مسلم شریف میں ہے اللہ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے۔

مسند احمد میں ہے حضور علیہ السلام نے حضرت ابو ذرؓ سے فرمایا خیال رکھ کہ تو کسی سرخ و سیاہ پر کوئی فضیلت نہیں رکھتا ہاں تقویٰ میں بڑھ جا تو فضیلت والا ہے۔ طبرانی میں ہے مسلمان سب آپس میں بھائی ہیں کسی کو کسی پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے ساتھ۔ مسند بزار میں ہے تم سب اولاد آدم ہو اور خود حضرت آدمؑ مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں لوگو! اپنے باپ دادوں کے نام پر فخر کرنے سے باز آؤ ورنہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ریت کے تودوں اور آبی پرندوں سے بھی زیادہ ہلکے ہو جاؤ گے۔ ابن ابی حاتم میں ہے حضور علیہ السلام نے فتح مکہ والے دن اپنی اونی قصوا پر سوار ہو کر طواف کیا اور ارکان کو آپ اپنی چھڑی سے چھو لیتے تھے۔ پھر چونکہ مسجد میں اس کے بٹھانے کی جگہ نہ ملی تو لوگوں نے آپ کو ہاتھ اتار اونی کوطن مسیل میں لے جا کر بٹھایا۔ اس کے بعد آپ نے اپنی اونی پر سوار ہو کر لوگوں کو خطبہ سنایا جس میں اللہ تعالیٰ کی پوری حمد و ثنایاں کر کے فرمایا لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کے اسباب اور جاہلیت کے باپ دادوں پر فخر کرنے کی رسم اب دور کر دی ہے پس انسان دوستی قسم کے ہیں یا تو نیک کار پرہیز گار جو خدا کے نزدیک بلند مرتبہ ہیں یا بدکار غیر متقی جو خدا کی نگاہوں میں ذلیل و خوار ہیں پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ پھر فرمایا میں اپنی یہ بات کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے استغفار کرتا ہوں۔ مسند احمد میں ہے کہ تمہارے یہ نسب نامے دراصل کوئی کام دینے والے نہیں تم سب بالکل برابر کے حضرت آدمؑ کے لڑکے ہو کسی کو کسی پر فضیلت نہیں ہاں فضیلت دین و تقویٰ اسے ہے انسان کو یہی برائی کہنے کے وہ بدگو بخیل اور فحش کلام ہو۔ ابن جریر کی اس روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے حسب نسب کو قیامت کے دن نہ پوچھے گا تم سب میں سے زیادہ بزرگ خدا کے نزدیک وہ ہیں جو تم سب سے زیادہ پرہیز گار ہوں۔ مسند احمد میں ہے کہ حضور علیہ السلام ممبر پر تھے جو ایک شخص نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! سب سے بہتر کون

ہے؟ آپ نے فرمایا جو جب سے زیادہ مہمان نواز سب سے زیادہ پرہیزگار سب سے زیادہ اچھی بات کا حکم دینے والا سب سے زیادہ بری بات سے روکنے والا سب سے زیادہ صلح رچی کرنے والا۔

مسند احمد میں ہے حضور کو دنیا کی کوئی چیز یا کوئی شخص کبھی بھلا نہیں لگتا تھا مگر تقوے والے انسان کے۔ اللہ تمہیں جانتا ہے اور تمہارے کاموں سے خبردار ہے ہدایت کے لائق جو ہیں انہیں راہ راست دکھاتا ہے اور جو اس لائق نہیں وہ بے راہ ہو رہے ہیں رحم اور عذاب اس کی مشیت پر موقوف ہیں فضیلت اس کے ہاتھ ہے جسے چاہے جس پر چاہے بزرگی عطا فرمائے یہ تمام امور اس کے علم اور اس کی خبر پر مبنی ہیں۔ اس آیه کریمہ اور ان احادیث شریفہ سے استدلال کر کے علماء نے فرمایا ہے کہ نکاح میں قومیت اور حسب نسب کی شرط نہیں سوائے دین کے اور کوئی شرط معتبر نہیں۔ دوسروں نے کہا ہے کہ ہم نسبی اور قومیت بھی شرط ہے اور ان کے دلائل ان کے سوا اور ہیں جو کتب فقہ میں مذکور ہیں اور ہم بھی انہیں کتاب الاحکام میں ذکر کر چکے ہیں فالحمد للہ۔ طبرانی میں حضرت عبدالرحمن سے مروی ہے کہ انہوں نے بنو ہاشم میں سے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں رسول اللہ ﷺ سے بہ نسبت اور تمام لوگوں کے بہت زیادہ قریب ہوں پس فرمایا تیرے سوا میں بھی بہت زیادہ قریب ہوں ان سے بہ نسبت تیرے اور تجھے آپ سے نسبت ہے۔

قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلَكِنْ قَوْلُوا اسْلَمْنَا
وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ وَإِنْ تُطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ
لَا يَلِيَكُمْ مِنْ أَعْمَالِكُمْ شَيْءٌ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ إِنَّمَا
الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا
وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَئِكَ هُمْ
الضَّادِقُونَ

دیہاتی لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے تو کہہ کر درحقیقت تم ایمان نہیں لائے لیکن تم یوں کہو کہ ہم فرما تیرا بار ہوئے ابھی تک تمہارے دلوں میں ایمان داخل نہ ہوا تم اگر اللہ کی اور اس کے رسول کی فرمائش روادری کرتے رہو گے تو اللہ تمہارے اعمال میں سے کچھ بھی نہ کرے گا بلکہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے ○ مومن وہی ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر دل سے یقین کریں پھر شک شبہ نہ کریں اور اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہیں یہی سچ اور راست گو ہیں ○

ایمان کا دعویٰ کرنے والے اپنا جائزہ تو لیں ☆ ☆ (آیت ۱۴-۱۵) کچھ اعرابی لوگ اسلام میں داخل ہوئے ہی اپنے ایمان کا بڑھا چیز ہادموں کرنے لگتے تھے حالانکہ دراصل ان کے دل میں اب تک ایمان کی جڑیں مضبوط نہیں ہوتی تھیں ان کو اللہ تعالیٰ اس دعوے سے روکتا ہے۔ یہ جیسے تھے ہم ایمان لائے اللہ اپنے نبی کو حکم دیتا ہے کہ چونکہ اب تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا تم یوں نہ کہو کہ ہم ایمان لائے بلکہ یوں کہو کہ ہم مسلمان ہوئے یعنی اسلام کے حلقہ گوش ہوئے نبی کی اطاعت میں آئے ہیں۔ اس آیت نے یہ فائدہ دیا کہ ایمان اسلام سے مخصوص چیز ہے جیسے کہ اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے، جبرئیل علیہ السلام والی حدیث بھی اسی پر دلالت کرتی ہے جبکہ انہوں نے اسلام کے بارے میں سوال کیا پھر ایمان کے بارے میں پھر احسان کے بارے میں۔ پس وہ زینہ بہ زینہ چڑھتے گئے عام سے خاص کی طرف آئے اور پھر خاص سے انہی کی طرف آئے۔

مسند احمد میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے چند لوگوں کو عطیہ اور انعام دیا اور ایک شخص کو کچھ بھی نہ دیا اس پر حضرت سعد نے فرمایا یا رسول اللہ! آپ نے فلاں فلاں کو دیا اور فلاں کو بالکل چھوڑ دیا حالانکہ وہ مومن ہے۔ حضور نے فرمایا مسلمان! تین مرتبہ کے بعد دیگرے حضرت سعد نے یہی کہا اور حضور نے بھی یہی جواب دیا۔ پھر فرمایا اے سعد! میں لوگوں کو دیتا ہوں اور جوان میں مجھے بہت زیادہ محبوب ہوتا ہے اسے نہیں دیتا ہوں! اس ڈر سے کہ کہیں وہ اوندھے منہ آگ میں نہ گر پڑیں۔ یہ حدیث بخاری مسلم میں بھی ہے۔ پس اس حدیث میں بھی حضور نے مومن و مسلم میں فرق کیا اور معلوم ہو گیا کہ ایمان زیادہ خاص ہے بہ نسبت اسلام کے۔ ہم نے اسے مع دلائل صحیح بخاری کی کتاب الایمان کی شرح میں ذکر کر دیا ہے فالحمد للہ۔ اور اس حدیث میں اس بات پر بھی دلالت ہے کہ یہ شخص مسلمان تھے منافق نہ تھے اس لئے کہ آپ نے انہیں کوئی عطیہ عطا نہیں فرمایا اور اسے اس کے اسلام کے سپرد کر دیا۔ پس معلوم ہوا کہ یہ اعراب جن کا ذکر اس آیت میں ہے منافق نہ تھے تھے تو مسلمان لیکن اب تک ان کے دلوں میں ایمان صحیح طور پر مستحکم نہ ہوا تھا اور انہوں نے اس بلند مقام تک اپنی رسائی ہو جانے کا ابھی سے دعویٰ کر دیا تھا اس لئے انہیں ادب سکھایا گیا۔ یہی مطلب ہے حضرت ابن عباس اور ابن عباس رحمہما اللہ کے قول کا اور سی کو امام ابن جریر نے اختیار کیا ہے۔ ہمیں یہ سب یوں کہنا پڑا کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ منافق تھے جو ایمان ظاہر کرتے تھے لیکن دراصل مومن نہ تھے (یہ یاد رہے ایمان و اسلام میں فرق اس وقت ہے جبکہ اسلام اپنی حقیقت پر نہ ہو جب اسلام حقیقی ہو تو وہی اسلام ایمان ہے اور اس وقت ایمان اسلام میں کوئی فرق نہیں اس کے بہت سے قوی دلائل امام الائمہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں کتاب الایمان میں بیان فرمائے ہیں اور ان لوگوں کا منافق ہونے کا ثبوت بھی آ رہا ہے واللہ اعلم۔ (مترجم)

حضرت سعید بن جبیرؓ حضرت مجاہدؓ حضرت ابن زید رحمہم اللہ فرماتے ہیں یہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بَلَّغْتُمْ أَسْلَمْنَا کو اس سے مراد یہ ہے کہ ہم قتل سے اور قید بند ہونے سے بچنے کے لئے تابع فرمان ہو گئے ہیں۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت بنو اسد بن خزیمہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ یہ ان لوگوں کے بارے میں اتری ہے جو اپنے ایمان لانے کا آنحضرت ﷺ پر بار احسان رکھتے تھے۔ لیکن صحیح بات پہلی ہی ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں اتری ہے جو مقام ایمان کا دعویٰ کرتے تھے حالانکہ اب تک وہاں پہنچے نہ تھے پس انہیں ادب سکھایا گیا اور بتلایا گیا کہ یہ اب تک ایمان تک نہیں پہنچے اگر یہ منافق ہوتے تو انہیں ڈانٹ ڈپٹ کی جاتی اور ان کی رسوائی کی جاتی جیسے کہ سورۃ برات میں منافقوں کا ذکر کیا گیا لیکن یہاں تو انہیں صرف ادب سکھایا گیا۔

پھر فرماتا ہے اگر تم اللہ کے اور اس کے رسول کے فرماں بردار رہو گے تو تمہارے کسی عمل کا اجر مارا نہ جائے گا۔ جیسے فرمایا مَا آتَيْنَاهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ ہم نے ان کے اعمال میں سے کچھ بھی نہیں گھٹایا۔ پھر فرمایا جو اللہ کی طرف رجوع کرے برائی سے لوٹ آئے اللہ اس کے گناہ معاف فرمانے والا اور اس کی طرف رحم بھری نگاہوں سے دیکھنے والا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ کامل ایمان والے صرف وہ لوگ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر دل سے یقین رکھتے ہیں پھر نہ شک کرتے ہیں نہ کبھی ان کے دل میں کوئی تمنا خیال پیدا ہوتا ہے بلکہ اسی خالص تصدیق پر اور کامل یقین پر جم جاتے ہیں اور جیسے ہی رہتے ہیں اور اپنے نفس اور دل کی چاہت کے مالوں کو بلکہ اپنی جانوں کو بھی راہ خدا کے جہاد میں خرچ کرتے ہیں۔ یہ سچے لوگ ہیں یعنی یہ ہیں جو کہہ سکتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں۔ یہ ان لوگوں کی طرح نہیں جو صرف زبان سے ہی ایمان کا دعویٰ کر کے رہ جاتے ہیں۔ مسند احمد میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں دنیا میں مومن کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) وہ جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے شک شبہ نہ کیا اور اپنی جان اور اپنے مال سے راہ خدا میں جہاد کیا۔ (۲) وہ جن سے لوگوں نے

امن پالیا نہ یہ کسی کا مال ماریں نہ کسی کی جان لیں۔ (۳) وہ جو طبع کی طرف جب جھانکتے ہیں اللہ عز و جل کی یاد کرتے ہیں۔

قُلْ اَتَعْلَمُونَ اللّٰهُ بِدِيْنِكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا
فِي الْاَرْضِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۱۵ يَمْنُوْنَ عَلَيْكَ اَنْ
اَسْلَمُوْا قُلْ لَا تَمْنُوْا عَلٰى اِسْلَامِكُمْۙ بَلِ اللّٰهُ يَمْنُۙ عَلَيْكُمْ
اَنْ هٰذِكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۱۶ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ
غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۙ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝۱۷

کہہ دے کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کو اپنی دینداری سے آگاہ کر رہے ہو؟ اللہ تو ہر اس چیز سے جو آسمانوں میں اور زمین میں ہے، بخوبی آگاہ ہے اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے ۝۱۵ اپنے مسلمان ہونے کا تجھ پر احسان رکھتے ہیں تو کہہ دے کہ اپنے مسلمان ہونے کا احسان مجھ پر نہ رکھو بلکہ دراصل اللہ کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کی ہدایت کی اگر تم راست کو ہو ۝۱۶ یقین مانو کہ آسمانوں کی اور زمین کی پوشیدہ باتیں اللہ غیب جانتا ہے اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ دیکھ رہا ہے ۝

(آیت: ۱۶-۱۸) پھر فرماتا ہے کیا تم اپنے دل کا یقین و دین اللہ کو دکھاتے ہو؟ وہ تو ایسا ہے کہ زمین و آسمان کا کوئی ذرہ اس سے مخفی نہیں وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ پھر فرمایا جو اعراب اپنے اسلام لانے کا بار احسان تجھ پر رکھتے ہیں ان سے کہہ دو کہ مجھ پر اپنے اسلام لانے کا احسان نہ جتاؤ تم جو اسلام قبول کرو گے جو میری ماتحتی کرو گے میری مدد کرو گے اس کا نفع تمہیں کو ملے گا بلکہ دراصل ایمان کی ہدایت تمہیں دینا یہ خدا کا تم پر احسان ہے اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو۔ (اب غور فرمائیے کہ کیا اسلام لانے کا احسان پیغمبر خدا پر جتانے والے سچے مسلمان تھے؟ پس آیات کی ترتیب سے ظاہر ہے کہ ان کا اسلام حقیقت پر مبنی نہ تھا اور یہی الفاظ بھی ہیں کہ ایمان اب تک ان کے ذہن نشین نہیں ہوا اور جب تک اسلام حقیقت پر مبنی نہ ہو تب تک بیشک وہ ایمان نہیں لیکن جب وہ اپنی حقیقت پر صحیح معنی میں ہو تو پھر ایمان اسلام ایک ہی چیز ہے۔ خود اس آیت کے الفاظ میں غور فرمائیے ارشاد ہے اپنے اسلام کا احسان تجھ پر رکھتے ہیں حالانکہ دراصل ایمان کی ہدایت خدا کا خود ان پر احسان ہے۔

پس وہاں احسان اسلام رکھنے کو بیان کر کے اپنا احسان ہدایت ایمان جتنا بھی ایمان و اسلام کے ایک ہونے پر بار یک اشارہ ہے۔ مزید دلائل صحیح بخاری شریف وغیرہ میں ملاحظہ ہوں۔ مترجم) پس اللہ تعالیٰ کا کسی کو ایمان کی راہ دکھانا اس پر احسان کرنا ہے جیسے کہ رسول اللہ ﷺ نے حنین والے دن انصار سے فرمایا تھا کیا میں نے تمہیں گمراہی کی حالت میں نہیں پایا تھا؟ پھر اللہ تعالیٰ نے تم میں اتفاق دیا تم مفلس تھے میری وجہ سے اللہ نے تمہیں مالدار کیا۔ جب کبھی حضور ﷺ فرماتے وہ کہتے بیشک اللہ اور اس کا رسول اس سے بھی زیادہ احسانوں والے ہیں۔ بزار میں ہے کہ بنو اسد رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! ہم مسلمان ہوئے عرب آپ سے لڑتے رہے لیکن ہم آپ سے نہیں لڑے۔ حضور نے فرمایا ان میں سمجھ بہت کم ہے شیطان ان کی زبانوں پر بول رہا ہے اور یہ آیت یَمْنُوْنَ الخ نازل ہوئی پھر دوبارہ اللہ رب العزت نے اپنے وسیع علم اور اپنی جہی باخبری اور مخلوق کے اعمال سے آگاہی کو بیان فرمایا کہ آسمان و زمین کے غیب اس پر ظاہر ہیں اور وہ تمہارے اعمال سے آگاہ ہے۔

الحمد للہ سورہ حجرات کی تفسیر ختم ہوئی۔ خدا کا شکر ہے۔ توفیق اور صحت اسی کے ہاتھ ہے۔

تفسیر سورہ ق

جن سورتوں کو مفصل کی سورتیں کہا جاتا ہے ان میں سب سے پہلی سورت یہی ہے۔ گو ایک قول یہ بھی ہے کہ مفصل کی سورتیں سورہ حجرات سے شروع ہوتی ہیں یہ بالکل بے اصل بات ہے علماء میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔ مفصل کی سورتوں کی پہلی سورت یہی ہے اس کی دلیل ابو داؤد کی یہ حدیث ہے جو باب تحریف القرآن میں ہے۔ حضرت اوس بن حذیفہؓ فرماتے ہیں وفد ثقیف میں ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کے ہاں ٹھہرے اور بنو مالک کو رسول اللہ ﷺ نے اپنے قبیے میں ٹھہرایا۔ فرماتے ہیں ہر رات عشاء کے بعد رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس آتے اور کھڑے کھڑے ہمیں اپنی باتیں سناتے یہاں تک کہ آپ کو دیر لگ جانے کی وجہ سے قدموں کو بدلنے کی ضرورت پڑتی، کبھی اس قدم کھڑے ہوتے کبھی اس قدم پر، عموماً آپ ہم سے وہ واقعات بیان کرتے جو آپ کو اپنی قوم قریش سے سنبھنے پڑے تھے پھر فرماتے کوئی حرج نہیں، ہم کئے میں کزرتھے بے وقعت تھے پھر ہم مدینے میں آگئے اب ہم میں ان میں لڑائی مثل ذلولوں کے ہے کبھی ہم ان پر غالب کبھی وہ غرض ہر رات یہ لطف صحبت رہا کرتا تھا۔ ایک رات کو وقت ہو چکا اور آپ نہ آئے۔ بہت دیر کے بعد تشریف لائے۔ ہم نے کہا حضور آج تو آپ کو بہت دیر لگ گئی۔ آپ نے فرمایا ہاں قرآن شریف کا جو حصہ روزانہ پڑھا کرتا تھا آج اس وقت اسے پڑھا اور دھوا چھوڑ کر آئے کوئی نہ چاہا۔ حضرت اوس بن حذیفہؓ نے صحابہ سے پوچھا کہ تم قرآن کے حصے کس طرح کرتے تھے؟ تو انہوں نے کہا پہلی تین سورتوں کی ایک منزل، پھر پانچ سورتوں کی ایک منزل، پھر سات سورتوں کی ایک منزل، پھر نو سورتوں کی ایک منزل، پھر گیارہ سورتوں کی ایک منزل، پھر تیرہ سورتوں کی ایک منزل اور مفصل کی سورتوں کی ایک منزل۔ یہ حدیث ابن ماجہ میں بھی ہے۔

پس پہلی چھ منزلوں کی کل اڑتالیس سورتیں ہوئیں، پھر ان کے بعد مفصل کی تمام سورتوں کی ایک منزل تو انچاسویں سورت یہی سورہ ق پڑتی ہے۔ باقاعدہ گفتنی سنئے۔ پہلی منزل کی تین سورتیں سورہ بقرہ سورہ آل عمران اور سورہ نساء ہوئیں۔ دوسری منزل کی پانچ سورتیں مائدہ انعام اعراف انفال اور برات ہوئیں۔ تیسری منزل کی سات سورتیں یونس ہود یوسف زمر ابراہیم حجر اور خل ہوئیں۔ چوتھی منزل کی نو سورتیں سبحان کہف مریم طہ انبیاء حج مومنون نور اور فرقان ہوئیں۔ پانچویں منزل کی گیارہ سورتیں شعراء نمل قصص عنکبوت روم لقمان الم سجدہ احزاب سبا قاطر اور یس ہوئیں۔ چھٹی منزل کی تیرہ سورتیں صافات ص زمر غافر حم السجدہ حم عسق زخرف دخان جاثیہ احقاف قال فتح اور حجرات ہوئیں۔ اب ساتویں منزل مفصل کی سورتیں باقی رہیں جو حجرات کے بعد کی سورت سے شروع ہوں گی اور وہ سورہ ق ہے اور یہی ہم نے کہا تھا قاحمد اللہ۔ مسلم شریف میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو داؤد ثعلبی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ عید کی نماز میں رسول اللہ ﷺ کیا پڑھتے تھے؟ آپ نے فرمایا سورہ ق اور سورہ اقصیٰ الساعۃ الخ (سورہ قمر: ۱) مسلم میں ہے حضرت ام ہشام بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ہمارا اور رسول اللہ ﷺ کا دو سال تک یا ایک سال کچھ ماہ تک ایک ہی دستور رہا میں نے سورہ ق کو رسول اللہ ﷺ کی زبانی سن کر یاد کر لیا اس لئے کہ ہر جمعہ کے دن جب آپ لوگوں کو خطبہ سنانے کے لئے مہر پر آتے تو اس سورت کی تلاوت کرتے۔ الغرض بڑے بڑے مجمع کے موقع پر جیسے عید ہے جمعہ ہے اللہ کے رسول ﷺ اس سورت کی تلاوت کرتے کیونکہ اس میں ابتداء خلق کا مرنے کے بعد جینے کا اللہ کے سامنے کھڑے ہونے کا حساب کتاب کا جنت دوزخ کا ثواب عذاب اور رغبت و ذراوے کا ذکر ہے واللہ اعلم۔

بیچے پہاڑ ہے جو اسے گھیرے ہوئے ہے اسے بھی قاف کہتے ہیں دوسرا آسمان اسی پر بلند کیا ہوا ہے۔ اسی طرح سات زمیں سات سمندر سات پہاڑ اور سات آسمان گواہ پھر یہ آیت پڑھی وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِنْ بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ اس اثر کی اسناد میں انقطاع ہے۔

علی بن ابوطالب جو روایت حضرت ابن عباسؓ سے کرتے ہیں اس میں ہے کہ قی اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ جو حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں قی بھی مثل ص 'ن' طس' الم وغیرہ کے حروف ہجا میں سے ہے۔ پس ان روایات سے بھی حضرت ابن عباسؓ کا یہ فرمان ہونا اور دور ہو جاتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ کام کا فیصلہ کر دیا گیا۔ قسم ہے اللہ کی اور قی کہہ کر باقی جملہ چھوڑ دیا گیا کہ یہ دلیل ہے محذوف پر۔ جیسے شاعر کہتا ہے۔

قُلْتُ لَهَا قِفِي فَقَالَتْ قِ

لیکن یہ کہنا بھی ٹھیک نہیں۔ اس لئے کہ محذوف پر دلالت کرنے والا کلام صاف ہونا چاہئے اور یہاں کون سا کلام ہے؟ جس سے اتنے بڑے جملے کے محذوف ہونے کا پتہ چلے۔ پھر اس کرم اور عظمت والے قرآن کی قسم کھائی جس کے آگے سے یا بیچے سے باطل نہیں آ سکتا جو حکمتوں اور تعریفوں والے خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ اس قسم کا جواب کیا ہے؟ اس میں بھی کئی قول ہیں۔ امام ابن جریرؒ نے تو بعض نحو یوں سے نقل کیا ہے کہ اس کا جواب قَدْ عَلِمْنَا پوری آیت تک ہے لیکن یہ بھی غور طلب ہے بلکہ جواب قسم کے بعد کا مضمون کلام ہے یعنی نبوت اور دوبارہ جی اٹھنے کا ثبوت اور تحقیق گو قسم لفظوں سے اس کو جواب نہیں بتائی ہوا یا قرآن کی قسموں کے جواب میں اکثر ہے جیسے کہ سورہ ص کی تفسیر کے شروع میں گذر چکا ہے اسی طرح یہاں بھی ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ انہوں نے اس بات پر تعجب ظاہر کیا ہے کہ انہی میں سے ایک انسان کیسے رسول بن گیا؟ جیسے اور آیت میں ہے اَنَّا كُنَّا لِلنَّاسِ عَحِيًّا اَنْ اَوْحَيْنَا اِلٰی رَجُلٍ مِّنْهُمْ اِنَّا، یعنی کیا لوگوں کو اس بات سے تعجب ہوا کہ ہم نے انہی میں سے ایک شخص کی طرف وحی بھیجی کہ تم لوگوں کو ہوشیار کر دے۔ یعنی دراصل یہ کوئی تعجب کی چیز تھی اللہ جسے چاہے فرشتوں میں سے اپنی رسالت کے لئے جن لیتا ہے اور جسے چاہے انسانوں میں سے جن لیتا ہے۔ اسی کے ساتھ یہ بھی بیان ہو رہا ہے کہ انہوں نے مرنے کے بعد کے جینے کو بھی تعجب کی نظروں سے دیکھا اور کہا کہ جب ہم مر جائیں گے اور ہمارے جسم کے اجزاء جدا جدا ہو کر ریزہ ریزہ ہو کر مٹی ہو جائیں گے اس کے بعد تو اسی ہیئت و ترکیب میں ہمارا دوبارہ بیٹنا بالکل محال ہے۔ اس کے جواب میں فرمان صادر ہوا کہ زمین ان کے جسموں کو جو کھا جاتی ہے اس سے بھی ہم غافل نہیں ہمیں معلوم ہے کہ ان کے ذرے کہاں گئے اور کس حالت میں کہاں ہیں؟ ہمارے پاس کتاب ہے جو اس کی حافظہ ہے۔ ہمارا علم ہے جو اس کو شامل ہے اور ساتھ ہی کتاب میں محفوظ ہے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں یعنی ان کے گوشت چمڑے ہڈیاں اور بال جو کچھ زمین کھا جائیے ہمارے علم میں ہے۔ پھر پروردگار عالم ان کے اس محال سمجھنے کی اصل وجہ بیان فرما رہا ہے کہ دراصل یہ حق کو سمجھانے والے لوگ ہیں اور جو لوگ اپنے پاس حق کے آ جانے کے بعد اس کا انکار کر دیں ان سے بھلی سمجھ نہ جاتی ہے۔ مرتب کے معنی ہیں مختلف مضطرب منکر اور غلط ملط کے جیسے فرمان ہے اِنَّكُمْ لَقِيْتُمْ قَوْلًا مُّخْتَلِفًا يُؤْفِكُ عَنْهُ مَنْ اَفَكَ، یعنی یقیناً تم ایک جھوٹے کی بات میں پڑے ہوئے ہو۔ قرآن کی پیروی سے وہی رکنا ہے جو بھلائی سے محروم کر دیا گیا ہے۔

اَفَلَمْ يَنْظُرُوْا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنَاهَا وَزَيَّنَّاهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوجٍ ۝۵ وَالْاَرْضُ مَدَدْنَاهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ

وَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ ۖ تَبَصَّرَةٌ وَذِكْرَىٰ لِكُلِّ
عَبْدٍ مُّنِيبٍ ۖ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُّبَارَكًا فَأَنْبَتْنَا بِهِ جَبْتٍ
وَحَبَّ الْحَصِيدِ ۖ وَاللَّخْلُ لَبِثَتْ لَهَا طَلْعٌ نَّضِيدٌ ۖ زَرْقًا
لِّلْعَبَادِ ۖ وَأَحْيَيْنَا بِهِ بَلَدَةً مَّيْتًا ۚ كَذَٰلِكَ الْخُرُوجُ ۝

کیا انہوں نے آسمان کو اپنے اوپر نہیں دیکھا؟ کہ ہم نے اسے کس طرح بنایا ہے اور زینت دی ہے؟ اس میں کوئی شکاف نہیں ○ اور زمین کو ہم نے بھجھا دیا ہے اور اس میں ہم نے پہاڑ ڈال دیئے ہیں اور اس میں ہم نے قسم قسم کی خوشنما چیزیں اگادی ہیں ○ تاکہ ہر جوئے کرنے والے بندے کے لئے چٹائی اور دانائی کا ذریعہ ہو ○ اور ہم نے آسمان سے بارگشت پانی برسایا اور اس سے باغات اور کھلنے والے غلے پیدا کئے ○ اور کھجوروں کے بلند ہلالا درخت جن کے خوشے تہ بہتہ ہیں ○ بندوں کی روزی کے لئے - ہم نے پانی سے مردہ شہر کو زندہ کر دیا ○ اسی طرح قبروں سے نکلتا ہے ○

اللہ کے محیر العقول شاہکار : ☆ ☆ (آیت ۶-۱۱) یہ لوگ جس چیز کو ناممکن خیال کرتے تھے پروردگار عالم اس سے بہت زیادہ بڑھے چڑھے ہوئے اپنی قدرت کے نمونے سامنے رکھ رہا ہے کہ آسمان کو دیکھو اس کی بناوٹ پر غور کرو اس کے روشن ستاروں کو دیکھو اور دیکھو کہ اتنے بڑے آسمان میں ایک سوراخ، ایک حمید، ایک شکاف، ایک دراڑ نہیں - چنانچہ سورہ تبارک میں فرمایا اَلَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طِبَاقًا اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ہے جس نے سات آسمان اور ہر تسلی پیدا کئے تو خدا کی اس صفت میں کوئی غفل نہ دیکھے گا تو پھر نگاہ ڈال کر دیکھ لے کہیں تجھ کو کوئی غفل نظر آتا ہے؟ پھر بار بار غور کرو اور دیکھ تیری نگاہ نامراد اور عاجز ہو کر تیری طرف لوٹ آئے گی - پھر فرمایا زمین کو ہم نے پھیلا دیا اور بچھا دیا اور اس میں پہاڑ جمادئے تاکہ بل نہ سکے کیونکہ وہ ہر طرف سے پانی سے گھری ہوئی ہے اور اس میں ہر قسم کی کھیتیاں پھل سبزے اور قسم قسم کی چیزیں اگادیں - جیسے اور جگہ ہے ہر چیز کو ہم نے جوڑا جوڑا پیدا کیا تاکہ تم نصیحت و عبرت حاصل کرو - بھنج کے معنی خوش منظر، خوشنما بارونق -

پھر فرمایا آسمان و زمین اور ان کے علاوہ قدرت کے اور نشانات دانائی اور چٹائی کا ذریعہ ہیں ہر اس شخص کے لئے جو اللہ سے ڈرنے والا اور خدا کی طرف رغبت کرنے والا ہو - پھر فرماتا ہے ہم نے نفع دینے والا پانی آسمان سے برسا کر اس سے باغات بنائے اور وہ کھیتیاں بنائیں جو کٹی جاتی ہیں اور جن کے اناج کھلیان میں ڈالے جاتے ہیں اور اونچے اونچے کھجور کے درخت اگادیئے جو پھر پور میوے لاتے اور لدے رہتے ہیں - یہ مخلوق کی روزیاں ہیں اور اسی پانی سے ہم نے مردہ زمین کو زندہ کر دیا وہ لہلہا لگی اور خشکی کے بعد تروتازہ ہو گئی اور چٹیل سوکھے میدان سرسبز ہو گئے - یہ مثال ہے موت کے بعد دوبارہ حیات اٹھنے کی اور ہلاکت کے بعد آباد ہونے کی یہ نشانیاں جنہیں تم روزمرہ دیکھ رہے ہو کیا تمہاری رہبری اس امر کی طرف نہیں کرتیں کہ خدا مردوں کے جلانے پر قادر ہے - چنانچہ اور آیت میں ہے لَخَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ اَخْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ یعنی آسمان و زمین کی پیدائش انسانی پیدائش سے بہت بڑی ہے - اور آیت میں ہے اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْ يَخْلُقْهُمْ يَفْقَادِرْ عَلٰى اَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتٰى بَلٰى اِنَّهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ یعنی کیا وہ نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کر دیا اور ان کی پیدائش سے نہ تھکا؟ کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ مردوں کو جلا دے؟ بیشک وہ ہر چیز پر قادر ہے - اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے وَمِنْ اٰيَاتِهٖ اَنَّكَ تَرٰى الْاَرْضَ خَاشِعَةً یعنی تو دیکھتا ہے کہ زمین بالکل خشک اور بخر ہوئی ہے ہم آسمان سے پانی برساتے ہیں جس سے وہ لہلہا لگی اور پیداوار اگانے لگتی ہے کیا میری قدرت کی یہ نشانی نہیں بتلاتی

کہ جس ذات نے اسے زندہ کر دیا وہ مردوں کے جلانے پر بلا شک و شبہ قادر ہے یقیناً وہ تمام تر چیزوں پر قدرت رکھتی ہے۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَأَصْحَابُ الرَّسِّ وَثَمُودُ ۝ وَعَادُ
وَفِرْعَوْنُ وَأَحْوَانُ لُوطٍ ۝ وَأَصْحَابُ الْأَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ۝ كُلٌّ كَذَّبَ
الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيدِ ۝ أَفَعَيْنَا بِالْخَلْقِ الْأَوَّلِ بَلْ هُمْ فِي لَبْسٍ
مِّنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ ۝

ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اس کے دل میں جو خیالات آتے ہیں ان سے ہم خوب واقف ہیں اور ہم اس کی رگ جان سے بھی زیادہ اس سے قریب ہیں ○

دائیں اور بائیں دو فرشتے ☆ ☆ (آیت: ۱۶) اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ وہی انسان کا خالق ہے اور اس کا علم تمام چیزوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے یہاں تک کہ انسان کے دل میں جو بھیجے برے خیالات پیدا ہوتے ہیں انہیں بھی وہ جانتا ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کے دل میں جو خیالات آئیں ان سے درگزر فرمایا ہے جب تک کہ وہ زبان سے نہ نکالیں یا عمل نہ کریں۔ اور ہم اس کی رگ جان سے بھی زیادہ اس کے نزدیک ہیں یعنی ہمارے فرشتے اور بعضوں نے کہا ہے ہمارا علم۔ ان کی غرض یہ ہے کہ کہیں حلول اور اتحاد نہ لازم آجائے جو بالا جماع اس رب کی مقدس ذات سے بعید ہے اور وہ اس سے بالکل پاک ہے۔ لیکن لفظ کا اقتضایہ نہیں ہے اس لئے کہ وہ انسانیں کہا بلکہ وَنَحْنُ کہہا ہے یعنی میں نہیں کہا بلکہ ہم کہا ہے۔ یہی لفظ اس شخص کے بارے میں کہے گئے ہیں جس کی موت قریب آگئی ہو اور وہ نزع کے عالم میں ہو فرمان ہے وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْكُمْ یعنی ہم تم سب سے زیادہ اس سے قریب ہیں لیکن تم نہیں دیکھتے۔ یہاں بھی مراد فرشتوں کا اس قدر قریب ہونا ہے۔ جیسے فرمان ہے إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ یعنی ہم نے ذکر کو نازل فرمایا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ فرشتے ہی ذکر قرآن کریم کو لے کر نازل ہوئے ہیں اور یہاں بھی مراد فرشتوں کی اتنی نزدیکی ہے جس پر اللہ نے انہیں قدرت بخش رکھی ہے۔ پس انسان پر ایک پہرہ فرشتے کا ہوتا ہے اور ایک شیطان کا اسی طرح شیطان بھی جسم انسان میں اسی طرح پھرتا ہے جس طرح خون۔ جیسے کہ بچوں کے سچے اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا ہے۔

اِذْ يَتَلَفَّى الْمُتَلَقِّينَ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ ۝ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ۝ وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۚ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيدُ ۝ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ ۝ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعْدِ ۝ وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَاقِقٌ وَشَهِيدٌ ۝ لَقَدْ كُنْتَ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكْشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ ۝

جس وقت کہ وہ لینے والے لینے جاتے ہیں ایک دائیں طرف اور ایک بائیں طرف بیٹھا ہوا ہے ○ انسان کوئی لفظ منہ سے نکالے نہیں پاتا مگر اس کے پاس نگہبان تیار ہے ○ موت کی تلخی یقیناً پیش آئے گی یہی ہے جس سے توبہ کا پھرتا تھا ○ اور صور پھونک دیا جائے گا وعدہ عذاب کا دن یہی ہے ○ اور ہر شخص اسی طرح آئے گا کہ اس کے ساتھ ایک مہرا لے والا ہوگا اور ایک گواہی دینے والا ○ یقیناً تو اس سے غفلت میں تھا لیکن ہم نے تیرے سامنے سے پردہ ہٹا دیا پس آج تیری نگاہ بہت تیز ہے ○

(آیت: ۱۷-۲۲) اس لئے اس کے بعد ہی فرمایا کہ دو فرشتے جو دائیں بائیں بیٹھے ہیں وہ تمہارے اعمال لکھ رہے ہیں ابن آدم کے منہ سے جو کلمہ نکلتا ہے اسے محفوظ رکھنے والے اور اسے نہ چھوڑنے والے اور فوراً لکھ لینے والے فرشتے مقرر ہیں۔ جیسے فرمان ہے وَإِنَّا عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ اِغْلُظْ عَيْنَاكَ لَعَلَّكُ تَهْتَبُ ○ تم پر محافظ ہیں بزرگ فرشتے جو تمہارے ہر فعل سے باخبر ہیں اور لکھنے والے ہیں۔ حضرت حسن اور حضرت قنودہ تو

فرماتے ہیں یہ فرشتے ہر نیک و بد عمل لکھ لیا کرتے ہیں۔ ابن عباسؓ کے دو قول ہیں ایک تو یہی ہے دوسرا قول آپ کا یہ کہ ثواب و عذاب لکھ لیا کرتے ہیں۔ لیکن آیت کے ظاہری الفاظ پہلے قول کی ہی تائید کرتے ہیں کیونکہ فرمان ہے جو لفظ لکھتا ہے اس کے پاس محافظ تیار ہیں۔

منا احمد میں ہے انسان ایک کلمہ اللہ کی رضامندی کا کہہ گزرتا ہے جسے وہ کوئی بہت بڑا اجر کا کلمہ نہیں جانتا لیکن اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اپنی رضامندی اس کے لئے قیامت تک کی لکھ دیتا ہے اور کوئی کلمہ برائی کا تاں راضی خدا کا اسی طرح بے پروا سی ہے کہہ گزرتا ہے جس کی وجہ سے اللہ اپنی ناراضگی اس پر اپنی ملاقات کے دن تک کی لکھ دیتا ہے۔ حضرت علقمہؓ فرماتے ہیں اس حدیث نے مجھے بہت سی باتوں سے بچا لیا۔ ترمذی وغیرہ میں بھی یہ حدیث ہے اور امام ترمذی اسے حسن بتلاتے ہیں۔ احض بن قیسؓ فرماتے ہیں دائیں طرف والا نیکیاں لکھتا ہے اور یہ بائیں طرف والے پر امین ہے۔ جب بندے سے کوئی خطا ہو جاتی ہے تو یہ کہتا ہے ظہر جا اگر اس نے اسی وقت توبہ کر لی تو اسے لکھنے نہیں دیتا اور اگر اس نے توبہ نہ کی تو وہ لکھ لیتا ہے (ابن ابی حاتم)

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تلاوت کر کے فرماتے تھے اے ابن آدم! تیرے لئے صحیفہ کھول دیا گیا ہے اور دو بزرگ فرشتے تجھ پر مقرر کر دیئے گئے ہیں ایک تیرے داہنے دوسرا بائیں۔ دائیں طرف والا تو تیری نیکیوں کی حفاظت کرتا ہے اور بائیں طرف والا بد اعمالیوں کو دیکھتا رہتا ہے اب تو جو چاہے عمل کر کی کر یا زیادتی کر جب تو مرے گا تو یہ دفتر لپیٹ دیا جائے گا اور تیرے ساتھ تیری قبر میں رکھ دیا جائے گا اور قیامت کے دن جب تو اپنی قبر سے اٹھے گا تو یہ تیرے سامنے پیش کر دیا جائے گا۔ اسی کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَكُلُّ إِنْسَانٍ لَّكُمْنَاهُ كِتَابٌ فَجَعَلْنَاهُ نَفْسًا زَكِيًّا فَخَرَّجْنَاهُ لِقَوْمِ الْآخِرَةِ كَسَابًا يَلْقَاهُ لَنُفْسُهُ مَنشُورًا ہر انسان کی شامت اعمال ہم نے اس کے گلے لگا دی ہے اور ہم قیامت کے دن اس کے سامنے نامہ اعمال کی ایک کتاب ڈال دیں گے جسے وہ کھلی ہوئی پائے گا۔ پھر اس سے کہیں گے کہ اپنی کتاب پڑھ لے آج تو خود ہی اپنا حساب لینے کو کافی ہے۔ پھر حضرت حسنؓ نے فرمایا خدا کی قسم اس نے بڑا ہی عدل کیا جس نے خود تجھے تیرا ہی حساب بنادیا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں جو کچھ تو کھلا برا کلمہ زبان سے نکالتا ہے وہ سب لکھا جاتا ہے یہاں تک کہ تیرا یہ کہنا بھی کہ میں نے کھایا میں نے پیا میں گیا میں آیا میں نے دیکھا۔ پھر جمعرات والے دن اس کے اقوال و افعال پیش کئے جاتے ہیں خیر و شر باقی رکھی جاتی ہے اور سب کچھ منادیا جاتا ہے۔ یہی معنی ہیں فرمان باری تعالیٰ شانہ کے يَمْحُو اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُنْشِئُ أَمَّا الْكِتَابُ فَحُتِّبَ مَا يَشَاءُ اللہ تعالیٰ کی بابت مروی ہے کہ آپ اپنے مرض الموت میں کراہ رہے تھے تو آپ کو معلوم ہوا کہ حضرت طاووسؓ فرماتے ہیں کہ فرشتے اسے بھی لکھتے ہیں چنانچہ آپ نے کہا ابنا بھی جھوڑ دیا اللہ آپ پر اپنی رحمت نازل فرمائے اپنی موت کے وقت تک اب بھی نہ کی۔

پھر فرماتا ہے اے انسان! موت کی بیوٹی یقیناً آئے گی اس وقت وہ شک و دور ہو جائے گا جس میں آج کل تو مبتلا ہے۔ اس وقت تجھ سے کہا جائے گا کہ یہی ہے جس سے تو بھگتا پھرتا تھا اب وہ آگئی تو کسی طرح اس سے نجات نہیں پاسکتا نہ بچ سکتا ہے نہ اسے روک سکتا ہے نہ اسے دفع کر سکتا ہے نہ ٹال سکتا ہے نہ مقابلہ کر سکتا ہے نہ کسی کی مدد و سفارش کچھ کام آ سکتی ہے۔ صحیح یہی ہے کہ یہاں خطاب مطلق انسان سے ہے جو بعضوں نے کہا ہے کافر سے ہے اور بعضوں نے کچھ اور بھی کہا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں اپنے والد رضی اللہ عنہ کے آخری وقت میں آپ کے سر ہانے بیٹھی تھی آپ پر غشی طاری ہوئی تو میں نے یہ بیت پڑھا۔

من لا يزال دمعہ مقنعا فانه لا بدیرہ مدفوق

مطلب یہ ہے کہ جس کے آنسو ٹھہرے ہوئے ہیں وہ بھی ایک مرتبہ نیک پڑیں گے۔ تو آپ نے اپنا سراٹھا کر کہا پیاری بچی یوں نہیں بلکہ جس

طرح خدا نے فرمایا: جَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ اور روایت میں بیت کا پڑھنا اور صدیق اکبر کا یہ فرمانا مروی ہے کہ یوں نہیں بلکہ برآیت رہو۔ اس اثر کے اور بھی بہت سے طریق ہیں جنہیں میں نے سیرۃ الصدیق میں آپ کی وفات کے بیان میں جمع کر دیا ہے۔

صحیح حدیث میں ہے کہ حضور پر جب موت کی غشی طاری ہونے لگی تو آپ اپنے چہرہ مبارک سے پسینہ پونچھتے جاتے اور فرماتے جاتے 'سبحان اللہ موت کی بڑی سختیاں ہیں اس آیت کے پچھلے ہلکے تفسیر و طرح کی گئی ہے ایک تو یہ کہ مامولہ ہے یعنی یہ وہی ہے جسے تو بعد جانتا تھا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہاں مانا یہ ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ یہ وہ چیز ہے جس کے جدا کرنے کی جس سے بچنے کی تجھے قدرت نہیں تو اس سے ہٹ نہیں سکتا۔ منعم کبیر طرانی میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اس شخص کی مثال جو موت سے بھاگتا ہے اس لومزی جیسی ہے جس سے زمین اپنا قرضہ طلب کرنے لگی اور یہ اس سے بھاگنے لگی بھاگتے بھاگتے جب تھک گئی اور بالکل چکنا چور ہو گئی تو اپنے بھٹ میں جا ٹھکی زمین چونکہ وہاں بھی موجود تھی اس نے لومزی سے کہا میرا قرض تو یہ وہاں سے پھر بھاگی سانس پھولا ہوا تھا حال برا اور ہاتھ آخر یونی بھاگے بھاگے بے دم ہو کر مرنے لگا۔ الغرض جس طرح اس لومزی کو زمین سے بھاگنے کی راہیں بند تھیں اسی طرح انسان کو موت سے بچنے کے راستے بند ہیں۔ اس کے بعد صور پھونکے جانے کا ذکر ہے جس کی پوری تفسیر والی حدیث گذر چکی ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے حضورؐ فرماتے ہیں میں کس طرح راحت و آرام حاصل کر سکتا ہوں حالانکہ صور پھونکنے والے فرشتے نے صور منہ میں لے لیا ہے اور گردن جھکا لے حکم خداوندی کا انتظار کر رہا ہے کہ کب حکم ملے اور کب وہ پھونک دے۔ صحابہؓ نے کہا پھر یا رسول اللہ! ہم کیا کہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہو حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ۔ پھر فرماتا ہے ہر شخص کے ساتھ ایک فرشتہ تو میدانِ محشر کی طرف لانے والا ہوگا اور ایک فرشتہ اس کے اعمال کی گواہی دینے والا ہوگا۔ ظاہر آیت یہی ہے اور امام ابن جریرؒ بھی اسی کو پسند فرماتے ہیں۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تلاوت ممبر پر کی اور فرمایا ایک چلانے والا جس کے ہمراہ یہ میدانِ محشر میں آئے گا اور ایک گواہ ہوگا جو اس کے اعمال کی شہادت دے گا۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں سائق سے مراد فرشتہ ہے اور شہید سے مراد غل ہے۔

ابن عباسؓ کا قول ہے سائق فرشتوں میں سے ہوں گے اور شہید سے مراد خود انسان ہے جو اپنے اوپر آپ گواہی دے گا۔ پھر اس کے بعد کی آیت میں جو خطاب ہے اس کی نسبت تین قول ہیں ایک تو یہ کہ یہ خطاب کا کافر سے ہوگا، دوسرا یہ کہ اس سے مراد عام انسان ہیں نیک بد بستیہم را یہ کہ اس سے مراد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ دوسرے قول کی توجیہ یہ ہے کہ آخرت اور دنیا میں وہی نسبت ہے جو بیداری اور خواب میں ہے اور تیسرے قول کا مطلب یہ ہے کہ تو اس قرآن کی وحی سے پہلے غفلت میں تھا۔ ہم نے یہ قرآن نازل فرما کر تیری آنکھوں پر پردہ ہٹا دیا اور تیری نظر قوی ہوگئی۔ لیکن الفاظ قرآنی سے تو ظاہر یہی ہے کہ اس سے مراد عام ہے یعنی ہر شخص سے کہا جائے گا کہ تو اس دن سے غافل تھا اس لئے کہ قیامت کے دن ہر شخص کی آنکھیں خوب کھل جائیں گی یہاں تک کہ کافر بھی استقامت پر ہوجائے گا لیکن یہ استقامت اسے نفع نہ دے گی۔ جیسے فرمان باری ہے اَسْمِعْ بِهِمْ وَأَبْصِرْ يَوْمَ يَأْتُوكُنَّ أَيُّهَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَمَّا كَانَتْ هَذِهِ السَّاعَةُ الَّتِي أَنْذَرْتُكُمْ فَكُلٌّ مِنَ الْإِنسَانِ فَكَاثِرٌ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔ اور آیت میں ہے وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الْمُحْرَمُونَ أَنِّي يُعْنِي كَاشَ كَالشَّوْكَاءِ يَتَخَطَوْنَ الرَّجْلَ حَيْثُ يَخْب�هُ لِيَفِيضَ عَلَيْهِمْ وَعَصَاهُ يَبِيدُهُمْ ذُرِّيَّتَهُمْ تُفْسِدُهُمْ وَيُهَنِّدُهُمْ وَهُمْ يُضِلُّونَهَا فَيَنْهَضُونَهَا فَيَعْبُدُونَهَا وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَىٰ تِلْكَ الْحَدِيثَ فِيمَا أَبَىٰ نَارًا فَلَمْ يَقْضِ بِالسَّامِيِّ مِمَّا أَعْتَدَ لَهُ لَوْلَا أَنَّهُ رَكِبَ النَّجْمَ ثُمَّ انْزَلَ فِي الْبَقْعَةِ الْمَحْدُودَةِ لَنَبَذَهُمْ وَالْكَبِيرُ رَبُّهُمُ الْعَزِيزُ۔ اور کمال یقین رکھیں گے۔

وَقَالَ قَرِينُهُ هَذَا مَا لَدَيَّ عَتِيدٌ ۖ أَلْقِيَا فِي جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيدٍ ۖ

ہمارے اعمال کے گواہ: ☆ ☆ (آیت: ۲۳-۲۴) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہو رہا ہے کہ جو فرشتہ ابن آدم کے اعمال پر مقرر ہے وہ اس کے اعمال کی شہادت دے گا اور کہے گا کہ یہ ہے میرے پاس تفصیل بلا کم و کاست۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ اس فرشتے کا کلام ہوگا جسے سابق کہا گیا ہے جو اس کو محشر میں لے آیا تھا۔ امام ابن جریر فرماتے ہیں میرے نزدیک مختار قول یہ ہے کہ یہ شامل ہے اس فرشتے کو بھی اور گواہی دینے والے فرشتے کو بھی۔ اب اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے فیصلے عدل و انصاف سے کرے گا۔ اَلْقَبَا تْنِیْہِ کا صیغہ ہے۔ بعض نحوی کہتے ہیں کہ بعض عرب واحد کو تثنیہ کر دیا کرتے ہیں جیسے کہ کجارج کا مقولہ مشہور ہے کہ وہ اپنے جلا دے کہتا تھا اَضْرَبْنَا عَنْقَہُ تَمَّ دونوں اس کی گردن مار دو حالانکہ جلا واحد ہی ہوتا تھا۔ ابن جریر نے اس کی شہادت میں عربی کا ایک شعر بھی پیش کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ دراصل یہ نون تا کید یکس کی تسہیل الف کی طرف کر لی ہے لیکن یہ بعید ہے اس لئے کہ ایسا توقف کی حالت میں ہوتا ہے۔ بظاہر یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ خط بظاہر اوپر والے دونوں فرشتوں سے ہوگا لہذا انے والے فرشتے نے اسے حساب کے لئے پیش کیا اور گواہی دینے والے نے گواہی دے دی تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کو حکم دے گا کہ اسے جہنم کی آگ میں ڈال دو جو بدترین جگہ ہے اللہ ہمیں محفوظ رکھے۔

مَتَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيبٍ ۝ الَّذِیْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ الْاٰخِرَ
فَاَلْقٰیہِ فِی الْعَذَابِ الشَّدِیْدِ ۝ قَالَ قَرِیْنُہٗ رَبَّنَا مَا اَطَغٰیْنٰہُ
وَلٰکِنْ کَانَ فِیْ ضَلٰلٍۭ بَعِیْدٍ ۝ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لِذٰلِکَ وَقَدْ
قَدَّمْتُ اِلَیْکُمْ بِالْوَعِیْدِ ۝ مَا یَبْدُلُ الْقَوْلُ لَدِیْ وَاَنَا
بِظُلَامٍ لِّلْعَبِیْدِ ۝

جو نیک کام سے روکنے والا حد سے گزر جانے والا اور شک کرنے والا تھا ۝ جس نے اللہ کے ساتھ دوسرا معبود بنالیا تھا پس اسے سخت عذاب میں ڈال دو ۝ اس کا ہم نفسین شیطان کہے گا اے ہمارے رب! میں نے گمراہ نہیں کیا تھا بلکہ یہ خود ہی دور دراز کی گمراہی میں تھا ۝ حق تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے اسے جھگڑنے کی بات مت کرو میں تو پہلے ہی تمہاری طرف وعدہ عذاب بھیج چکا تھا ۝ میرے ہاں بات بدلتی اور نہ میں اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا ہوں ۝

(آیت: ۲۵-۲۹) پھر فرماتا ہے کہ ہر کافر اور ہر حق کے مخالف اور ہر حق کے ندادار کرنے والے اور ہر نیکی صلہ رحمی اور بھلائی سے خالی رہنے والے اور ہر حد سے گزر جانے والے خواہ وہ مال کے خرچ میں اسراف کرتا ہو خواہ بولنے اور چلنے پھرنے میں خدائی احکام کی پروا نہ کرتا ہو اور ہر شک کرنے والے اور ہر خدا کے ساتھ شریک کرنے والے کے لئے یہی حکم ہے کہ اسے پکڑ کر سخت عذابوں میں ڈال دو۔ پہلے حدیث گذر چکی ہے کہ جہنم قیامت کے دن لوگوں کے سامنے اپنی گردن نکالے گی اور با آواز بلند پکار کر کہے گی جسے تمام محشر کا جمع سنے گا کہ میں تین قسم کے لوگوں پر مقرر کی گئی ہوں ہر سرکش حق کے مخالف کے لئے اور ہر مشرک کے لئے اور ہر تصویر بنانے والے کے لئے پھر وہ ان سب سے لپٹ جائے گی۔ مسند کی حدیث میں تیسری قسم کے لوگ وہ بتلائے ہیں جو ظالمانہ قتل کرنے والے ہوں۔ پھر فرمایا اس کا ساتھی کہے گا اس سے مراد شیطان ہے جو اس کے ساتھ موکل تھا یہ اس کا فرود کچھ کر اپنی برأت کرے گا اور کہے گا کہ میں نے اسے نہیں بہکا یا بلکہ یہ تو خود گمراہ تھا باطل کو از خود قبول کر لیتا تھا ۝ حق کا اپنے آپ مخالف تھا۔

جیسے دوسری آیت میں ہے کہ شیطان جب دیکھے گا کہ کام ختم ہوا تو کہے گا اللہ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا اور میں تو وعدہ خلاف ہوں ہی

میرا کوئی زور تو تم پر تھا ہی نہیں، میں نے تم سے کہا تم نے فوراً مان لیا، اب مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنی جانوں کو ملامت کرو نہ میں تمہیں کام دے سکوں نہ تم میرے کام آ سکو، تم جو مجھے شریک بنا رہے تھے تو میں پہلے ہی سے ان کا انکاری تھا خالوں کے لئے المناک عذاب ہیں۔ پھر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ انسان سے اور اس کے ساتھی شیطان سے فرمائے گا کہ میرے سامنے نہ جھکو، کیونکہ انسان کہہ رہا ہوگا کہ خدا یا اس نے مجھے جبکہ میرے پاس نصیحت آچکی گمراہ کر دیا اور شیطان کہے گا خدا یا میں نے اسے گمراہ نہیں کیا تو اللہ انہیں تو تو میں میں سے روک دے گا اور فرمائے گا میں تو اپنی جنت ختم کر چکا، رسولوں کی زبانی یہ سب باتیں تمہیں سنا چکا تھا، کتابیں بھیج دی تھیں اور ہر ہر طریقہ سے ہر طرح سے تمہیں سمجھا بجا دیا تھا۔ سنو جو فیصلہ کرنا سہوہ میں کر چکا، میری باتیں بدلتی نہیں، میں ظالم نہیں جو دوسرے کے گناہ پر کسی کو پکڑ دوں۔ ہر شخص پر اتمام حجت ہو چکی اور ہر شخص اپنے گناہوں کا آپ ذمہ دار ہے۔

يَوْمَ نَقُولُ لِحَبَّهْمَ هَلْ امْتَلأتِ وَتَقُولُ هَلْ مِنْ مَزِيدٍ ۚ وَارْزُقُوا الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ غَيْرِ بَعِيدٍ ۚ هَذَا مَا تُوْعَدُونَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيظٍ ۚ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمَنَ الْغَيْبَ وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُنِيبٍ ۚ ادْخُلُوْهَا بِسَلَامٍ ۚ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ۚ لَهُمْ مَا يَشَاءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ ۝

جس دن ہم دوزخ سے پوچھیں گے کیا تو بھر چکی؟ وہ جواب دے گی کیا کچھ اور زیادہ بھی ہے؟ اور جنت پہنچ کر ہمیز گیاروں کے لئے بالکل قریب کر دی جائے گی ذرا بھی دور نہ ہوگی؟ یہ ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا ہر اس شخص کے لئے جو رجوع ہونے والا اور پابندی کرنے والا ہو۔ جو رحمان کا غائبانہ خوف رکھتا ہو اور توبہ والا دل لایا ہو۔ تم اس جنت میں سلامتی کے ساتھ جاؤ۔ یہ ہمیشہ رہنے کا دن ہے۔ یہ وہاں جو چاہیں انہی کا ہے بلکہ ہمارے پاس اور بھی زیادہ ہے۔

متکبر اور متجبر کا ٹھکانا: ☆☆ (آیت: ۳۰-۳۵) چونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا جہنم سے وعدہ ہے کہ وہ اسے پرکردے گا اس لئے قیامت کے دن جو جنات اور انسان اس کے قابل ہوں گے انہیں اس میں ڈال دیا جائے گا اور اللہ تبارک و تعالیٰ دریافت فرمائے گا کہ اب تو تو بھر ہو گئی؟ اور یہ کہے گی کہ اگر کچھ اور گنہگار باقی ہوں تو انہیں بھی مجھ میں ڈال دو۔ صحیح بخاری شریف میں اس آیت کی تفسیر میں یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جہنم میں گنہگار ڈالے جائیں گے اور وہ زیادتی طلب کرتی رہے گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا قدم اس میں رکھے گا پس وہ کہے گی بس بس۔ مسند احمد کی حدیث میں یہ بھی ہے کہ اس وقت یہ سمٹ جائے گی اور کہے گی تیری عزت و کرم کی قسم بس بس اور جنت میں جگہ بچ جائے گی یہاں تک کہ ایک مخلوق کو پیدا کر کے اللہ تعالیٰ اس جگہ کو آباد کرے گا۔ صحیح بخاری میں ہے جنت اور دوزخ میں ایک مرتبہ گفتگو ہوئی جہنم نے کہا کہ میں ہر متکبر اور متجبر کے لئے مقرر کی گئی ہوں اور جنت نے کہا میرا یہ حال ہے کہ مجھ میں کمزور لوگ اور وہ لوگ جو دنیا میں ذی عزت نہ سمجھے جاتے تھے وہ داخل ہوں گے۔ اللہ عزوجل نے جنت سے فرمایا تو میری رحمت ہے اپنے بندوں میں سے جسے چاہوں گا اس رحمت کے ساتھ نواز دوں گا اور جہنم سے فرمایا تو میرا عذاب ہے تیرے ساتھ میں جسے چاہوں گا عذاب کروں گا۔ ہاں تم دونوں بالکل بھر جاؤ گی تو جہنم تو بھرے گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا قدم اس میں رکھے گا اب وہ کہے گی بس بس بس۔ اس وقت وہ بھر جائے گی اور اس کے سب جوڑا پس میں سمٹ جائیں گے اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہ کرے گا۔ ہاں جنت میں جو جگہ بچ رہے گی اس کے بھرنے کے

لے اللہ عز و جل اور مخلوق پیدا کرے گا۔ مسند احمد کی حدیث میں جہنم کا قول یہ ہے کہ مجھ میں جبر کرنے والے، تکبر کرنے والے بادشاہ داخل ہوں گے اور جنت نے کہا مجھ میں کمزور، ضعیف، فقیر، مسکین داخل ہوں گے۔

مسند ابویعلیٰ میں ہے حضور فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ مجھے اپنی ذات قیامت کے دن دکھائے گا میں بعدے میں گر پڑوں گا اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہوگا پھر میں خدا تعالیٰ کی ایسی تعریفیں کروں گا کہ اس سے وہ خوش ہو جائے گا پھر مجھے شفاعت کی اجازت دی جائے گی پھر میری امت جہنم کے اوپر کے پل سے گذرنے لگے گی۔ بعض تو نگاہ کی سی تیزی کے ساتھ گذر جائیں گے بعض تیر کی طرح پار ہو جائیں گے بعض تیز گھوڑوں سے زیادہ تیزی سے پار ہو جائیں گے یہاں تک کہ ایک شخص گھٹنوں چلتا ہوا گذر جائے گا اور یہ مطابق اعمال کے ہوگا اور جہنم زیادتی طلب کر رہی ہوگی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا قدم اس میں رکھے گا پس یہ سٹ جائے گی اور کہے گی بس بس اور میں حوض میں ہوں گا۔ لوگوں نے کہا حوض کیا ہے؟ فرمایا خدا کی قسم اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے اور برف سے زیادہ خنڈا ہے اور مشک سے زیادہ خوشبودار ہے۔ اس پر برتن آسمان کے ستاروں سے زیادہ ہیں جسے اس کا پانی مل گیا وہ کبھی پیسا نہ ہوگا اور جو اس سے محروم رہ گیا اسے کہیں پانی نہیں ملے گا جو سیراب ہو سکے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں وہ کہے گی کیا مجھ میں کوئی مکان ہے کہ مجھ میں زیادتی کی جائے؟ حضرت عکرمہ فرماتے ہیں وہ کہے گی کیا مجھ میں ایک کے بھی آنے کی جگہ ہے؟ میں بھر گئی۔

حضرت مجاہد فرماتے ہیں اس میں جنمی ڈالے جائیں گے یہاں تک کہ وہ کہے گی میں بھر گئی اور کہے گی کہ کیا مجھ میں زیادتی کی گنجائش ہے؟ امام ابن جریر پہلے قول کو ہی اختیار کرتے ہیں۔ اس دوسرے قول کا مطلب یہ ہے کہ گویا ان بزرگوں کے نزدیک یہ سوال اس کے بعد ہوگا کہ خدا تعالیٰ اپنا قدم اس میں رکھ دے اب جو اس سے پوچھے گا کیا تو بھر گئی؟ تو وہ جواب دے گی کہ کیا مجھ میں کہیں بھی کوئی جگہ باقی رہی ہے جس میں کوئی آ سکے؟ یعنی باقی نہیں رہی پھر ہو گئی۔ حضرت عوفی حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا یہ اس وقت ہوگا جبکہ اس میں سوئی کے تانکے کے برابر بھی جگہ باقی نہ رہے گی۔ واللہ اعلم۔

پھر فرماتا ہے جنت قریب کی جائے گی یعنی قیامت کے دن جو دور نہیں ہے اس لئے کہ جس کا آنا یقینی ہو وہ دور نہیں سمجھا جاتا۔ اَوَّابٌ کے معنی رجوع کرنے والا تو بہ کرنے والا گناہوں سے رک جانے والا۔ حَفِیْظٌ کے معنی وعدوں کا پابند۔ حضرت عبید بن عزیٰز فرماتے ہیں اَوَّابٌ وَ حَفِیْظٌ وہ ہے جو کسی مجلس میں بیٹھ کر ناٹھے جب تک کہ استغفار نہ کر لے۔ جو رحمان سے بن دیکھے ورتا رہے یعنی تنہائی میں بھی خوف خدا رکھے۔ حدیث میں ہے وہ بھی قیامت کے دن عرش خدا کا سایہ پائے گا جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرے اور اس کی آنکھیں نہ پلکیں اور قیامت کے دن اللہ کے پاس دل سلامت لے کر جائے۔ جو اس کی جانب جھٹکے والا ہو۔ اس میں یعنی جنت میں چلے جاؤ خدا کے تمام عذابوں سے تمہیں سلامتی مل گئی اور یہ بھی مطلب ہے کہ فرشتے ان پر سلام کریں گے یہ مخلوق دکھانے والے جنت میں ہمیشہ کے لئے جارہے ہو جہاں کبھی موت نہیں جہاں سے کبھی نکال دیئے جانے کا خطرہ نہیں جہاں سے تبدیلی اور ہیر پھیر نہیں۔ پھر فرمایا یہ وہاں جو چاہیں گے پائیں گے بلکہ اور زیادہ بھی۔ کثیر بن مرہ فرماتے ہیں مزید میں یہ بھی ہے کہ اہل جنت کے پاس سے ایک بادل گذرے گا جس میں سے ندا آئے گی کہ تم کیا چاہتے ہو؟ جو تم چاہو میں برساؤں۔ پس یہ جس چیز کی خواہش کریں گے اس سے برے گی۔

حضرت کثیر فرماتے ہیں اگر میں اس مرتبہ میں پہنچا اور مجھ سے سوال ہوا تو میں کہوں گا کہ خوبصورت خوش لباس جو ان کنوار یاں برساتی جائیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تمہارا بی جس پرند کے کھانے کو چاہے گا وہ اسی وقت بھنا بھنایا موجود ہو جائے گا۔ مسند احمد کی

مرفوع حدیث میں ہے کہ اگر بھتی اولاد چاہے گا تو ایک ہی ساعت میں حمل اور بچہ اور بچے کی جوانی ہو جائے گی۔ امام ترمذی اسے حسن غریب بتلاتے ہیں اور ترمذی میں یہ بھی ہے کہ جس طرح یہ چاہے گا ہو جائے گا اور آیت میں ہے لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ۔ مصیب بن سنان روئی فرماتے ہیں اس زیادتی سے مراد اللہ کریم کے چہرے کی زیارت ہے۔ حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں ہر جمعہ کے دن انہیں دیدار باری تعالیٰ ہو گا یہی مطلب مزید کا ہے۔ مسند شافعی میں ہے حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک سفید آئینہ لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے جس کے پتھوں بچ ایک نکتہ تھا۔ حضور نے پوچھا یہ کیا ہے؟ فرمایا یہ جمعہ کا دن ہے جو خاص آپ کو اور آپ کی امت کو بطور فضیلت کے عطا فرمایا گیا ہے۔ سب لوگ اس میں تمہارے پیچھے ہیں یہود بھی اور نصاریٰ بھی تمہارے لئے اس میں بہت کچھ خیر و برکت ہے اس میں ایک ایسی ساعت ہے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ سے جو مانگا جائے گا مل جاتا ہے ہمارے یہاں اس کا نام یَوْمُ الْمَرْزِدِ ہے حضور نے پوچھا یہ کیا ہے؟ فرمایا میرے رب نے جنت الفردوس میں ایک کشادہ میدان بنایا ہے جس میں مشکی ٹیلے ہیں جمعہ کے دن اللہ تعالیٰ جن جن فرشتوں کو چاہے اتارتا ہے اس کے ارد گرد نوری مہر ہوتے ہیں جن پر انبیاء علیہم السلام رونق افروز ہوتے ہیں یہ مہر سونے کے ہیں جس پر جزاؤں کے ہوئے ہیں۔ شہداء اور صدیق لوگ ان کے پیچھے ان مشکی ٹیلوں پر ہوں گے۔ اللہ عز و جل فرمائے گا میں نے اپنا وعدہ تم سے سچا کیا اب مجھ سے جو چاہو مانگو پاؤ گے۔ یہ سب کہیں گے ہمیں تیری خوشی اور رضا مندی مطلوب ہے۔ اللہ فرمائے گا تو میں تمہیں دے چکا میں تم سے راضی ہو گیا اس کے سوا بھی تم جو چاہو گے پاؤ گے اور میرے پاس اور زیادہ ہے۔ پس یہ لوگ جمعہ کے خواہش مند رہیں گے کیونکہ انہیں بہت سی نعمتیں اسی دن ملتی ہیں یہی دن ہے جس دن تمہارا رب عرش پر مستوی ہوا اسی دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے اور اسی دن قیامت آئے گی۔ اسی طرح اسے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الام کی کتاب الجمعہ میں بھی وارد کیا ہے امام ابن جریر نے اس آیت کی تفسیر کے موقع پر ایک بہت بڑا اثر وارد کیا ہے جس میں بہت سی باتیں غریب ہیں۔ مسند احمد میں ہے حضور فرماتے ہیں جنتی ستر سال تک ایک ہی طرف متوجہ بیٹھا رہے گا پھر ایک حور آئے گی جو اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے اپنی طرف متوجہ کرے گی وہ اتنی خوبصورت ہوگی کہ اس کے رخسار میں اسے اپنی شکل اس طرح نظر آئے گی جیسے آبدار آئینے میں وہ جو زیورات پہنے ہوئے ہوگی ان میں کا ایک ایک ادنیٰ موتی ایسا ہوگا کہ اس کی جوت سے ساری دنیا منور ہو جائے وہ سلام کرے گی یہ جواب دے کر پوچھے گا تم کون ہو؟ وہ کہے گی میں ہوں جسے قرآن میں ”مزید“ کہا گیا تھا۔ اس پر ستر ملے ہوں گے لیکن تاہم اس کی خوبصورتی اور چمک دمک اور صفائی کی وجہ سے باہر ہی سے اس کی پٹلی کا گودا تک نظر آئے گا اس کے سر پر جزاؤں کا تاج ہوگا جس کا ادنیٰ موتی مشرق و مغرب کو روشن کر دینے کے لئے کافی ہے۔

وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْنٍ هُمْ أَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوا
فِي الْبِلَادِ هَلْ مِنْ مَّحِيصٍ ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَذِكْرًا لِمَنْ كَانَ
لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ ۚ وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ
وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ۚ وَمَا مَسْنَاهُمْ لَلْغُوبِ ۚ
فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ
وَقَبْلَ الْغُرُوبِ ۚ وَمِنْ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَأَدْبَارَ السُّجُودِ ۚ

ان سے پہلے بھی ہم بہت سی امتوں کو ہلا کر چکے ہیں جو ان سے طاقت میں بہت زیادہ تھیں وہ شہروں میں دھوڑتے ہی رہ گئے کوئی بھاگنے کا ٹھکانہ ہے؟ اور اس میں ہر صاحب دل کے لئے عبرت ہے اور اس کے لئے جو دل سے متوجہ ہو کر کان لگائے یقیناً ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو صرف چھ دن میں پیدا کر دیا اور اسی نکلان نے چھوا تک نہیں کیا یہ جو کچھ کہتے ہیں تو اس پر صبر کرنا رہا اور اپنے رب کی تسبیح تعریف کے ساتھ بیان کرتا رہا سورج نکلنے سے پہلے بھی اور سورج غروب ہونے سے پہلے بھی اور رات کے کسی وقت بھی اور نماز کے بعد بھی

بے سود کوشش: ☆☆☆ (آیت ۳۶-۴۰) ارشاد ہوتا ہے کہ یہ کفار تو ہیں کیا چیز؟ ان سے بہت زیادہ قوت و طاقت اور اسباب تعداد کے لوگوں کو اسی جرم پر ہم تہ و بالا کر چکے ہیں جنہوں نے شہروں میں اپنی یادگاریں چھوڑ دیں زمین میں خوب فساد کیا تھا لمبے لمبے سفر کرتے تھے ہمارے عذاب دیکھ کر بچنے کی جگہ تلاش کرنے لگے مگر یہ کوشش بالکل بے سود تھی خدا کی قضاء و قدر اور اس کی پکڑ دھکڑ سے کون بچ سکتا تھا؟ پس تم بھی یاد رکھو کہ جس وقت میرا عذاب آگیا بظلمیں جھانکتے رہ جاؤ گے اور بھوسے کی طرح اڑا دیے جاؤ گے۔ ہر عقلمند کے لئے اس میں کافی عبرت ہے۔ اگر کوئی ایسا بھی ہو جو سمجھداری کے ساتھ کان لگائے وہ بھی اس میں بہت کچھ پا سکتا ہے یعنی دل کو حاضر کر کے کانوں سے نہ۔ پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس نے آسمانوں کو زمین کو اور اس کے درمیان کی چیزوں کو چھ روز میں پیدا کر دیا اور وہ تھا کائناتیں۔ اس میں بھی موت کے بعد کی زندگی پر خدا کے قادر ہونے کا ثبوت ہے کہ جو ایسی بڑی مخلوق کو اولا پیدا کر چکا ہے اس پر مردوں کا جلانا کیا بھاری ہے؟ حضرت قتادہ کا فرمان ہے کہ ملعون یہود کہتے تھے کہ چھ دن میں مخلوق کو رچا کر خالق نے ساتویں روز آرام کیا اور یہ دن ہفتہ کا تھا اس کا نام ہی انہوں نے یوم الراحة رکھ چھوڑا تھا۔

پس اللہ تعالیٰ نے ان کے اس واپسی خیال کی تردید کی کہ ہمیں تمھیں ہی نہ تھی آرام کیا؟ جیسے اور آیت میں ہے وَلَمْ يَعْزِبْ عَنْهَا لَيْلِيَّ كَمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ یعنی کیا انہوں نے نہیں دیکھا؟ کہ اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور ان کی پیدائش سے نہ تھا؟ وہ مردوں کے جلانے پر قادر نہیں؟ ہاں کیوں نہیں وہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔ ایک اور آیت میں ہے لَخَلَقُوا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَكْبَرَ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ الخ البتہ آسمان و زمین کی پیدائش لوگوں کی پیدائش سے بہت بڑی ہے۔ ایک اور آیت میں ہے أَأَنْتُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمْ السَّمَاءُ بَنَاهَا کیا تمہاری پیدائش زیادہ مشکل ہے یا آسمان کی؟ اسے خدا نے بنایا ہے۔ پھر فرمان ہوتا ہے کہ یہ جھٹلانے اور انکار کرنے والے جو ساتویں دن میں اسے صبر سے سنتے رہا اور انہیں مہلت دو ان کو چھوڑ دو اور سورج نکلنے سے پہلے اور ڈوبنے سے پہلے اور رات کو خدا کی پاکی اور تعریف کیا کرو۔ معراج سے پہلے صبح کی اور عصر کی نماز فرض تھی اور رات کی تہہ آپ پر اور آپ کی امت پر ایک سال تک واجب رہی اس کے بعد آپ کی امت سے اس کا وجوب منسوخ ہو گیا۔ اس کے بعد معراج والی رات پانچ نمازیں فرض ہوئیں جن میں فجر اور عصر کی نمازیں جوں کی توں رہیں۔ پس سورج نکلنے سے پہلے اور ڈوبنے سے پہلے سے مراد فجر کی اور عصر کی نماز ہے۔

مند احمد میں ہے ہم حضور کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے آپ نے چودھویں رات کے چاند کو دیکھا اور فرمایا تم اپنے رب کے سامنے پیش کئے جاؤ گے اور اسے اس طرح دیکھو گے جیسے اس چاند کو دیکھ رہے ہو جس کے دیکھنے میں کوئی دھکا جلی نہیں پس اگر تم سے ہو سکے تو خبردار سورج نکلنے سے پہلے کی اور سورج ڈوبنے سے پہلے کی نمازوں سے غافل نہ ہو جایا کر ڈھیر آپ نے آیت وَتَسْبِيحُ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ پر بھی یہ حدیث بخاری مسلم میں بھی ہے۔ رات کو بھی اس کی تسبیح بیان کر یعنی نماز پڑھ۔ جیسے فرمایا وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَسْتَجِبْ الخ یعنی رات کو تہج کی نماز پڑھا کر یہ زیادتی خاص تیرے لئے ہی ہے تجھے تیرا رب مقام محمود میں کھڑا کرنے والا ہے۔ بعدوں کے پیچھے سے مراد بقول حضرت ابن عباس نماز کے بعد خدا کی پاکی بیان کرنا ہے۔ صحیحین میں حضرت

ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس مفلس مہاجر آئے اور کہا یا رسول اللہ! مالدار لوگ بلند درجے اور نیچلی والی نعمتیں حاصل کر چکے۔ آپ نے فرمایا یہ کیسے؟ جواب دیا کہ ہماری طرح نماز روزہ تو وہ بھی کرتے ہیں لیکن وہ صدقہ دیتے ہیں جو ہم نہیں دے سکتے وہ غلام آزاد کرتے ہیں جو ہم نہیں کر سکتے۔ آپ نے فرمایا آؤ تمہیں ایک ایسا عمل بتاؤں کہ جب تم اسے کرو تو سب سے آگے نکل جاؤ اور تم سے افضل کوئی نہ نکلے لیکن جو اس عمل کو کرے۔ تم ہر نماز کے بعد تینتیس تینتیس مرتبہ سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر پڑھ لیا کرو پھر وہ آئے اور کہا یا رسول اللہ! ہمارے مال دار بھائیوں نے بھی آپ کی اس حدیث کو سنا اور وہ بھی اس عمل کو کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا پھر یہ تو اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد مغرب کے بعد کی دو رکعتیں ہیں۔ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت حسن بن علیؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہم کا یہی فرمان ہے اور یہی قول ہے حضرت مجاہدؓ، حضرت عکرمہؓ، حضرت شعبیؓ، حضرت نخعیؓ، حضرت قتادہؓ، رحمہم اللہ وغیرہ کا۔ مسند احمد میں ہے حضور ہر فرض نماز کے بعد دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے فجر اور عصر کی نماز کے۔ عبدالرحمن فرماتے ہیں ہر نماز کے پیچھے۔

ابن ابی حاتم میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ میں نے ایک رات رسول اللہ ﷺ کے ہاں گزاری آپ نے فجر کے فرضوں سے پہلے دو رکعتیں ادا کیں پھر گھر سے نماز کے لئے نکلے اور فرمایا اے ابن عباسؓ! فجر کے پہلے کی دو رکعتیں اذکار السُّجُود میں اور مغرب کے بعد کی دو رکعتیں اذکار السُّجُود ہیں۔ یہ اسی رات کا ذکر ہے جس رات حضرت عبداللہؓ نے تہجد کی نماز کی تیرہ رکعتیں آپ کی اقتدا میں ادا کی تھیں اور یہ رات آپ کی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی باری کی تھی۔ لیکن اوپر جو بیان ہوا یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے اور امام ترمذی اسے غریب بتلاتے ہیں۔ ہاں اصل حدیث تہجد کی تو بخاری مسلم میں ہے۔ ممکن ہے کہ پچھلا کلام حضرت ابن عباسؓ کا اپنا ہو واللہ اعلم

وَأَسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيبٍ ۖ يَوْمَ يَسْمَعُونَ
الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ۚ ذَٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوجِ ۖ إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ
وَالْيَنَّا الْمَصِيرُ ۖ يَوْمَ تَشْقُقُ الْأَرْضُ عَنْهُمْ سَرْعًا ۚ ذَٰلِكَ حَشَرٌ
عَلَيْنَا لَئِيْسِيرٌ ۖ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ
بِجَبَّارٍ ۖ فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَنْ يَخَافُ وَعِيدِ ۖ

اور سن رکھو کہ جس دن ایک پکارنے والا قریب کی جگہ سے پکارے گا کہ جس روز اس تندہ تیز چیخ کو یقین کے ساتھ سب سن لیں گے یہ دن ہوگا نکلنے کا ہم ہی جلاتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہماری ہی طرف لوٹ پھر کر آئے گا کہ جس دن زمین پھٹ جائے گی اور یہ دوڑتے ہوئے نکل پڑیں گے یہ جمع کر لینا ہم پر بہت ہی آسان ہے کہ جو کچھ کہہ رہے ہیں ہم بخوبی جانتے ہیں ○

جب ہم سب قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے ☆ ☆ (آیت: ۴۱-۴۵) حضرت کعب احبارؓ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو حکم دے گا کہ بیت المقدس کے چھر پر کھڑا ہو کر آواز لگائے کہ اسے سزای گئی پڑا اور اسے جسم کے متفرق اجزاء اللہ تعالیٰ تمہیں جمع ہو جانے کا حکم دیتا ہے تاکہ تمہارے درمیان فیصلہ کر دے۔ پس مراد اس سے صور ہے یہ حق اس شک و شبہ اور اختلاف کو مٹا دے گا جو اس سے پہلے تھا یہ قبروں سے نکل کھڑے ہوتے کا دن ہوگا۔ لہذا یہ آیت اگر پھر لوٹا ناوا تمام خلائق کو ایک جگہ لوٹانا یہ ہمارے ہی بس کی بات ہے۔ اس وقت ہر

ایک کو اس کے عمل کا بدلہ ہم دیں گے۔ تمام بھلائی برائی کا عوض ہر ہر شخص پالے گا زمین پھٹ جائے گی اور سب جلدی جلدی اٹھ کھڑے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش برسانے گا جس سے مخلوقات کے بدن اگنے لگیں گے جس طرح کچھڑ میں پڑا ہوا دانہ بارش سے اگ جاتا ہے۔ جب جسم کی پوری نشوونما ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ حضرت اسرافیل کو صور پھونکنے کا حکم دے گا۔ تمام روئیں صور کے سوراخ میں ہوں گی ان کے صور پھونکتے ہی روئیں آسمان کے درمیان پھرنے لگ جائیں گی اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے عزت و جلال کی قسم ہے ہر روح اپنے اپنے جسم میں چلی جائے جسے اس نے دنیا میں آباد کر رکھا تھا۔ پس ہر روح اپنے اپنے اصلی جسم میں جاٹے گی اور جس طرح زہریلے جانور کا راکھو چو پائے کے رگ و ریشہ میں بہت جلد بکھج جاتا ہے اس طرح اس جسم کے رگ و ریشہ میں فوراً روح دوڑ جائے گی اور ساری مخلوق اللہ کے فرمان کے ماتحت دوڑتی ہوئی جلد از جلد میدان محشر میں حاضر ہو جائے گی یہ وقت ہوگا جو کافروں پر بہت ہی سخت ہوگا۔ فرمان باری ہے یَوْمَ یَدْعُوکُمْ فَتَنْسَبِحِبْنُوْٓۤا بِحَمْدِہٖ اٰی، یعنی جس دن وہ تمہیں پکارے گا تم اس کی تعریفیں کرتے ہوئے جواب دو گے اور سمجھتے ہو گے کہ تم بہت ہی کم ٹھہرے۔

صحیح مسلم میں ہے حضورؐ فرماتے ہیں سب سے پہلے میری قبر کی زمین شق ہوگی۔ فرماتا ہے کہ یہ دوبارہ کھڑا کرنا ہم پر بہت ہی اور بالکل آسان ہے۔ جیسے اللہ جل جلالہ نے فرمایا وَمَا أَمَرْنَا إِلَّا وَاحِدَةً كَلِمَةٍ بِالْبَصَرِ یعنی ہمارا حکم اس طرح یکبارگی ہو جائے گا جیسے آکھ کا جھپکنا۔ ایک اور آیت میں ہے مَا خَلَقَكُمْ وَلَا يَغْنُكُمُ إِلَّا كَنَفٍ وَاحِدَةٍ یعنی تم سب کا پیدا کرنا اور پھر مارنے کے بعد جلا دینا ایسا ہی ہے جیسے ایک شخص کا۔ اللہ تعالیٰ سننے دیکھنے والا ہے۔ پھر جناب باری کا ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی! یہ جو کچھ کہہ رہے ہیں ہمارے علم سے باہر نہیں تو اسے اہمیت نہ دے ہم خود نیت لیں گے۔ جیسے اور جگہ ہے وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ اِنَّ خَلْقَ وَاقِعِي هَمِيسٌ مَّعْلُومٌ ہے کہ یہ لوگ جو باتیں بتاتے ہیں اس سے آپؐ تنگ دل ہیں سو اس کا علاج یہ ہے کہ آپؐ اپنے پروردگار کی پاکی اور تعریف کرتے رہے اور نمازوں میں رہے اور موت آجائے تک اپنے رب کی عبادت میں لگے رہے۔ پھر فرماتا ہے تو انہیں ہدایت پر جبرائیلؑ لاسکتا نہ ہم نے تجھے اس کی تکلیف دی ہے۔ یہ بھی معنی ہیں کہ ان پر جبر نہ کرو۔ لیکن پہلا قول اولیٰ ہے کیونکہ الفاظ میں یہ نہیں کہ تم ان پر جبر نہ کرو بلکہ یہ ہے کہ تم ان پر جبر نہیں ہو یعنی آپؐ تبلیغ کر کے اپنے فریضے سے سبکدوش ہو جائے۔ جبر معنی میں اجبر کے بھی آتا ہے۔ آپؐ نصیحت کرتے رہے جس کے دل میں خوف خدا ہے جو اس کے عذابوں سے ڈرتا ہے اور اس کی رحمتوں کا امیدوار ہے وہ ضرور اس تبلیغ سے نفع اٹھائے گا اور راہ راست پر آجائے گا۔ جیسے فرمایا ہے فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ یعنی تجھ پر صرف پہنچا دینا ہے حساب تو ہمارے ذمے ہے۔ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں فَإِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ لَّسْتَ بِمُصَيِّرٍ تو نصیحت کر دے تو صرف نصیحت کرنے والا ہے کچھ ان پر داروغہ نہیں۔ ایک اور جگہ ہے تجھ پر ان کی ہدایت نہیں بلکہ خدا جسے چاہے ہدایت کرتا ہے۔ اور جگہ ہے اِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ اَحْبَبْتَ یعنی تم جسے چاہو ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ خدا جسے چاہے راہ راست پر لا کھڑا کرتا ہے۔ اسی مضمون کو یہاں بھی بیان فرمایا ہے۔

حضرت قادہ اس آیت کو سن کر یہ دعا کرتے اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِمَّنْ يَخَافُ وَعَبِدُكَ وَيَرْجُو مَوْعِدَكَ يَا بَارِئَا رَحِمِمْ
یعنی اے اللہ! تو ہمیں ان میں سے کر جو تیری سزاؤں کے ڈر اے سے ڈرتے ہیں اور تیری نعمتوں کے وعدے کی امید لگائے ہوئے ہیں
اے بہت زیادہ احسان کرنے والے اور اے بہت زیادہ رحم کرنے والے۔ سورۃ ق کی تفسیر ختم ہوئی۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَحَسْبُنَا
اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ۔

تفسیر سورۃ الذاریات

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَالذَّرِيَّتِ ذُرُوءًا ۖ فَالْحُمُلِ وَقَرَأَ ۖ فَالْجُرَيْتِ يُسْرًا ۖ
 فَالْمَقْسِمِ أَمْرًا ۖ إِنَّمَا تُوعَدُونَ لَصَادِقٌ ۖ وَإِنَّ الدِّينَ لَوَاقِعٌ ۖ
 وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْحُبْلِ ۖ إِنَّكُمْ لَفِي قَوْلٍ مُخْتَلِفٍ ۖ يُؤَفِّكُ عَنْهُ مَنْ
 أَفَكَ ۖ قَتَلَ الْخَرِصُونَ ۖ الَّذِينَ هُمْ فِي غَمَرَةٍ سَاهُونَ ۖ
 يَسْأَلُونَ آيَانَ يَوْمِ الدِّينِ ۖ يَوْمَهُمْ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُونَ ۖ
 ذُوقُوا فِتْنَتَكُمْ هَذَا الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تَسْتَعْجِلُونَ ۖ

مہربان اور کریم فرما معبود برحق کے نام سے شروع ○

تم ہے بکھیرنے والیوں کی ازاد کر ○ پھر اٹھانے والیاں بوجھو ○ پھر چلنے والیاں نرمی سے ○ پھر کام کو تقسیم کرنے والیاں ○ یقین مانو تم سے جو وعدے کئے جاتے ہیں سب سچے ہیں ○ اور چٹک انصاف ہونے والا ہی ہے ○ قسم ہے راہوں والے آسمان کی ○ یقیناً تم مختلف بات میں پڑے ہوئے ہو ○ اس سے وہی باز رکھا جاتا ہے جو پھیر دیا گیا ہو ○ سب سے بد باتیں بنانے والے غارت کر دے گا ○ جو غفلت میں ہیں اور جو بولے ہوئے ہیں ○ پوچھتے ہیں کہ یوم جزا کب ہو گا ○ ہاں یہ وہ دن ہے کہ یہ آگ پر اٹلے سیدھے پڑیں گے ○ اپنی سزا کا مزہ چکھو یہی ہے جس کی تم جلدی چارہ ہے ○

(آیت ۱-۱۳) خلیفۃ المسلمین حضرت علی کریم اللہ وجہہ کونے کے ممبر پر چڑھ کر ایک مرتبہ فرمانے لگے کہ قرآن کریم کی جس آیت کی بابت اور جس سنت رسول کی بابت تم کوئی سوال کرنا چاہتے ہو کرلو۔ اس پر ابن الکواء نے کھڑے ہو کر پوچھا کہ ذاریات سے کیا مراد ہے؟ فرمایا ہوا پوچھا حامیلات سے؟ فرمایا ابر۔ کہا جاریات سے؟ فرمایا کشتیاں کہا مَقْسِمَات سے؟ فرمایا فرشتے۔ اس بارے میں ایک مرفوع حدیث بھی آئی ہے۔ بزار میں ہے صبیغ شیبی امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا تلاؤ ذاریات سے کیا مراد ہے؟ فرمایا ہوا اور اسے میں نے اگر رسول اللہ ﷺ سے سنا ہوا نہ ہوتا تو میں بھی نہ کہتا۔ پوچھا مَقْسِمَات سے کیا مراد ہے؟ فرمایا فرشتے اور اسے میں نے حضور سے سن رکھا ہے۔ پوچھا جاریات سے کیا مطلب ہے؟ فرمایا کشتیاں یہ بھی اگر میں نے رسول اللہ ﷺ سے نہ سنا ہوتا تو تجھ سے نہ کہتا۔ پھر حکم دیا کہ اسے سو کوڑے لگائے جائیں چنانچہ اسے درے مارے گئے اور ایک مکان میں رکھا گیا جب زخم اچھے ہو گئے تو بلوا کر پھر سو کوڑے پٹوائے اور سوار کر کر حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجا کہ یہ کسی مجلس میں نہ بیٹھنے پائے کچھ دنوں بعد یہ حضرت ابو موسیٰ کے پاس آئے اور بڑی سخت تاکید یہ قسمیں کھا کر انہیں یقین دلایا کہ اب میرے خیالات کی پوری اصلاح ہو چکی اب میرے دل میں بدعتیہ کی نہیں رہی جو پہلے تھی۔

چنانچہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے جناب امیر المؤمنین کی خدمت میں اس کی اطلاع دی اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ میرا خیال ہے کہ اب وہ واقعی ٹھیک ہو گیا ہے۔ اس کے جواب میں دربار خلافت سے فرمان پہنچا کہ پھر انہیں مجلس میں بیٹھنے کی اجازت دے دی جائے۔

امام ابو بکر بزاز فرماتے ہیں اس کے دو راویوں میں کلام ہے جس حدیث ضعیف ہے۔ ٹھیک بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ حدیث بھی موقوف ہے یعنی حضرت عمرؓ کا اپنا فرمان ہے مرفوع حدیث نہیں۔ امیر المؤمنین نے اسے جو پڑھایا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کی بدعتی گدی آپ پر ظاہر ہو چکی تھی اور اس کے یہ سوالات از روئے انکار اور مخالفت کے تھے واللہ اعلم۔ صبیح کے باپ کا نام غسل تھا اور اس کا یہ قصہ مشہور ہے جسے پورا پورا حافظ ابن عساکر لائے ہیں۔ یہی تفسیر حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت مجاہدؓ، حضرت سعید بن جبیرؓ، حضرت حسنؓ، حضرت قتادہؓ، حضرت سدیؓ وغیرہ سے مروی ہے۔ امام ابن جریرؓ اور امام ابن ابی حاتمؓ نے ان آیتوں کی تفسیر میں اور کوئی قول وارد ہی نہیں کیا۔ حادثات سے مراد ابراہو نے کا محاورہ اس شعر سے بھی پایا جاتا ہے۔

واسلمت نفسی لمن اسلمت له المزن تحمل عذابا لا لا

یعنی میں اپنے آپ کو اس خدا کا تابع فرمان کرتا ہوں جس کے تابع فرمان وہ بادل ہیں جو صاف شفاف میٹھے اور بجکے پانی کو اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ جاریات سے مراد بعض نے ستارے لی ہے جو آسمان پر چلتے پھرتے رہتے ہیں یہ معنی لینے میں ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ہوگی۔ اولاً ہوا پھر بادل پھر ستارے پھر فرشتے۔ جو کبھی اللہ کا حکم لے کر اترتے ہیں کبھی کوئی پیر در کردہ کام بجالانے کے لئے تشریف لاتے ہیں۔ چونکہ یہ سب قسمیں اس بات پر ہیں کہ قیامت ضرور آئی ہے اور لوگ دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اس لئے ان کے بعد ہی فرمایا کہ تمہیں جو وعدہ دیا جاتا ہے وہ سچا ہے اور حساب کتاب جزا و سزا ضرور واقع ہونے والی ہے۔ پھر آسمان کی قسم کھائی جو خوبصورتی، رونق، حسن اور برابری والا ہے۔ بہت سے سلف نے یہی معنی حبک کے بیان کئے ہیں۔ حضرت ضحاکؓ وغیرہ فرماتے ہیں کہ پانی کی موجیں ریت کے ذرے اور کھیتوں کے پتے ہوا کے زور سے جب لہراتے ہیں اور پرچمن لہرے دار ہو جاتے ہیں اور گویا ان میں راستے پڑ جاتے ہیں اسی کو حبک کہتے ہیں۔ ابن جریر کی ایک حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تمہارے پیچھے کذاب بھگانے والا ہے اس کے سر کے بال پیچھے کی طرف سے جک جبک ہیں یعنی گھونگر والے۔ ابوصالح فرماتے ہیں جبک سے مراد شدت والا خلیفہ کہتے ہیں مراد خوش منظر ہے۔

حسن بھری فرماتے ہیں اس کی خوبصورتی اس کے ستارے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں اس سے مراد ساتواں آسمان ہے۔ ممکن ہے آپ کا مطلب یہ ہو کہ قائم رہنے والے ستارے اس آسمان میں ہیں۔ اکثر علماء ہیبت کا بیان ہے کہ یہ آغوش آسمان میں ہیں جو ساتویں کے اوپر ہے واللہ اعلم۔ ان تمام اقوال کا حاصل ایک ہی ہے یعنی حسن و رونق والا آسمان۔ اس کی بلندی اس کی صفائی اس کی پاکیزگی اس کی بناوٹ کی عمدگی اس کی مضبوطی اس کی چوڑائی اور کشادگی اس کا ستاروں سے جگمگا جانے میں سے بعض چلتے پھرتے رہتے ہیں اور بعض ٹھہرے ہوئے ہیں اس کا سورج اور چاند جیسے سیاروں سے مزین ہونا یہ سب اس کی خوبصورتی اور عمدگی کی چیزیں ہیں۔ پھر فرماتا ہے اسے شکر! تم اپنے ہی اقوال میں مختلف اور مضطرب ہو تم کسی صحیح نتیجے پر اب تک خود اپنے طور پر بھی نہیں پہنچے ہو۔ کسی زائے پر تمہارا اجتماع نہیں۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان میں سے بعض تو قرآن کو سچا جانتے تھے بعض اس کی تکذیب کرتے تھے۔ پھر فرماتا ہے یہ حالت اسی کی ہوتی ہے جو خود گمراہ ہو۔ وہ اپنے ایسے باطل اقوال کی وجہ سے بہک اور بھٹک جاتا ہے صحیح سمجھ اور سچا علم اس سے فوت ہو جاتا ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے فَإِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفَاتِتِينَ إِلَّا مَنْ هُوَ صَالِحٌ عَمِلَ لِنَفْسِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ۔ حضرت ابن عباسؓ اور سدیؓ فرماتے ہیں اس سے گمراہ وہی ہوتا ہے جو خود بہکا ہوا ہو۔ حضرت مجاہدؓ فرماتے ہیں اس سے دور وہی ہوتا ہے جو بھلائیوں سے دور ڈال دیا گیا ہے۔ حضرت امام حسن بھریؓ فرماتے ہیں قرآن سے

دی ہوتا ہے جو اس سے پہلے ہی سے جھٹلانے پر کمر کر لے۔ پھر فرماتا ہے کہ بے سند باتیں کہنے والے ہلاک ہوں، یعنی جھوٹی باتیں بنانے والے جنہیں یقین نہ تھا جو کہتے تھے کہ ہم اٹھا لیں نہیں جائیں گے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں یعنی شک کرنے والے ملعون ہیں۔

حضرت معاذ بھی اپنے خطبے میں یہی فرماتے تھے یہ دھوکے والے اور بدگمان لوگ ہیں۔ پھر فرمایا جو لوگ اپنے کفر و شک میں غافل اور بے پرواہ ہیں۔ یہ لوگ از روئے انکار پوچھتے ہیں کہ جزا کا دن کب آئے گا؟ اللہ فرماتا ہے اس دن تو یہ آگ میں تپتاے جائیں گے جس طرح سونا تپایا جاتا ہے یہ اس میں جلیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ جلتے کا مزہ چکھو۔ اپنے کثرت کے بدلے برداشت کرو۔ پھر ان کی اور زیادہ حقارت کے لئے ان سے بطور ڈانٹ ڈپٹ کے کہا جائے گا یہی ہے جس کی جلدی عمار ہے تھے کہ کب آئے گا کب آئے گا واللہ اعلم۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ۖ اخْذِينَ مَا اتَّهَمُوا رَبَّهُمْ ۗ إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذَلِكَ مُحْسِنِينَ ﴿۱۶﴾

بلکہ تقویٰ والے لوگ عیشوں میں اور چشموں میں ہوں گے ○ ان کے رب نے جو کچھ انہیں عطا فرمایا ہے اسے لے رہے ہوں گے وہ تو اس سے پہلے ہی نیک کار تھے ○

حسن کار کردگی کے انعامات: ☆ ☆ (آیت: ۱۵-۱۶) پر ہرگز گار خدا ترس لوگوں کا انجام بیان ہو رہا ہے کہ یہ قیامت کے دن جنتوں میں اور نہروں میں ہوں گے بخلاف ان بدکرداروں کے جو عذاب و سزائیں طوق و زنجیر میں، سختی اور مار پیٹ میں ہوں گے۔ جو فرائض خدا ان کے پاس آئے تھے یہ ان کے حامل تھے اور ان سے پہلے بھی وہ اخلاص کے کام کرنے والے تھے۔ لیکن اس تفسیر میں ذرا تامل ہے دو وجہ سے اول تو یہ کہ یہ تفسیر حضرت ابن عباس کی کہی جاتی ہے لیکن سند صحیح سے ان تک نہیں پہنچی بلکہ اس کی یہ سند بالکل ضعیف ہے دوسرے یہ کہ اخذین کا لفظ حال ہے اگلے جملے سے تو یہ مطلب ہوا کہ متقی لوگ جنت میں خدا کی دی ہوئی نعمتیں حاصل کر رہے ہوں گے۔ اس سے پہلے وہ بھلائی کے کام کرنے والے تھے یعنی دنیا میں۔ جیسے اللہ تعالیٰ بل جلالہ نے اور آیتوں میں فرمایا کُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ یعنی وار دنیا میں تم نے جو نیکیاں کی تھیں ان کے بدلے اب تم یہاں شوق سے پاکیزہ و پسندیدہ کھا پیتے رہو۔

كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ ۖ وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ﴿۱۷﴾ وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ۖ وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ ۖ وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصَرُونَ ﴿۱۸﴾ وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ۖ قُورَبَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَا أَنَّكُمْ تَنْطِقُونَ ﴿۱۹﴾

وہ رات کو بہت کم سویا کرتے تھے ○ اور آخری رات میں استغفار کیا کرتے تھے ○ اور ان کے مال میں مانگنے والوں کا اور سوال سے بچنے والوں کا حق تھا ○ یقین والوں کے لئے تو زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں ○ اور خود تمہاری ذات میں بھی تو کیا تم دیکھتے نہیں ہو؟ ○ اور تمہاری روزی اور جو تم سے وعدہ کیا جاتا ہے سب آسمان میں ہے ○ آسمان و زمین کے پروردگار کی قسم کی یہ بالکل برحق ہے ایسا ہی جیسے تم باتیں کرتے ہو ○

(آیت ۱۷-۲۳) پھر اللہ تبارک و تعالیٰ ان کے عمل کے اخلاص یعنی ان کے احسان کی تفصیل بیان فرما رہا ہے کہ یہ رات کو بہت کم سویا کرتے تھے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں یہاں ممانافہ ہے تو بقول حضرت ابن عباسؓ وغیرہ یہ مطلب ہوگا کہ ان پر کوئی رات ایسی نہ گذرتی تھی جس کا کچھ حصہ یا خدا میں نہ گذارتے ہوں خواہ اول میں کچھ نوافل پڑھ لیں خواہ درمیان میں۔ یعنی کچھ نہ کچھ کسی نہ کسی وقت نماز عموماً ہر رات پڑھ ہی لیا کرتے تھے ساری رات سوتے سوتے نہیں گذارتے تھے۔ حضرت ابو العالیہؓ وغیرہ فرماتے ہیں یہ لوگ مغرب، عشاء کے درمیان کچھ نوافل پڑھ لیا کرتے تھے۔ امام ابو جعفر باقر فرماتے ہیں مراد یہ ہے کہ عشاء کی نماز پڑھنے سے پہلے نہیں سوتے تھے۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ ما موصولہ ہے یعنی ان کی نیندرات کی کم تھی، کچھ سوتے تھے کچھ جاگتے تھے اور اگر دل لگ گیا تو صبح ہو جاتی تھی اور پھر بچھل رات کو جناب باری میں گڑا کر تو پتہ استغفار کرتے تھے۔ حضرت اخف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کا یہ مطلب بیان کر کے پھر فرماتے تھے افسوس مجھ میں یہ بات نہیں۔ آپ کے شاگرد خوبہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے جہنمیوں کے جو اعمال اور جو صفات بیان ہوئے ہیں میں جب کبھی اپنے اعمال و صفات کو ان کے مقابلے میں دیکھتا ہوں تو بہت کچھ فاصلہ پاتا ہوں۔ لیکن الحمد للہ جہنمیوں کے عقائد کے بالمقابل جب میں اپنے عقائد کو لاتا ہوں تو میں دیکھتا ہوں کہ وہ لوگ تو بالکل ہی خیر سے خالی تھے وہ کتاب اللہ کے منکر وہ رسول اللہ کے منکر وہ موت کے بعد کی زندگی کے منکر پس ہماری تو حالت وہی ہے جو خدائے تعالیٰ نے اس قسم کے لوگوں کی بتلائی ہے خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخِرَ سَيِّئًا یعنی نیکیاں بدیاں ملی جلی۔ حضرت زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ سے قبیلہ بنو قیس کے ایک شخص نے کہا اے ابوسعید! یہ صفت تو ہم میں نہیں پائی جاتی کہ ہم رات کو بہت کم سوتے ہوں بلکہ ہم تو بہت کم وقت عبادت خدا میں گذارتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا وہ شخص بھی بہت ہی خوش نصیب ہے جو نیند اتنے تو سو جائے اور جاگے تو اللہ سے ڈرتا رہے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب شروع شروع رسول اللہ ﷺ مدینہ شریف میں تشریف لائے تو لوگ آپ کی زیارت کے لئے ٹوٹ پڑے اور اس مجمع میں میں بھی تھا واللہ آپ کے مبارک چہرہ پر نگاہ پڑتے ہی اتنا تو میں نے یقین کر لیا کہ یہ نورانی چہرہ کسی جموں نے انسان کا نہیں ہو سکتا۔ سب سے پہلی بات جو رسول کریم ﷺ کی میرے کان میں پڑی تھی کہ آپ نے یہ فرمایا اے لوگو! کھانا کھاتے رہو اور صلہ رحمی کرتے رہو اور سلام کیا کرو اور راتوں کو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں نماز ادا کرو تو تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جنت میں ایسے بالا خانے ہیں جن کے اندر کا حصہ باہر سے اور باہر کا حصہ اندر سے نظر آتا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یا رسول اللہ! یہ کن کے لئے ہیں؟ فرمایا ان کے لئے جو نرم کلام کریں اور دوسروں کو کھلاتے پلاتے رہیں اور جب لوگ سوئے ہوئے ہوں یہ نمازیں پڑھتے رہیں۔ حضرت زہریؒ اور حضرت حسنؒ فرماتے ہیں اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ وہ رات کا اکثر حصہ تہجد گزاری میں نکالتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ رات کا بہت کم حصہ وہ سوتے ہیں۔ حضرت ضحاکؒ كَانُوا قَلِيلًا كَوَاسٍ سے پہلے کے جملے کے ساتھ ملاتے ہیں اور مِنْ اللَّيْلِ سے ابتدا اہلتا ہے لیکن اس قول میں بہت دوری اور تکلف ہے۔ پھر اللہ عز وجل ارشاد فرماتا ہے سحر کے وقت وہ استغفار کرتے ہیں۔ مجاہدؒ وغیرہ فرماتے ہیں یعنی نماز پڑھتے ہیں۔ اور مفسرین فرماتے ہیں راتوں کو قیام کرتے ہیں اور صبح کے ہونے کے وقت اپنے گناہوں کی معافی طلب کرتے ہیں۔ جیسے اور جگہ فرمان باری ہے وَالْمُتَسْتَغْفِرِينَ بِالْأَسْحَارِ یعنی سحر کے وقت یہ لوگ استغفار کرنے لگ جاتے ہیں۔ اگر یہ استغفار نماز میں ہی ہو تو بھی بہت اچھا ہے صحاح وغیرہ میں صحابہ کی ایک جماعت کی کئی روایتوں سے ثابت ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا جب آخری تہائی رات باقی رہ جاتی ہے اس وقت اللہ تبارک و تعالیٰ ہر رات کو آسمان

دنیا کی طرف اترتا ہے اور فرماتا ہے، کوئی گنہگار ہے؟ جو توبہ کرے اور میں اس کی توبہ قبول کروں؟ کوئی استغفار کرنے والا ہے جو استغفار کرے اور میں اسے بخشوں؟ کوئی مانگنے والا ہے جو مانگے اور میں اسے دوں؟ فجر کے طلوع ہونے تک یہی فرماتا ہے۔ اکثر مفسرین نے فرمایا کہ نبی اللہ حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے لڑکوں سے جو فرمایا تھا کہ سَوَفَ اسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّیْ میں اب عقرب تہمارے لیے استغفار کروں گا اس سے بھی مطلب یہی تھا کہ حیر کا وقت جب آئے گا تب میں استغفار کروں گا۔

پھر ان کا یہ وصف بیان کیا جاتا ہے کہ جہاں یہ نمازی ہیں اور حق اللہ ادا کرتے ہیں وہاں لوگوں کے حق بھی نہیں بھولتے۔ زکوٰۃ دیتے ہیں، سلوک احسان اور صلہ رحمی کرتے ہیں۔ ان کے مال میں ایک مقررہ حصہ مانگنے والوں اور ان ہقداروں کا ہے جو سوال سے بچتے ہیں۔ ابو داؤد وغیرہ میں ہے رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں سائل کا حق ہے گودہ گھوڑا سوار ہو، معزوم وہ ہے جس کا کوئی حصہ بیت المال میں نہ ہو خود اس کے پاس کوئی کام کاج نہ ہو، صنعت و حرفت یاد نہ ہو جس سے روزی کما سکے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں اس سے مراد وہ لوگ ہیں کہ کچھ سلسلہ کمانے کا کر رکھا ہے لیکن اتنا نہیں پاتے کہ انہیں کافی ہو جائے۔ حضرت ضحاکؒ فرماتے ہیں وہ شخص جو مالدار تھا لیکن مال تباہ ہو گیا، چنانچہ یمامہ میں جب پانی کی طغیانی آئی اور ایک شخص کا تمام مال اسباب بہالے لگی تو ایک صحابی نے فرمایا یہ محروم ہے اور بزرگ مفسرین فرماتے ہیں محروم سے مراد وہ شخص ہے جو باوجود حاجت کے کسی سے سوال نہیں کرتا۔ ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم فرماتے ہیں مسکین صرف وہی لوگ نہیں جو گھومنے پھرتے ہیں اور جنہیں ایک دو لقمے یا ایک دو کھجوریں تم دے دیا کرتے ہو بلکہ حقیقتاً وہ لوگ بھی مسکین ہیں جو اتنا نہیں پاتے کہ انہیں حاجت نہ رہے نہ اپنا حال قال ایسا رکھتے ہیں کہ کسی پر ان کی حاجت و افلاس ظاہر ہو اور کوئی انہیں صدقہ دے (بخاری مسلم)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے شریف جارہے تھے کہ راستے میں ایک کتا پاس آ کر کھڑا ہو گیا آپ نے ذبح کردہ بکری کا ایک شانہ نکال کر اس کی طرف ڈال دیا اور فرمایا لوگ کہتے ہیں یہ بھی محروم میں سے ہے۔ حضرت شعبیؒ فرماتے ہیں میں تو عاجز آ گیا لیکن محروم کے معنی معلوم نہ کر سکا۔ امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں محروم وہ ہے جس کے پاس مال نہ رہا ہو خواہ کچھ بھی ہو یعنی حاصل ہی نہ کر سکا۔ کمانے کھانے کا سلیقہ ہی نہ ہو یا کام ہی نہ چلتا ہو یا کسی آفت کے باعث جمع شدہ مال ضائع ہو گیا ہو وغیرہ۔ ایک مرتبہ اللہ کے رسول ﷺ نے ایک جھوٹا سالک کافروں کی سرکوبی کے لئے روانہ فرمایا خدا نے انہیں غلبہ دیا اور مال غنیمت بھی ملا پھر کچھ لوگ آپ کے پاس وہ بھی آگئے جو غنیمت حاصل ہونے کے وقت موجود نہ تھے، پس یہ آیت اتری۔ اس کا اقتضا تو یہ ہے کہ یہ آیت مدنی ہو لیکن دراصل ایسا نہیں بلکہ یہ آیت مکی ہے۔ پھر فرماتا ہے یقین رکھنے والوں کے لئے زمین میں بھی بہت سے نشانات قدرت موجود ہیں جو خالق کی عظمت و عزت، ہیبت و جلالت پر دلالت کرتے ہیں دیکھو کہ کس طرح اس میں حیوانات اور نباتات کو پھیلا دیا ہے اور کس طرح اس میں پہاڑوں، میدانوں، سمندروں اور دریاؤں کو رواں کیا ہے۔ پھر انسان پر نظر ڈالو ان کی زبانوں کے اختلاف کو ان کے رنگ روپ کے اختلاف کو ان کے ارادوں اور قوتوں کے اختلاف کو ان کی عقل و فہم کے اختلاف کو ان کی حرکات و سکنات کو ان کی تنگی بدی کو دیکھو ان کی بناوٹ پر غور کرو کہ ہر عضو کیسی مناسب جگہ ہے۔ اسی لئے اس کے بعد ہی فرمایا خود تمہارے وجود میں ہی اس کی بہت سی نشانیاں ہیں کیا تم دیکھتے نہیں ہو؟ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں جو شخص اپنی پیدائش میں غور کرے گا اپنے جوڑوں کی ترکیب پر نظر ڈالے گا وہ یقین کر لے گا کہ بیشک اسے خدا نے ہی پیدا کیا اور اپنی عبادت کے لئے ہی بنایا ہے۔ پھر فرماتا ہے آسمان میں تمہاری روزی ہے یعنی بارش اور وہ بھی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے

یعنی جنت۔ حضرت واصل احدب رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا انہیں میرا رزق تو آسمانوں میں ہے اور میں اسے زمین میں تلاش کر رہا ہوں؟ یہ کہہ کر ہستی چھوڑ کر اجاز جنگل میں چلے گئے۔ تین دن تک تو انہیں کچھ بھی نہ ملا لیکن تیسرے دن دیکھتے ہیں کہ ترنگھوروں کا ایک خوش ان کے پاس رکھا ہوا ہے۔ ان کے بھائی ساتھ ہی تھے دونوں بھائی آخری دم تک اسی طرح جنگلوں میں رہے۔

پھر اللہ کریم خود اپنی قسم کھا کر فرماتا ہے کہ میرے جو وعدے ہیں مثلاً قیامت کے دن دوبارہ جلانے کا، جزا سزا کا، یہ یقیناً سراسر سچے اور قطعاً بے شبہ ہو کر رہنے والے ہیں جیسے تمہیں تمہاری زبان سے نکلے ہوئے الفاظ میں شک نہیں ہوتا اسی طرح تمہیں ان میں بھی کوئی شک ہرگز نہ کرنا چاہئے۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کوئی بات کہتے تو فرماتے یہ بالکل حق ہے جیسے کہ تیرا یہاں ہونا حق ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں اللہ انہیں برباد کرے جو خدا کی قسم کو بھی نہ مانیں یہ حدیث مرسل ہے یعنی تابعی رحمۃ اللہ علیہ آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ صحابی کا نام نہیں لیتے۔

هَلْ أَتَاكَ حَدِيثٌ صَافٍ اِبْرَاهِيمَ الْمَكْرُمِیْنَ ۝ اِذْ دَخَلُوْا عَلَیْهِ فَقَالُوْا
سَلَامًا قَالَ سَلَامٌ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ۝ فَرَاغَ اِلٰی اَهْلِهٖ فَبَا ۙ بَعِیْلٍ
سَمِیْنٍ ۝ فَقَرَبَہٗ اِلَیْہُمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ۝ فَاَوْجَسَ
مِنْہُمْ خِیْفَةً ۙ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۙ وَّبَشِّرُوْہٗ بِعِلْمٍ عَلِیْمٍ ۝ فَاَقْبَلَتْ
اَمْرَاۡتُہٗ فِیْ صَرَۃٍ فَصَكَّتْ وَجْہَہَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِیْمٌ ۝ قَالُوْا
كَذٰلِكَ قَالَ رَبُّکَ اِنَّہٗ هُوَ الْحَکِیْمُ الْعَلِیْمُ ۝

کیا تجھے ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر بھی پہنچی ہے؟ وہ جب ان کے ہاں آئے اور سلام کیا اور ابراہیم نے جواب سلام دیا اور کہا یہ تو انہی لوگ ہیں جو پھر چپ چاپ جلدی جلدی اپنے گھر والوں کی طرف گئے اور ایک فریب مجھڑے کا گوشت لائے اور اسے ان کے پاس رکھا اور کہا آپ کھاتے کیوں نہیں؟ پھر تو دل ہی دل میں ان سے خوفزدہ ہو گئے انہوں نے کہا آپ خوف نہ کیجئے اور انہوں نے حضرت ابراہیم کو ایک دانا عالم لڑکے کے ہونے کی بشارت دی پس ان کی بیوی نے حیرت میں آ کر اپنے منہ پر ہاتھ مار کر کہا کہ میں تو بڑھیا ہوں اور ساتھ ہی باجھ ۝ انہوں نے کہا ہاں تیرے پروردگار نے اسی طرح فرمایا ہے کچھ شک نہیں کہ وہ بہت بڑی حکمت والا اور کامل علم والا ہے ۝

مہمان اور میزبان؟ ☆ ☆ ☆ (آیت: ۲۳۰-۳۰) یہ واقعہ سورہ ہود اور سورہ حجر میں بھی گذر چکا ہے یہ مہمان فرشتے تھے جو بے شکل انسان آئے تھے جنہیں خدا نے عزت و شرافت دے رکھی ہے، حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علمائے کرام کی ایک جماعت کہتی ہے کہ مہمان کی ضیافت کرنا واجب ہے حدیث میں بھی یہ آیا ہے اور قرآن کریم کے ظاہری الفاظ بھی یہی ہیں۔ انہوں نے سلام کیا جس کا جواب غلیل خدا علیہ السلام نے بڑھا کر دیا۔ اس کا ثبوت دوسرے سلام پر دو پیش کا ہونا ہے اور یہی فرمان باری تعالیٰ ہے۔ فرماتا ہے وَ اِذَا حِیْتُمْ بِبَنِيۡحٰۃٍ فَحِیُّوْا بِاَحْسَنِّ مِنْہَا اَوْ رُدُّوْہَا یعنی جب کوئی تمہیں سلام کرے تو تم اس سے بہتر جواب دو یا کم از کم اتنا ہی۔ پس غلیل اللہ نے افضل صورت کو اختیار کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام چونکہ اس سے ناواقف تھے کہ یہ دراصل فرشتے ہیں اس لئے کہا کہ یہ لوگ تو ناشائسا ہیں۔ یہ فرشتے حضرت جبرئیل، حضرت میکائیل اور حضرت اسرافیل علیہم السلام تھے جو خوبصورت نوجوان انسانوں کی شکل میں آئے تھے ان کے

چہروں پر ہیبت و جلال تھا۔

حضرت ابراہیم اب ان کے لئے کھانے کی تیاری میں مصروف ہو گئے اور چپ چاپ بہت جلد اپنے گھر والوں کی طرف گئے اور ذرا سی دیر میں تیار چمچڑے کا گوشت بھنا بھنایا ہوا لے آئے اور ان کے سامنے ان کے قریب رکھ دیا اور فرمایا آپ کھاتے کیوں نہیں؟ اس سے ضیافت کے آداب معلوم ہوئے کہ مہمان سے پوچھو بغیر ہی ان پر شروع سے احسان رکھنے سے پہلے آپ چپ چاپ انہیں خبر کے بغیر ہی چلے گئے اور یہ جگت بہتر سے بہتر جو چیز پائی اسے تیار کر کے لے آئے۔ تیار فریہ کم عمر چمچڑے کا بھنا ہوا گوشت لے آئے اور کہیں اور رکھ کر مہمان کی کھینچ جان نہ کی بلکہ ان کے سامنے ان کے پاس لا رکھا۔ پھر انہیں یوں نہیں کہتے کہ کھاؤ کیونکہ اس میں بھی ایک حکم پایا جاتا ہے بلکہ نہایت تواضع اور پیار سے فرماتے ہیں آپ تناول فرماتا شروع کیوں نہیں کرتے؟ جیسے کوئی شخص کسی سے کہے کہ اگر آپ فضل و کرم احسان و سلوک کرنا چاہیں تو کیجئے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ خلیل اللہ اپنے دل میں ان سے خوفزدہ ہو گئے جیسے کہ اور آیت میں ہے فَلَمَّا رَأَىٰ اٰیٰتِہُمْ لَا تَصِلُ اِلَیْہِ نٰکِرُہُمْ وَاَوْحٰسَ مِنْہُمْ حَیْفَتَہُ یعنی آپ نے جب دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے کی طرف بڑھتے نہیں تو دہشت زدہ ہو گئے اور دل میں خوف کھانے لگے۔ اس پر مہمان نے کہا زورومت ہم خدا کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں جو قوم لوط کی ہلاکت کے لئے آئے ہیں۔ آپ کی بیوی صاحبہ جو کھڑی ہوئی سن رہی تھیں وہ سن کر بس دیں تو فرشتوں نے انہیں خوش خبری سنائی کہ تمہارے ہاں حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوں گے اور ان کے ہاں حضرت یعقوب علیہ السلام۔ اس پر بیوی صاحبہ کو تعجب ہوا اور کہا ہائے افسوس اب میرے ہاں بچہ کیسے ہوگا؟ میں تو بڑا ہیادیم ہو گئی ہوں اور میرے شوہر بھی بالکل بوڑھے ہو گئے یہ سخت تر تعجب کی چیز ہے۔ فرشتوں نے کہا کیا تم خدا کے کاموں سے تعجب کرتی ہو؟ خصوصاً تم جیسی ایسی پاک گھرانے کی عورت؟ تم پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ تعریفوں کے لائق اور بڑی بزرگی اور اعلیٰ شان والا ہے۔ یہاں یہ فرمایا گیا ہے کہ بشارت حضرت ابراہیم کو دی اور اس سے پہلے کی آیت میں ہے کہ بشارت آپ کی بیوی صاحبہ کو دی۔ تو مطلب یہ ہے کہ دونوں کو بشارت دی گئی کیونکہ بچے کا ہونا دونوں کی خوشی کا موجب ہے۔

پھر فرماتا ہے یہ بشارت سن کر آپ کی اہلیہ صاحبہ کے منہ سے زور کی آواز نکل گئی اور اپنے تئیں دو ہتھ مار کر ایسی عجیب و غریب خبر کو سن کر حیرت کے ساتھ کہنے لگیں کہ جوانی میں تو میں اب بچہ نہ رہی اب میاں بیوی دونوں پورے بوڑھے ہو گئے تو مجھے حمل ٹھہرے گا؟ اس کے جواب میں فرشتوں نے کہا کہ یہ خوشخبری کچھ ہم اپنی طرف سے نہیں دے رہے بلکہ خدا تعالیٰ نے ہمیں فرمایا ہے کہ ہم تمہیں یہ خبر پہنچا دیں وہ حکمت والا اور علم والا ہے۔ تم جس عزت و کرامت کے مستحق ہو وہ خوب جانتا ہے اور اس کا فرمان ہے کہ تمہارے ہاں اس عمر کا بچہ ہوگا۔ اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں نہ اس کا کوئی فرمان حکمت سے خالی ہے۔

الحمد للہ! الحمد للہ! اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کے لطف و رحم سے تفسیر محمدی کا جھبہ سواں پارہ بھی ختم ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے کلام پاک کا صحیح اور حقیقی مطلب سمجھائے اور پھر اس پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ اسے پروردگار عالم! جس طرح تو نے مجھ پر اپنا یہ فضل کیا ہے کہ اپنے پاک کلام کی خدمت مجھ سے لی اسی طرح یہ بھی فضل کر کہ اسے قبول فرما اور میرے لئے باقیات صالحات میں سے اسے کر لے اور اس تفسیر کو میری تفسیر کی معافی کا سبب بنادے۔ اپنے تمام بندوں کو اس سے فائدہ پہنچا اور سب کو عمل صالح کی توفیق عطا فرما۔ آمین۔